راوی

ملنے کا پتہ
نظامی پریس بک ایجنسی بدایوں یوپی

کلماتُ الشعرأ

مشتمل بر ذکر شعرای عصر جہانگیر تا عہدِ عالمگیر

تالیف

محمد افضل سرخوش

بتصحیح

صادق علی دلاوری ایم۔اے ایلفریڈ پٹیالہ ریسرچ سکالر پنجاب یونیورسٹی لاہور

جسے

شیخ مبارک علی تاجر کتب اندرون لوہاری گیٹ لاہور

نے

عالمگیر پریس تحصیل بازار لاہور میں باہتمام

حافظ محمد عالم پرنٹر چھپوایا

تعارف

از

جناب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پی ایچ ڈی پروفیسر پنجاب یونیورسٹی لاہور

تذکرۂ کلمات الشعراء جس کی شائدیہ پہلی اڈیشن ہے فارسی کے مشہور تذکروں میں سے ہے اس میں عہد جہانگیر سے لے کر عالمگیر کے زمانے تک کے فارسی شاعروں کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اس کا مصنف محمد افضل سرخوش عالمگیر کے عہد میں گزرا ہے۔ اس لئے بہت سے ایسے شاعروں کا ذکر اُس نے کیا ہے جو اس کے معاصر تھے اور جن سے وہ خود ملا ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس تذکرے کی کتنی بڑی اہمیت ہے۔

فارسی شعراء کے تذکرے بیشمار ہیں[1] لیکن ان میں سے جو اب تک طبع ہوئے ہیں ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ بالخصوص وہ تذکرے جن میں ہندوستان کے فارسی شاعروں کے حالات ہیں اب تک شایع نہیں کئے گئے۔ میرے نزدیک اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ فارسی شاعری سے ذوق رکھنے والوں میں کثیر تعداد اُن لوگوں کی ہے جو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ فارسی کے آخری بڑے شاعر مولانا جامیؒ تھے۔ کیونکہ ہندوستان میں فارسی کے عروج کا زمانہ اس سے متاخر ہے لہذا مورخین کی توجہ اس کی طرف مبذول نہیں ہوئی۔ علاوہ اس کے چونکہ اہل ایران اور یورپ کے مستشرقین ہندوستان کی فارسی شاعری کو چنداں اہمیت نہیں دیتے اس لئے علمی دنیا میں اس کو نظرانداز کیا جارہا ہے۔ ہندوستان میں فارسی زبان کی جو خدمت گذشتہ سات سو سال میں ہوئی اس پر بحث کرنے کا یہ موقع نہیں ہے۔ ہم صرف اتنا کہیں گے کہ ایرانیوں کا تعصب اور اہل یورپ کی

---

[1] رسالہ اورینٹل کالج میگزین بابت سال ۱۹۲۶ء تا ۱۹۳۲ء میں تقریباً ایک سو چالیس فارسی تذکروں کی مفصل فہرست شایع ہوئی

بد مذاقی اس بے توجہی کے دو بڑے سبب ہیں،

ہندوستان کے فارسی مصنفین کے کارناموں کو منظرِ عام پر لانا ہم ہندوستانیوں کا اپنا فرض ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارے ملک میں علمی اور ادبی بیداری روز افزوں ہے۔ اور اس اہم فرض کی ادائیگی میں حصہ لینے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے۔

مسٹر صادق علی دلاوری نے تذکرۂ کلمات الشعراء کو شائع کر کے ایک بڑی علمی خدمت انجام دی ہے جس پر وہ ہمارے شکریہ کے مستحق ہیں۔ یہ تذکرہ ہندوستان میں ہمیشہ بہت مقبول رہا اور یہی وجہ ہے کہ اس کے نسخے ہر کتب خانے میں موجود ہیں۔ ایسی مقبول اور مفید کتاب کو شائع کرنا از بس ضروری اور مستحسن تھا۔ مطبوعہ متن پنجاب یونیورسٹی لائبریری کے پانچ قلمی نسخوں پر مبنی ہے۔ اگر موجودہ حالاتِ جنگ مانع نہ ہوتے تو بعض اور لائبریریوں کے نسخوں سے بھی ضرور استفادہ کیا جاتا اور شاید اس سے بہتر متن مرتب ہو سکتا۔ لیکن جو کچھ بھی ہو سکا اس کے مفید ہونے میں کوئی شبہ نہیں،

ہمیں جناب شیخ مبارک علی صاحب کا بھی ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے انتہائی فراخ حوصلگی سے کام لے کر اس کتاب کو ایسے وقت میں شائع کیا ہے جبکہ موجودہ عالمگیر جنگ کی بدولت کاغذ کی گرانی بلکہ نایابی کتابوں کی اشاعت کو تقریباً ناممکن بنا رہی ہے۔

لاہور۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۲ء

محمد اقبال

محمد افضل سرخوش

۱۰۵۰ھ میں بعہد شاہجہان کشمیر میں پیدا ہوئے۔ قوم کے مغل تھے۔ آپ کے جدامجد میر لعل بیگ بدخشاں کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام محمد زاہد تھا اور وہ عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی بارگاہ کے متوسلین میں سے تھے محمد زاہد کے پانچ بیٹے تھے۔ جو عبداللہ خان کی وفات کے بعد سب کے سب شاہی خدام کے زمرہ میں منسلک ہوئے۔ سرخوش محمد زاہد کے دوسرے بیٹے تھے۔ سرخوش اگرچہ کشمیر میں پیدا ہوئے لیکن ان کی تربیت علاقہ سرہند میں ہوئی بچپن میں ہی شعرگوئی کا شوق تھا۔ ناصر علی سرہندی سے بھی بچپن ہی میں دوستی ہوگئی تھی چنانچہ خود فرماتے ہیں کہ ناصر علی "از یاران قدیم بود و در خورد سالگی یکجا باہم مشق سخن میکردیم و صحبتہا میداشتیم" شروع میں اپنے برادر بزرگ خیرالدین محمد المتخلص بہ عجزی کی صحبت میں مشق سخن کرتے رہے۔ ابتدائی عمر میں ہی آپ کے اشعار ارباب سخن کی توجہ اپنی طرف کھینچنے لگے۔ چنانچہ آٹھ نو سال کی عمر ہو گی کہ ایک روز بازار میں سے گذر رہے تھے۔ ایک خوبصورت خواجہ سرا کو دیکھا جس کے چاہ زنخدان کے اوپر ایک خال تھا اُس کو دیکھ کر فی البدیہہ یہ مطلع کہا ؎

برزنخدان تو خالِ سیہی افتاد است ہمچو دلویست کہ بالای چہی افتاد است

گھر پہنچ کر یہ مطلع برادر بزرگوار کو سنایا وہ بہت خوش ہوئے۔ اس ہونہار بچے کو چھاتی سے لگایا پیشانی پر بوسہ دیا اور اس روز سے ان کی اصلاح کی طرف زیادہ توجہ دینے لگے۔

گیارہ سال کی عمر میں کرانہ میں ایک حسین و جمیل رسن باز لڑکی کو دیکھ کر یہ رباعی کہی۔

آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست بالائی علم چو گل بشاخ رعناست
نی نی غلطم کہ آفتاب محشر یک نیزہ برآمد و قیامت برپاست

اس رباعی سے تمام میان دوآب میں ایک غلغلہ بپا ہوگیا۔ اس سرزمین کے ارباب ذوق قاضی پیر محمد رسائی وغیرہ سرخوش کے والدین کی خدمت میں آئے اور کہا کہ یہ بچہ کچھ دنوں میں آفتاب کی طرح

چمکنے والا ہے۔ اس کے حال سے غافل نہ رہنا۔

تخلص

سرخوش نے جب اپنے لئے تخلص اختیار کیا تو سب سے پہلے ملا جامی بیخود لاہوری کی خدمت میں اسکا اظہار کیا۔ انہوں نے بہت پسند کیا اور فاتحہ خیر پڑھ کر اس کو مقرر کیا۔

مرزا محمد علی ماہر کی شاگردی

تھوڑے عرصہ کی مشق سے کلام میں اس قدر پختگی پیدا ہوگئی کہ اب ان کی اصلاح بھلائی کے بس کا کام نہ رہا۔ ملا بیخود لاہوری ان کو مرزا محمد علی ماہر کی خدمت میں لے گئے۔ ان کی صحبت طبیعت سے اس قدر موافق نکلی کہ تمام عمر کا ساتھ ہوگیا۔ شعر کہتے انکی خدمت میں پیش کرتے اور اصلاح حاصل کرتے رہے۔ لطف یہ ہے کہ خود شاہ ماہر پر سرخوش کی قابلیت و مہارت کا یہ اثر تھا کہ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس نوجوان کی شگفتگی طبع نے مجھے حیران کر رکھا ہے نت نئے معنی پیدا کرتا ہے۔ یہ اُستاد شاگرد کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ سرخوش کہتے ہیں کہ میں شاہ ماہر کا شاگرد ہوں۔ شاہ ماہر فرماتے ہیں کہ مجھ میں یہ لیاقت کہاں کہ سرخوش جیسے شاعر بیمثال کا اُستاد کہلا سکوں۔ اس سلسلے میں سرخوش نے کلمات الشعراء میں ایک حکایت بیان کی ہے پڑھئے اور دونوں کے خلوص کا اندازہ کیجئے۔ سرخوش لکھتے ہیں۔

"روزی بخانۂ میرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت میداشتند بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم۔ خواندم ؎

می توانم وید تا بہ جام صہبا بشکند ۔۔۔ میپرد رنگم حبابی گر بہ دریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید۔ روز دیگر در خانۂ دانشمند خان بشاہ ماہر دوچار شدہ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم حکیم گفت او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم۔ فرمود کہ از راہ بزرگ زادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد والا من کی لیاقت استادی او دارم۔ چون فقیر بخدمتش رفت۔ فرمود کہ چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم۔ این برای شما خوب نیست و مرا خود فخر است کہ چو تو شاگرد داشتہ باشم۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند۔

شاگرد مراد حشمت الیشان چه قدر و منزلت خواہد بود. شعرا شاگرد خدایند۔"

مرزا محمد علی ماہر کے علاوہ سرخوش خورد سالگی کے زمانہ میں کچھ دن منعم حکاک شیرازی کی خدمت میں بھی مشق سخن کرتے رہے۔ نیز میر معز موسوی خان کی صحبت سے بھی فیض حاصل کیا۔ بلکہ خان آرزو لکھتے ہیں۔ کہ ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادہ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خان نمودہ" میر معز بھی سرخوش کی خداداد قابلیت سے بہت متاثر تھے۔ اور اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ "در ہندسہ شاعر دیدم غنی و ناصر علی و سرخوش۔"

ملازمت

شروع میں عبداللہ خان زخمی شاہجہانی کی سرکار میں بعض کارخانجات کی خدمات انجام دیتے رہے۔ خان مذکور کی وفات کے بعد شاہی ملازمت اختیار کی اور صاحب منصب ہوئے۔ اس منصب کی نوعیت معلوم نہیں۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ منصب آپ کو نواب بخشی الممالک روح اللہ خان کی وساطت سے حاصل ہوا۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

"دران ایام کہ خدمت خان سامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ فرستاد۔ نواب خوشوقت شدہ برای فقیر خدمتیکہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمودہ کہ حالا بسرخوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آنخدمت در دارالخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رسانده و خوردہ۔"

۱۰۸۷ھ میں آپ کو حسن ابدال میں مشرفِ عدالت کا عہدہ تفویض ہوا جس کی تاریخ آپ نے "اشراف عدالت" بیان کی ہے۔

گوشہ نشینی

سرخوش کی طبیعت شروع سے ہی درویشانہ تھی۔ اہل اللہ کی خدمت کا جذبہ آپ کو والدین کی طرف سے وراثت میں ملا تھا۔ رفتہ رفتہ طبیعت کا یہ میلان بڑھتا گیا اور آخر کار گوشہ نشینی اختیار کر کے خدمت درویشاں میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی سے ترک دُنیا مُراد نہیں۔ بلکہ ان ایام میں بھی باقاعدہ اپنے فرائض منصبی بجالاتے رہے۔ چنانچہ خود لکھتے ہیں۔

"یکچند در عالم جوانی در پی دولت و دنیا و تلاش منصب و جاہ سرگردانی بسیار کشید۔ آخر بتوفیق اللہ در شاہجہان آباد گوشۂ عزلت اختیار نمودہ خدمت درویشانرا سرمایہ سعادت دانست۔"

ایک نسخہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

"آخر چون دید کہ سعی بجای نرسید بوسیلہ خدمتی بعلوفہ قلیل قناعت نمودہ در شاہجہان آباد پای در دامن عزلت کشید۔"

تصوف و عرفان

سرخوش شاعری کے علاوہ عرفان کے میدان کے شہسوار بھی تھے۔ میر معز اور دیگر معاصرین آپ کی بزرگی کے قائل تھے۔ جب کبھی میر معز کے ہاں تشریف لیجاتے میر صاحب درس علوم عربی موقوف کر دیتے اور طلبا سے کہا کرتے تھے کہ کتابیں اٹھالو۔ اب ہم سرخوش سے شعر و علم تصوف کے متعلق باتیں کریں گے۔ سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی خلافت و سجادہ نشینی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

"فقیر تاریخ خلافت و سجادہ نشینی خود رابیان واقع بتعمیہ لطیف درست کردہ در رباعی بستہ۔

سرخوش چو رسید کار فقرش بکمال   مرشد دادش خلافت از استقبال

روی طلب آورد جہانی بہ نیاز   تاریخ شدہ خلیفۂ شاہ جلال"

کار خیر

اوپر بیان ہو چکا ہے کہ سرخوش آسودگی و خوشحالی سے زندگی بسر کرتے تھے۔ مال و زر کی کمی نہ تھی۔ اپنی رہائش کے لئے دو حویلیاں حوض و فوارہ وغیرہ بنوائے ہوئے تھے۔ اسکے علاوہ طبیعت میں فیاضی کا مادہ کثرت سے تھا۔ کار خیر میں فراخدلی کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ ایک مسجد کا ذکر کلمات الشعرا میں کرتے ہیں۔ جو انہوں نے اپنے مکان کے سامنے تعمیر کرائی اور جس کی تاریخ مندرجہ ذیل رباعی میں بیان کی۔

چون گشت ز فضل ایزد عزوجل   آراستہ این مسجد پر زیب و حلل

اندیشہ ز طبع سال اتمامش خواست   دل گفت کہ مسجد محمد افضل

۱۱۱۰ھ

۵

شکایت زمانہ

باوجود بزرگ زادگی و قناعت پیشگی سرخوش امرائے عہد کی ممسک مزاجی کے شاکی ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"حق تعالی ما را در زمانہ انداختہ کہ ہر چند زمین را بآسمان دوختم روی ولی بلکہ توجہی ہم از کسی ندیدم تا بہ صلہ چہ رسد ؎

بمان گروہ بہ باید گریست کز پس ما   حکایت کرم روزگار ما گویند"

کلمات الشعراء میں اس قسم کی متعدد مثالیں ملتی ہیں جہاں سرخوش نے اپنے ممدوحین سے شاعرانہ حسن طلب کے ذریعہ عنایت و کرم کی درخواست کی اور جب کچھ نہ ملا تو ہجو لکھ کر دل کا بخار نکالا۔ یہاں صرف ایک مثال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

"یکی از صاحب ہمتان زمانہ ما بخشی الممالک ہمت خان بود۔ فقیر مدتی خدمت او کردہ۔ ساقی نامہ و تعریف خسخانہ بنام وی گفت۔ دران مثنوی بہا داد معنی دادہ تلاشہا کردہ۔ این دو بیت از خسخانہ است ؎

سر انگشتش بجود از یک اشارت   زہد سرمایۂ دریا بغارت

بدر کی ہمتش دستی رساند   کہ آب بستہ را ناپاک داند

یک روز مہربان شدہ فرمود کہ چوبداری رفتہ خانہ سرخوش دیدہ بیاید۔ روبمن کرد و گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برای شما علیحدہ کردہ ام۔ چون محقر نیست بخانہ شما میفرستم۔ دیگر بر در تغافل زد۔ چند روز فقیر از خانہ بر نیامد کہ مبادا عطیۂ ایشان بیارند و مرا در خانہ نیابند انتظارہا کشید۔ آخر معلوم شد کہ قول آن ترک بکار بردند کہ شاعری در مدحش قصیدہ گفتہ آوردہ در مجلس برخواند ترک شنیدہ محظوظ شد و گفت فردا بیا چند من غلہ بتو میدہم۔ شاعر دم صبح باربردار و جوال و ریسمان بر در خانہ اش برد۔ ترک از خواب بیدماغ برخاستہ بیرون آمد شاعر گفت بموجب فرمودہ باربردار وغیرہ لوازم برای بردن غلہ آوردہ ام۔ امیدوار عنایتم۔ گفت عجب مرد ابلہ بودہ تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد۔ من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد۔ باربردار و جوال و ریسمان چہ دخل دارد۔

فقیر نیز یک رُباعی رسوای عالمش ساخت

ای پنجۂ تو زدامن ہمت دور بر دولت بی فیض و ماغنت مغرور
بی ہمتی و نام تو ہمت خان است بر عکس نہند نام زنگی کافور"

اولاد

سرخوش نے کلمات الشعرا میں صرف ایک لڑکے کا ذکر کیا ہے۔ جس کی پیدائش کی تاریخ "اکملِ محمدؐ افضل" بیان کی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ فرزند ۱۰۹۴ھ میں پیدا ہوا اور اس کا نام غالباً محمد اکمل ہوگا۔ خان آرزو نے بھی سرخوش کے ایک بیٹے کا ذکر کیا ہے جس کا نام فضل اللہ بتلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ

"بعد از و شعر میگفت و بہنر تخلص مینمود و در عین شباب جہان گذران را داغ نمود۔"
گلِ رعنا کے مصنف نے فضل اللہ کا تخلص خوش تر لکھا ہے۔ اور اس کو پسر میانہ بیان کیا ہے۔

شاگردان

سرخوش کے شاگردوں میں سے زیادہ شہرت سفینۂ خوشگو کے مصنف بندرابن داس خوشگو نے حاصل کی جو خود اپنے بیان کے مطابق چودہ سال کی عمر میں ان کے شاگرد ہوئے۔ ان کا تخلص خوشگو بھی سرخوش کا مقرر کردہ ہے۔ (یہی خوشگو بعد میں خان آرزو کے شاگرد ہوئے) ان کے علاوہ جن شاگردوں کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہوا اُن کے اسماء یہ ہیں:۔

حافظ محمد جمال تلاش ۔
بیغم بیراگی۔ (یہ بھی ہندو تھے)
شیخ سعد اللہ گلشن ۔
عبدالرحیم کمگو کشمیری و حکم چند ندرت

وفات

سرخوش نے ۷۰ سال کی عمر میں محمد فرخ سیر بادشاہ کے عہد میں ۱۱۲۶ھ میں دہلی میں وفات پائی اور متصل قدم رسول مدفون ہوئے۔ لالہ سکھراج سبقت نے "افضل وہو" سے اور حکم چند ندرت نے "از جہاں رفت آہ عارف پاک" سے تاریخ وفات نکالی۔ آخری عمر میں ضعف بصارت کی وجہ سے

لکھنے پڑھنے کا کام موقوف ہو چکا تھا۔ اور آپ بالکل خانہ نشین ہو گئے تھے۔ خان آرزو نے اوائل عہد فرخ سیر یعنی سرخوش کی وفات سے دو تین سال قبل ان سے ملاقات کی اس ملاقات کے تاثرات خان آرزو نے اس طرح بیان کئے ہیں۔

"سرخوش از شعرائی قرار دادۂ ہندوستان است۔ نسخۂ کلمات الشعراء تصنیف نمودہ خیلی معنی یاب وانصاف گزین بود فقیر آرزو در اوائل سلطنت محمد فرخ سیر بادشاہ شہید در خدمت او رسیدہ چوں از حلیہ بصارت در آنوقت مردم چشمش عاری شدہ بود۔ دیوان خود را بالفضل اللہ نام پسر خود کہ بعد از و شعر میگفت و ہمہ تخلص می نمود و در عین شباب جہان گذران را وداع نمود۔ وادا کہ پیش فقیر بخواند۔ فقیر گفتم میرزا صاحب نور چشم این معنی دارد۔ باری بعد از فراغ خواندن باین عاجز تکلیف شعر فرمود۔ من جوان بودم از راہ ادب عذر ہمراہ نداشتن سفینہ آوردم۔ آنمرد بزرگ بجد شد ناچار این بیت خواندم

افتادگیست مایۂ نشوونمائی من
نخلم چو گرد باد ز خاک آب میخورد

وایں رُباعی نعت

امی لقبی کہ ہست دارائی سخن   از عجز کلیم شد بوصفش الکن
از بسکہ جہاں کرد از و کسب علوم   گردید سواد سایہ اش ہم روشن

بمجرد شنیدن سر او در کنار گرفت و بر پیشانی بوسہ داد و فرمود کہ تا حال فکر ہیچ نوجوانی باین پایہ ندیدہ ام۔ بہر حال خدا ایش بیامرزاد۔ انصافی کہ در مزاج آن عزیز بزرگ دیدہ شد کم بنظر آمدہ۔ در طبع مرزا بیدل خود عشر عشیر آن نبود۔ شعرش بایران رسیدہ و نصر آبادی داخل تذکرہ نمود۔ ہر چند شاگرد محمد علی ماہر است اما استفادۂ تمام در خدمت میر معز فطرت المخاطب بموسوی خاں نمودہ و کفی بہ شرفا با میرزا عبد القادر بیدل معاصر و ہمطرح بود رُباعیات او خیلی معانی تازہ دارد و بسیار عارفانہ گفتہ۔ سال سیوم یا چہارم محمد فرخ سیر بادشاہ از جہان رفتہ۔ رحمۃ اللہ علیہ مطلع غزل سر دیوان او اینست و بسیار خوب و بادا گفتہ

بہم نایدچو گل از خندۂ شادی دہان ما
چہ خوش نامی برآمد اللہ اللہ از زبانِ ما

منصف مزاجی

خان آرزو نے سرخوش کے انصاف کی بہت تعریف کی ہے۔ یہاں پر ایک مثال بیان کی جاتی ہے جس سے آپ کی منصف مزاجی کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ کلمات الشعرا میں میر معز کے ذکر میں لکھتے ہیں۔

"در حسن ابدال غلغلہ ایں مطلع در شعرای پای تخت انداخت ہے

میر معز — ہیچکس آگہ ز شرح اشتیاق ما نشد — نامۂ ما چون زبان لال ہرگز وا نشد

سرخوش — ہیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد — عقدۂ کار کس از دندان گوہر وا نشد

اکثر شعرای اردوی معلی مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیرہ بجد میگفتند کہ تو بہ از میر گفتہ من گفتم کہ میر بہ از من گفتہ۔ فکرہا میکردند و غورہا می نمودند کہ آیا بچہ سبب مطلع میر بہ از مطلع اینست۔ میر ہم شنید ہیچ در نیافت بعضی میگفتند کہ چوں دم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید۔ آخر ہمہ گفتند کہ ما درنمی یابیم باری خود بیان کن گفتم کہ تشبیہ میر کہ نامۂ پیچیدہ را بزبان لال دادہ تازہ است و از من متعارف ہزار کس گوہر را بدندان و دندان را بگوہر تشبیہ دادہ۔ میر بسیار محفوظ شد و یاران نیز قبول کردند و گفتند زہی طبع منصف۔"

تصنیفات

بندرابن داس خوشگو اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ سرخوش کی کلیات قریباً پینتالیس ہزار اشعار پر مشتمل ہے اور ان کی دیگر تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:۔

(نظم)، مثنوی نور علی نور، جو انہوں نے مولانا روم کی مثنوی کے تتبع میں لکھی:۔

مطلع:۔ شیشہ از قلقل حکایت می کند۔ غمزۂ ساقی روایت می کند

مثنوی حسن و عشق مشتمل بر قصہ سسی و پنوں

ساقی نامہ

مثنوی قضا و قدر

مثنوی در بعض خصوصیات ہندوستان
جنگ نامہ محمد اعظم شاہ
(نثر) جوش و خروش
کلمات الشعراء۔

دیباچۂ دیوان
(دیوان میر معز و ناصر علی سرہندی کی تدوین بھی سرخوش نے کی)
ان کے علاوہ خود سرخوش نے کلمات الشعرا میں اپنی مزید دو تصنیفات کا ذکر کیا ہے۔
(۱) مثنوی در تعریف خسخانہ۔
(۲) رسالہ رواتح کہ در تتبع لوائح مولوی جامی نوشتہ۔

گل رعنا کے مصنف کا بیان ہے کہ سرخوش کے دو دیوان تھے شعر قدیم و شعر جدید جن میں قصائد، غزلیات، رباعیات اور متفرق نظمیں تھیں لیکن یہ تصنیفات سرخوش کے فرزندوں کی بے احتیاطی کی وجہ سے تلف ہو چکی ہیں۔

جملہ تصنیفات میں سے صرف تذکرۂ کلمات الشعرا ہے جو دستبرد زمانہ سے بچ کر آج ہمیں سرخوش سے روشناس کراتا ہے۔ باقی تصنیفات کے اتلاف کا باعث خواہ وہ ہو جو گل رعنا میں درج ہے یا کچھ اور یہ حقیقت ہے کہ ان کا وجود صفحۂ ہستی سے ناپید ہو چکا ہے۔ دیوان کے متعلق سرو آزاد کے ایڈیٹر نے حاشیہ پر لکھا ہے کہ کلکتہ میں طبع ہوا لیکن باوجود سعی بسیار اس بات کی تصدیق نہ ہو سکی[۱]۔

خصوصیات کلام

اب ہمارے پیش نظر سرخوش کے کلام کا صرف وہ حصہ رہ جاتا ہے جو مختلف تذکروں میں درج ہے (یہ صرف معدودے چند اشعار ہیں) یا خود کلمات الشعرا میں جو کچھ درج ہے۔ اس قلیل مواد پر سرخوش کے کلام پر قطعی رائے قائم کرنا دشوار بھی ہے اور نامناسب بھی۔

---

[۱] غالباً سرو آزاد کے ایڈیٹر نے مرزا یحییٰ خان سرخوش کا دیوان دیکھا ہے جو ۱۹۰۸ء میں حبل المتین پریس کلکتہ میں طبع ہوا تھا۔ یہ سرخوش مظفرالدین شاہ قاچار کے عہد کا ایرانی شاعر ہے۔

تاہم معاصرین اور قریب الوقت تذکرہ نگاروں کے الفاظ کی روشنی میں سرخوش کے باقی ماندہ کلام سے جو کچھ اخذ کیا جاسکتا ہے۔ سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔

پختگی، برجستگی و جدّت طرازی سرخوش کے کلام کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ قدما کی طرز سے رغبت نہ رکھتے تھے۔ طبیعت کا میلان تلاش معانی کی طرف زیادہ تھا میر معزؔ اور میرزا محمد علی ماہرؔ اکثر ان کی تلاش کی داد دیا کرتے تھے۔ ان دونوں بزرگوں کے علاوہ میرزا بیدلؔ اور ناصر علی سرہندی سے اکثر طرحی مشاعرات ہوتے رہتے تھے۔ جن میں تمام معاصرین سرخوش کی غزلوں کو بہت سراہا کرتے تھے۔ ان کا کلام زیادہ تر عارفانہ ہوتا تھا۔ بدیہہ گوئی میں ان کو خاص مہارت حاصل تھی۔ خود سرخوش کو اس بات کا احساس تھا کہ معاصر شعرا میں ان کا کوئی عدیل نہیں۔ اس احساس کا اظہار خود کلمات الشعرا میں اس طرح کرتے ہیں۔

"شبی فقیر در خواب می بیند کہ مرد بزرگ عصا در دست گرفتہ ایستادہ است۔ میرزا خلیل مذکور دریہ سرخوش کے ہمعصر تھے۔ ان کا ذکر کلمات الشعرا میں درج ہے) فقیر را ملازمت ایشاں میکناند و میگوید حضرت سلامت سرخوش است شاعر من اند میرزا میپرسم کہ ایں کدام بزرگی است۔ میگوید حضرت مرتضےٰ علی ولی اللہ کرم اللہ وجہہ۔ من دویدہ سر بر قدم مبارکش گزاشتم۔ دست بر پشت من زدہ سرا بر داشتہ فرمودند کہ سرخوش ہمچو تو شاعری در عہد تو کس نخواہد بود و فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنیں است حال آنکہ ہمچو من در عصر من اکثر اعزّہ ہستند۔ میرزا محمد کہہ کہ از اہل اللہ بود گفت کہ تو ہم شاعر و ہم عارف صاحب دو صفت کمالی بیت

قرنہا باید کہ تا یک کودکی از راہ عقل   عارف کامل بود یا شاعر شیریں سخن

مرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یابیست ہمچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست"

تاریخ گوئی

سرخوش کو تاریخ گوئی میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ راسخ۔ ملا مفید بلخی۔ صائب۔ ناصر علی سرہندی محمد علی ماہر۔ میر معزؔ وغیرہ بہت سے اعزّہ کی تاریخ وفات نہایت لطیف پیرایہ میں بیان کی۔ یہ سب اور ان کے علاوہ بہت سی تاریخیں کلمات الشعرا میں درج ہیں۔

ہجو

ہجوگوئی کی ایک مثال اوپر درج ہوچکی ہے۔ یہاں ہجو کے متعلق سرخوش کا عقیدہ درج کیا جاتا ہے۔
"اگرچہ ہجو گفتن شعار نیست وز بانرا بمذمت این ناکسان آلودن عار می داند مقرر شعر است که قابل مدح را قابل ہجو نیز میدانند و دولتمندان این زمانہ نہ قابل مدح اند و نہ قابل ہجو اما بہرحال ہجو شان لازم است ؎

جز ہجا کلک سزاوار نیست	مارکہ زہرش نبود مار نیست
گاو لیست زمین گرفتہ بر شاخ	بر پوزش عقرب لی نمایان
پیچد بسرش چو باد نخوت	نیشی زندش بامر یزدان
آن گاو پیش اہل دانش	صاحب دولت بود بدوران
اینہم ز غرور حشمت و جاہ	برتابد چونکہ سر ز فرمان
بر پوزش ہست نیز لازم	نیش ہجوی ز نکتہ سنجان

خودستائی

اگرچہ نقاد نگاہوں کو سرخوش کی تحریر میں جابجا خودستائی کی جھلک نظر آئیگی۔ لیکن اسکے لئے سرخوش کو مطعون کرنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تنقید کرتے وقت مبحث کے ماحول اور رواج زمانہ کو نظرانداز نہ کرنا چاہیئے۔ سرخوش بدقسمتی سے ایسے زمانہ میں ہوئے جبکہ ہندوستان میں شعر و شاعری ارباب دولت کی سردمہری کا شکار ہوچکی تھی۔ بادشاہ کا زہد خشک شاعروں کی تردامنی کا متحمل نہ تھا۔ اور بمصداق الناس علیٰ دین ملوکہم امرائے عہد اپنے بادشاہ کی روش کی پیروی کرتے ہوئے شاعروں کی قدرافزائی تو درکنار ان کے پرسان حال بھی نہ ہوتے تھے۔ اندریں حالات اگر سرخوش کو اپنے مرتبہ شاعری کا اظہار کرنے کے لئے دو چار کلمات کہنے پڑے تو اس کے لئے انہیں مطعون کرنے کے بجائے ہمیں ان کا ممنون ہونا چاہیئے۔

کلمات الشعرأ

سبب تالیف

کلمات الشعرا کا سبب تالیف خود سرخوش نے وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ ملاحظہ ہو:
پوشیدہ نماند عزیزانی کہ بیشتر بتالیف و ترتیب تذکرۂ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانیدہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ ذکر ہمیں ہا مرقوم۔ بخاطر فاتر گذشت کہ از روی نوشتہ یکدیگر سواد بر داشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد ؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد
طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چوں دریں ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازہ یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشان بیاضی بر روی کار اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بہ بجاست للہذا شمۂ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نور الدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالاں عہد عالمگیر شاہ کہ پایۂ معنی یابی را بمعراج کمال رسانده اند و فقیر سرخوش فیض صحبت اکثری دریافتہ و با بعضی نسبت ہمعصری داشتہ آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط رقم در آوردہ بہ کلمات الشعرا موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آوردہ "

سن تصنیف

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ کلمات الشعراء تاریخی نام ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ تذکرہ ۱۰۹۳ھ میں لکھا گیا۔ لیکن اس میں بعض حالات ۱۱۱۵ھ تک کے

ملتے ہیں مثلاً اس میں ناصر علی کی وفات کا ذکر ہے جو سنہ ۱۱۰۸ھ میں واقع ہوئی نیز سرخوش اپنے ایک برادر زادہ جس کا نام اسد اللہ ہے کی تاریخ پیدائش "شیر خدا" لکھتے ہیں جو بحساب ابجد سنہ ۱۱۱۱ھ ہوتی ہے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تذکرہ سنہ ۱۱۱۵ھ میں یا اس کے بعد دوبارہ مرتب کیا گیا۔ اس بات کی تصدیق مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی ہوتی ہے جو نسخہ (ہ) کے خاتمہ پر تحریر ہیں۔

"از وقتیکہ بہ تسوید این نسخۂ غریبہ پرداختہ ام چہار پنج مسودہ بدستخط خود نگاشتہ مرتب ساختہ ام۔ ہر مسودہ را یاران از غایت شوق بی رفت و روب نظر ثانی دست بدست نقل گرفتہ بردند و جا بجا شہرت دادہ۔ اگرچہ مقصود حاصل گیست امّا در کثرت عبارات تغیر و تبدیل واقع گشتہ و اشعار بعضی اعزہ دیگر داخل شدہ۔ قصہ کوتاہ کہ این نسخۂ ناسخ جمیع مسودہاست ہر کہ سابق دارد بشوید و این را بجان برابر دارد۔ از کاتب این نسخہ التماس آنکہ بنوعی کہ فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشتہ ہمیں قسم سطر موافق سطر بر نگارد۔ والسّلام۔

شہرت و اہمیّت

سرخوش کی زندگی میں ہی اس تذکرہ کی مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ لوگ ہاتھوں ہاتھ اس کی نقلیں اُتار کر لے جاتے اور دُور و نزدیک اس کی اشاعت کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سرخوش کی دیگر تصنیفات کا جو حشر ہوا یہ تذکرہ اس سے بچ گیا۔ اور آج اس کے نسخہ جات اس کثرت کے ساتھ پائے جاتے ہیں کہ کوئی مجموعہ مخطوطات فارسی ایسا نہیں جس میں اس کے نسخے موجود نہ ہوں نیز فارسی تذکروں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے نسخے اس کثرت سے ملتے ہوں۔

اس کی اہمیّت کے متعلق صرف یہی کہنا کافی ہے کہ یہ اپنی قسم کا واحد تذکرہ ہے جو اس زمانہ کے شعراء کے حالات سے ہمیں رُوشناس کراتا ہے جبکہ یہ طبقہ کس مپرسی

---

[1] افسوس ہے کہ کاتب نسخہ (ہ) نے مصنّف کی التجا کو ملحوظ نہ رکھا کیونکہ اس میں بھی وہی خامیاں پائی جاتی ہیں جنہوں نے سرخوش کو دوبارہ نظرِ ثانی پر مجبور کیا۔ مثلاً اس نسخہ میں بھی آمانی کے بیان میں نظیری نیشاپوری کے شعر درج ہیں۔

کے عالم میں تھا۔ اور امرائے عہد کی زہرہ گداز بے اعتنائی کے طفیل اپنی روشنی طبع کا ماتم کرتے ہوئے تقریباً ہر شاعر عزلت گزین ہو چکا تھا۔ کلمات الشعرا کی ورق گردانی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگرچہ عالمگیر کا زمانہ ہندوستان میں شعر و سخن کی کساد بازاری کا زمانہ ہے۔ لیکن اس زمانہ میں اچھے شاعروں کی کمی نہ تھی کمی تھی تو محض قدر دانوں کی۔

مآخذ

کلمات الشعرا میں جن شاعروں کا ذکر ہوا ہے اُن میں سے اکثر و بیشتر سرخوش کے ہمعصر تھے۔ بہت سے ایسے تھے جن سے سرخوش کو ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ اس لئے یہ تذکرہ زیادہ تر مصنف کے چشمدید حالات پر مبنی ہے۔ مزید برآں اس کو مرتب کرنے میں سرخوش نے میر معز موسویخاں کی بیاض موسوم بہ گلشن فطرت۔ بیاض محمد علی ماہر اور بیاض محمد زمان راسخ سے کافی مدد حاصل کی۔ اس میں جو اشعار درج ہیں وہ انہی تین استادان سخن کے انتخاب کردہ ہیں۔

طرزِ تحریر

یہ تذکرہ بہت آسان و سادہ عبارت میں لکھا گیا ہے۔ سرخوش نے عام فہم لیکن صاف و شستہ انداز میں اختصار کے ساتھ اپنا مطلب بیان کیا ہے۔ غیر ضروری عبارت آرائی اور لفاظی سے حتی الامکان پرہیز کیا گیا ہے۔

نسخہ جات

میرے تصرف میں کلمات الشعرا کے پانچ نسخے تھے۔ چار نسخے پروفیسر شیرانی کے مجموعہ میں ہیں اور ایک پنجاب یونیورسٹی کے مجموعہ میں۔ یہاں پر ان نسخوں کے متعلق چند الفاظ تحریر کرنا غیر مناسب نہ ہوگا۔

نسخہ (ا) مجموعہ شیرانی ع ۱۴۹۲ خوشخط نستعلیق کل ورق ۱۰۹ نقطے ندارد۔ جہاں دیئے بھی ہیں تو بے ترتیبی سے۔ کہیں کہیں املا کی غلطیاں بھی پائی جاتی ہیں۔ کاتب کا نام اور نسخہ کی تاریخ درج نہیں۔ خاصا پرانا معلوم ہوتا ہے۔ مکمل ہے۔

نسخہ (ب) مجموعہ شیرانی ع ۱۴۹۳ نہایت خوشخط نستعلیق۔ شعرا کے نام سرخ سیاہی سے

لکھے ہیں۔ شروع میں کئی نام چھوٹے ہوئے ہیں۔ طرز تحریر (ا) سے بالکل مختلف ہے۔ کہیں کہیں ترتیب میں بھی فرق ہے۔ حالات و واقعات میں بھی کمی بیشی پائی جاتی ہے۔ کاتب کا نام و سن تحریر درج نہیں۔ زیادہ پرانا معلوم نہیں ہوتا۔

نسخہ (ج) مجموعہ پنجاب یونیورسٹی۔ نسخہ دہم شہر رمضان ۱۲۶۱ھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ کاتب نے اختصار سے کام لیتے ہوئے بہت سے حالات و واقعات کو نظر انداز کر دیا ہے۔

نسخہ (د) مجموعہ شیرانی ع ۱۹۹۹ ناقص ہے۔ تاریخ درج نہیں۔ کافی پرانا معلوم ہوتا ہے۔ کچھ صفحات کم ہیں۔ ترتیب غلط ہے۔ اس پر ایک مُہر ثبت ہے جس پر "غلام حسین ۱۲۴۱ھ" لکھا ہے۔

نسخہ (ھ) مجموعہ شیرانی ع ۱۴۹۴ مکمل ہے۔ نسخہ (ا) سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دستخط کی عبارت یہ ہے۔

"ہزاران شکر و سپاس بجناب رب الناس کہ بیمن توفیق رفیقش نسخہ کلمات الشعرا تصنیف محمد افضل تخلص سرخوش بعون اللہ تعالیٰ مالک الملک ذی الجلال والاکرام بیدک الخیر و ہو علیٰ کل شیءٍ قدیر۔

بتاریخ پنجم ماہ رجب المرجب ۱۲۵۴ھ از دست خیریت خان صورت اتمام پذیرفت"

ان نسخوں کا آپس میں اس قدر اختلاف ہے کہ مجھے اس کے مرتب کرنے میں جو دقتیں پیش آئیں وہ میں ہی جانتا ہوں اسی وجہ سے اس پر بہت سا وقت صرف ہو گیا۔ اس کے باوجود بہت سے مقامات ایسے رہ گئے جو صاف نہیں ہوئے۔ ایسے مقامات نقل کر کے اپنے دوست مولوی غلام احمد گلبھی کے پاس حیدر آباد میں بھیجے تاکہ وہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ سے ان کا مقابلہ کر کے درست کریں۔ لیکن معلوم ہوا کہ کتب خانہ آصفیہ کا نسخہ نہایت بدخط شکستہ و ناقص ہے جس کی عبارت پڑھی نہیں جاتی۔ تاہم انہوں نے کوشش کر کے ان عبارات کا مقابلہ کیا اور جو لفظ پڑھے نہ گئے اُن کی شکل اُتار کر بھیجی۔ افسوس ہے اس سے چنداں فائدہ نہ ہوا۔ بہر حال میں نے اپنی طرف سے پوری کوشش تصحیح پر صرف کی۔ اس میں مجھے کہاں تک کامیابی ہوئی یہ آپ دیکھ سکتے ہیں۔

دلاوری

فہرست کُتب

فہرست مجموعہ مخطوطات انڈیا آفس
فہرست مجموعہ مخطوطات عجائب خانہ لندن۔ ریو
فہرست مجموعہ مخطوطات بانکی پور
فہرست مجموعہ مخطوطات اودھ۔ سپرینگر
جرنل رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد نہم
مآثر الکرام جلد دوم
نشترِ عشق
مجمع النفائس
تذکرہ طاہر نصرآبادی
تذکرۂ حسینی
مرات الخیال
مخزن الغرائب

بسم الله الرحمن الرحیم

سخن جانیست دیگر گفتگو جانان[1] ز من بشنو — اگر هر لحظه جان تازه[2] خواهی سخن بشنو

بعد حمد سخن آفرینی که حقیقت[3] انسانی را به شرافت امتیاز نطق اشرف مخلوقات ساخته و نعت نبی امی که نوک[4] قلم از عار شق نکرده بشق القمر پرداخت. فقیر حقیر سر خوش واضح می گرداند که سخن قدیم است ولایزال زیرا که کلام از جملهٔ صفات سنیهٔ الهی است و چون ذات قدیم ولایزال است صفاتش نیز می باید که قدیم ولایزال باشد. غرض تا بهار نطق در جوش است هر زبان با لفاظ رنگارنگ گلفروش. در جمیع افواه والسنه رتبهٔ کلام موزون از ناموزون و نظم از نثر زیاده وافزون است۔

بیت — آب بود معنی روشن غنی — خوب[5] گر بسته شود گوهر است

گواه صدق این دعوی مصرعهٔ برجستهٔ بسم الله الرحمن الرحیم. که دیباچه طراز عنوان آرای قرآن است و بیت برجستهٔ بلند ابروان را جای بالای چشم های خوبرویان خوش نگاهان. حکما گویند که در بدن آدمی عجائب بسیار است. اما دو چیز لغایت غریب و نادر است که عقل در ادراک آن عاجز و قاصر است. اوّل جستن نبض که بی نطق خبر از اعتدال و اختلاف امزجه میدهد و اطبا از آن سقم و صحت ابدان مطلع میگردند. دوم شعر یعنی کلام موزون که گرهی بر باد بیش نیست. بچه فصاحت و بلاغت و لطافت و نزاکت ترکیب می یابد که موجب یادگار و باعث زندگی تام در روزگار میگردد. سخن سنجان به نسبت آن از همه گروه ممتاز اند و بتلمیذ الرحمانی معزز و سرفراز چنانچه ملّا ظهوری فرماید۔

بیت — ز حیوان نطق آدمی برتر است[6] — پس آدم تر آنکو سخن ور تر است

نسبت شعرای کرام با نبیا علیهم السّلام اقرب واقع است زیرا که رجوع هر دو طائفهٔ عالیه همیشه بمبدء فیاض و عالم غیب است چنانچه مولوی نظامی در مخزن اسرار فرماید

پیش و پس قلب صف کبریا — پس شعرا آمد و پیش انبیا

---

[1] د- جانان من بشنو [2] د- تازه بخواهی [3] ج- خلقت [4] د- که از شق نوک قلم عار کرده [5] ج صاف [6] د- بهتر

بیقین باید دانست کہ ذکر احوال و استماع اقوال این عالی فطرتان خالی از فائدہ کلی و منفعت تام نخواہد بود۔ و پوشیدہ نماند کہ عزیزانی کہ پیشتر بتالیف و ترتیب تذکرۂ شعرا پرداختہ اند ابتدا از احوال و اشعار حکیم رودکی کردہ تا بسخنوران عہد خویش رسانیدہ اند۔ اکثر تواریخ و تذکرہ تا زمان عرش آشیان اکبر بادشاہ رقمی گشتہ۔ در ہر تاریخ احوال ایشان مسطور است و در ہر تذکرہ ذکر ہمیں ہا مرقوم بخاطر عاطر گذشت کہ از روی نوشتۂ یکدیگر سواد برداشتن و نقل نویسی کردن لطفی ندارد ؎

مکرر گرچہ سحر آمیز باشد　　طبیعت را ملال انگیز باشد

مناسب چنان می نماید کہ چوں دریں ایام رواج سخنان رنگین خیالان و معنی تازہ یابان بسیار است و اشعار جواہر عیار ایشاں بیاضی برروی کار۔ اگر بترتیب احوال و تدوین اقوال ایشان سعی نمودہ آید بر بجاست[1] لہذا شمۂ از احوال و اقوال سخن سنجان عصر نور الدین جہانگیر بادشاہ تا نازک خیالان عہد عالمگیر شاہ کہ پایۂ معنی یابی را بمعراج کمال رسانیدہ اند۔ و فقیر سرخوش بفیض صحبت اکثری[2] دریافتہ و بالبعضی نسبت ہمعصری داشتہ۔ آنچہ بگوش خوردہ کم و بیش موافق ترتیب حروف تہجی بقید قلم و ضبط[3] رقم در آوردہ بہ کلمات الشعرا موسوم گردانید و تاریخش نیز از نام بر آوردہ۔ ہر کہ از نعمت الوان ایں خوان احسان فائدہ بردارد امید کہ ایں ریزہ چین زلۂ کرم را بالفاتحۂ خیر یاد آرد ؎

داخل[4] اہل سخن نیست بہ پیش دانا　　ہر کہ نامش نہ بود در کلمات الشعرا

امیر الٰہی

در عہد جہانگیر بادشاہ از ولایت ہمدان بہندوستان آمدہ۔ شاعر نازک مزاج و خوش خیال بودہ۔ دیوانی مشہور دارد۔ چون نام مبارک الٰہی تخلص کردہ تعظیماً ابتدا از وی نمودہ شد۔ از وست ؎

روی در ہم میکشد[5] از روی ما آئینہ ہم　　چین پیشانیست گویا آیۂ[6] در شان ما

وہ ہر انتقام آن کشند اکنون زمن کہ داشت　　آسودہ چند روز بہ پشت پدر مرا

نیم جو کام از فلک حاصل نشد کان تنگ چشم　　خوشہ سان در کیسہ پنہاں میکند سر دانہ را

زبس طراوت رویش نمیتواں دانست　　کہ شبنم است بگل یا گرہ بہ پیشانی

---

[1] ج۔ نماید۔ [2] برجاست۔ [3] ا۔ بعض۔ [4] تحریر شدہ۔ [5] داخل اہل سخن نیست برِ اہل ذکا۔ آنکہ فیضی نبرد از کلمات الشعرا۔ [5] د۔ میکند۔ [6] ب۔ آیتی شد ب۔ ما۔

۷ میرزا جلال اسیر

از نجبای ایران بود بهند نیامده- دیوانش مشهور است- اشعارش خالی از دقت آفرینی نیست ازوست ؎

کدام روز که سرمشق انتظارم نیست | کدام شب که سرگریه درکنارم نیست
خاطرم زیر فلک از جوش تنگی گرفت | دامن این خیمهٔ کوتاه را بالا زنید
گشتم غبار و از سر کویت نمی روم | دیگر چه خاک بر سر طاقت کند کسی
شکستی کز دل افتادگان خیزد خطر دارد | مبادا شیشهٔ یارب ازین طاق بلند افتد

میاں ناصر علی این دو بیتش را اکثر بر زبان داشت و محظوظ بود ؎

نکند فیض ادب رنج خموشی ضایع | هر سوالی که نکردیم جوابی دارد
شش جهت مشت غباری شد پر از گرفت | برق جولان که در خرمن خاک افتاده است

فقیر بجای مشت غبار، مشت شرار مناسب تر میداند- گر قبول افتد-

۸ میرزا ابراهیم ادهم

سید عالی نسب صفوی نژاد است- در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده- دیوانه مشرب و بی باک بود و جنون ساخته داشت- باهمه بزرگان بشوخی پیش می آمد طبعش بطرز ایهام میلی تمام داشت و از تمامی مثنوی زلالی سه بیت انتخاب کرده- الحق آن هر سه بیت انتخابیست- یکی در تعریف باغ و بهار گفته ؎

نزاکت آنچنانش نخل بستی | که بار رنگ شاخ گل شکستی

دویم در وصف اسپ بادرفتار گفته است ؎

ز جستن جستن او سایه در دشت | چو زاغ آشیان گم کرده میگشت

سویم در تاریکی شب دیجور میگوید ؎

کواکب می نمودی در زمانه | چو چشم گربه در تاریک خانه

گویند روزی در مجلسی وارد میشود- امرد پسری را در پهلوی عزیزی می بیند- رفته در طرف دوم آن عزیز

---

۷ ب- کویش ۸ ا- نقش،

می نشینند و اظهار گرمجوشی میکند و آشنائی بهم میرساند و آهسته گوشش میگوید که چه نسبت که این پسر را برای مالشته کنی[1]" او گفت "صاحب چه می فرمایند این خود پسر منست" می گفت "همچنین اپس غلط کردم بادیگری می باید گفت" یک بیت در تعریف فقر خوب گفته از وست ے

ایکه آرام دل خود بجهان می خواهی — بعد درویشی اگر هیچ نباشی شاهی

من اشعاره ے

جامه گلگونی که از خونریزیم آزرده نیست — گر نمش دامن بگیرم[2] خون من خود مرده نیست

چمن جویای وصل کیست کز جود رخیابانش — سراسر میرود چاک گریبان تا بدامانش

برای نثارش ز شرمندگیها — اگر جان نمیداشتم مرده بودم

اوهم صبح است وقت می نوشیدن — شوم است بجمور سحر خوابیدن

آن نشئه که در می صبوحی بینی — برخیز که در خواب نخواهی دیدن

امانی

[4] خان زمان خلف مهابتخان خانخانان سپهسالار طبع رسا داشت دیوانی رنگین گذاشته[ب] از وست ے

گرنیم مائل رخسار تو حیرانی چیست — ور ندارم سر زلف تو پریشانی چیست

در ره عشق صلاح از من رسوا مطلب — کافر عشق چه داند که مسلمانی چیست

بیا د کعبه چه سر میزنی خدا اینجاست — بطوف مرده کجا میروی صفا اینجاست[ب]

در باغ چسان توبه توان کرد امانی — هر شاخ[ب] و گلی ساقی پیمانه بچنگ است

ظفرخان احسن[۵]

خلف رکن السلطنت خواجه ابوالحسن[۶] صاحب طبع عالی بود دیوانی رنگین با مثنوی پر مضامین ترتیب داده اکثر بصاحب صوبگی کشمیر و کابل عشرت اندوزی داشت وقتیکه ناظم کابل بود میرزا محمد علی صائب

---

[1] لا، بهاکنی - ب "تعینه" کنی - تنه شدن در اصلاح بعضی بمعنی قبول کردن و راضی شدن است مانند تن در دادن (فرهنگ آنند راج) [2] ج، نگیرم [3] ب، جویان [4] ب ده "در طبابت نیز وقوف را کار میفرمود" [5] د، شیدا [6] بعض نسخه ها مثل ب و ج: این دو بیت نیز دارد - ولی این هر دو بیت از آن نظیری نیشاپوری است - رجوع شود بدیوان نظیری ے
زپای تا بسرش هر کجا که می نگرم — کرشمه دامن دل میکشد که جا اینجاست
بغیر دل همه نقش و نگار بیمعنی ست — همین ورق که سیه گشته مدعا اینجاست
[7] د، هر شاخ گلی [8] ج، ابوالحسن قزوینی - لا، ابوالحسن تربتی،

تبریزی بشوق دریافت صحبتش از ایران آمده مدتها گذرانیده خان قدردان در احوال پرداز یش سعی موفوره بجا آورده بانواع مراحم و الطاف پیش می آمدند تذکرهٔ اشعار شعرای کامل که باوی رابطهٔ آشنایی داشتند مثل صائب و کلیم و سلیم و قدسی و سالک یزدی و قزوینی و دانش و میر صیدی وغیرهم که دران زمان کوس سخنوری مینواختند انتخاب هر کدام بخط او نویسانیده بر پشت هر ورق صورت آن معنی سنج نیز ثبت کرده بود یک ورق که بر و شبیه کلیم بوده فقیر دیده و صورتش را زیارت کرده ام - ازدست ؎

به تیغ بی نیازی ناتوانی قطع هستی کن — فلک تا افگند از پا ترا خود پیش دستی کن

وله — بهر کجا که پیمم وصف دوستان گویم — برای یار فروشی دکان نمی باید

وله — از سبزهٔ تیغ بر کمر گل بهار نیست — گر تو به خضر وقت شود جان نمی برد

ز بهرستیم کی کار با جام شراب افتد — مرا از گفتگوی باده سرخوش می توان کردن

۲ عنایت خان آشنا

خلف ظفر خان جوان دلچسپ بود دستی در انشا پردازی نیز داشت - احوال سی ساله پادشاهی شاهجهان بادشاه غازی را از ملا حمید وغیره فصیح تر نوشته - اما به اعتقاد فقیر از منطوقهٔ "خیر الکلام ماقل و دل" این نیز بهره نداشت - ازدست ؎

درد و درمان را بهر که غرض عشق او بجا — زخم بر داریم و بگذاریم مرهم را بجا

ناقصان هم بدرش چشم طمع دوخته اند — کور پیوسته نظر جانب بالا دارد

بنشین بگوشه اگه آزردهٔ ز خلق — پای شکسته تو بجای نرفته است

در سبکساریست آسائش — سایه خوابیده قطع راه کند

نقل - گویند در امروی صاحب جمال بوده - در ایامی که خط سبزه پر یزاد حسنش را در شیشه کرده - درویشی موزون طبع برائے دیدنش آمد چون بار نیافت این بیت نوشته اندرون فرستاد ؎

ناز بیجا چه کنی چون برخت ریش آمد — شرم کن شرم که روز سیه است پیش آمد

---

[۱] ب، مستی [۲] ب، - روم [۳] ۵، - شاید [۴] د - عنایت خان احمد [۵] ۷ - واضح تر [۶] ۷، "فقیر نیز از این قبیل بلینی دارد - سرخوش - بوصل دوست محالست گر رسیدن ما - نرفته است بجائی ز خویش رفتن ما" [۷]
در نسخه "ب" این حکایت به آصف قمی منسوب است ،

۶۱

آصف قمی

دیوانی مختصر دارد۔ در زمان شاہجہان بادشاہ بہندوستان آمدہ ہیچ جا رشدی نیافت غیر از بن مطلع ندارد ؎

شعلہ ایم اما زدود دل سیہ پوشیم ما — چون چراغ لالہ می سوزیم و خاموشیم ما

این بیت او ہم خالی از مزہ نیست ؎

یک طرف صبح وجود و یک طرف شام عدم — درمیان نور و ظلمت جوہر آئینہ ام

بکمالات صوری و معنوی ممتاز مولوی محمد سعید اعجاز

مجموعۂ مکارم اخلاق و گل سر سبد انفس و آفاق است بیشتر عمر شریف او در تحصیل علوم معقول و منقول و اکتساب فضائل میگذرد بیشتر اوقات بشغل درس علم دینی و افادت و افاضت مصروف است۔ گاہ گاہ بحسب صفائی ذہن و جودت طبع بفکر شعر نیز می پردازد و داد خوشخیالی و نازک بندی میدہد۔ و درین بیت ناصر علی تصرف بجا کردہ کہ ہمہ اعزہ پسندیدہ ند ؎

خیال بیکسی من وفا بیادش داد — بجای شمع دل آورد بر مزارم سوخت

دل آوردن و سوختن اندک تردّدی داشت مصرعہ۔ بجای شمع دل یار بر مزارم سوخت۔ گفتہ درست کردہ۔ و در وقت رفتن بلاہور مطلع عارفانہ بکیفیت تمام گفتہ بود۔ بیت

کشیدہ ام ز جنون ساغری کہ ہوش نماند — دگر معاملہ با پیر می فروش نماند

فقیر در جوابش مطلعی بعرصۂ ظہور جلوہ دادہ ؎

سر خروش گداخت حیرت حسن تمام خروش نماند — چو برگ گل ز تبسم بہ زلب خموش نماند

من اشعارہ ؎

خمار آلودہ شوخی از چمن پیچیدہ دامان شد — شکست رنگ گل مہتاب را چاک گریبان شد

تقاضای تبسم گل میکند از انفعال او — نگاہی کز حیا دزدید شوخی ہای مژگان شد

شب کہ بی روی تو گلشن غنچۂ دل تنگ بود — شعلۂ آواز بلبل آتشی در سنگ بود

برق جولانی کہ گرم صید ازین وادی گذشت — بر طپیدن ہای نبض جادہ صحرا تنگ بود

لہ کا: ہیچ جا رشدی نکرد مستہ این شعر از نسخہ ب وج، افتادہ است سہ ب، ما سکہ ج: حسرت شہ ب، گر،

دل غمدیده را اسباب راحت[1] میشود کلفت — فتد از مرهم کافور گل در چشم داغ من
شکستم رنگ دل آئینه دارا نبی نشان جستم — در برو روی خود وا کرده ام در محو تماشایم

۹ ملا محمد سعید اشرف

از خوش خیالان زمان است در عهد مبارک عالمگیر شاهی از ولایت بهندوستان آمده. نواب زیب النسا بیگم خلف بزرگ بادشاه دین پناه از ره قدر دانی دستگیری احوالش نموده در ملازمت خویش نگاهداشته. معنی یاب خوش خیال است. اکثر تلاش بطرز ایهام میکند. عجب صاحب قدرت است که در خانهٔ میر معز موسوی خان دیده ام که نشسته باهم حرف میزدند و سخنهای همدیگر می شنودند و می خواندند و قلم بر میداشت و مثنوی و غزل و رباعی تازه[2] بروی کاغذی نگارد گاهی سر بگریبان تفکر فرو برده مثنوی قضا و قدر قریب هفتصد بیت بهمین دستور بحضور یاران گفته و نوشته. در وی تلاشها کرده و معنی های تازه یافته. در ماتم سوداگرزاده که بدریا مرده گفته —

نبودی چون دران دریا میسّر — کف خاکی که افشانند بر سر
بیاری از سر مرد یتیمی — فرستادی گهر گرد یتیمی

با میرزا صائب و میرزا طاهر وحید و غیرهم از سخنوران ثقهٔ ایران صحبتها داشته. در ین مصرع میرزا صائب ع — عیبی بعیب خود نرسیدن نمی رسید

روبرو ویش دخل بجا کرده گفت یک بای دیگر میخواهد یعنی عیبی به بعیب خود نرسیدن نمی رسید میرزا صائب و دیگران از حاضران بغور و فکر بسیار بکنه دقت این خطا واقف گشتند. من اشعاره —

از تغافلهای پی در پی مگر یادش کنم — بازم چندان به بخت خود که بیدارش کنم
خاکساری سرفرازی میشود در میکشی — شور مستی چتر می سازد دم طاوس را
[3] چو آن آبی که شوید طفل روی مشق خود را — هزاران حرف در هر قطرهٔ اشکی نهان دارم
جلوهٔ نازت رسائی داد بیداد مرا — کوه تمکینت دوبالا کرده فریاد مرا
کی شود آزاد از زلف گره گیرش کسی — دانهٔ زنجیر در دام است صیاد مرا

---

[1] ب: الفت [2] ب د ج: تازه مضمون [3] در نسخهٔ "ب" این واقعه در ذکر میر معز موسوی خان مرقوم است و در نسخه "د" در ذکر محمد سعید اعجاز نوشته شده است [4] این بیت از نسخه "ج" افتاده است

گرد خط آخر برای چهره ات اکسیر شد ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ این غبار از بهر جسنت خاک دامنگیر شد
از پریشان حالی آخر کارمن صورت گرفت ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بسکه مو آمد بکلکم خامهٔ تصویر شد
در نامهٔ زمانه بجز حرف جنگ نیست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گویا که از سیاهی لشکر نوشته اند

۱۰ محمد ابراهیم انصاف

جوان طالب علم بود طبع سخنوری نیز درست داشت بخدمت میر معز موسوی خان شعر میگذرانید معنی تازه فکر میکرد در عین جوانی بقضائی ربانی ودیعت زندگانی[۱] سپرد من اشعاره ؎

سوی پستی است دهر پایهٔ رفعت نهان راهی ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ بود این کوه را هر تخته سنگی بر سر چاهی
نسازد غم بهٔ بیتاب محبت شادمانی هم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ گران باشد بدین بیمار مردن زندگانی هم
حائل خورشید وحدت زنگ هستیهای ماست ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ چون زمین از پیش برخیزد روز و شب یکیست

اگرچه این معنی از مولوی روم است که فرموده اند ؎

چون زمین برخیزد از جو فلک ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ نی شب و نی سایه[۲] باشد فی دلک

اما چون بیت خوب بسته بود فقیر نیز این معنی را شوختر ازین بسته درست کرده ؎

سرخوش، حائل خورشید وحدت شد غبار هستیم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ چون بساط خاک برچینند روز و شب یکیست

۱۱ محمد صادق[۳] القا

در فن مورخی[۴] که تعداد آن بالوف گشته[۵] وقوف تمام وارد و هوای خیالات بلند در سر بیتی که قریب الفهم بود ایراد یافت ؎

زبسکه حیرت دل شد نثار[۶] پردهٔ چشم ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ نگه چو صورت دیباست تار پردهٔ چشم
بعد[۷] فکر یازده سال از خط پشت لبش ‌‌‌‌‌‌‌‌‌‌ حسن مطلع کرد پیدا مطلع ابرو نویس

۱۲ میر محمد[۸] احسن ایجاد

از نجبای سادات سامانه است۔ در خوشخیالی و نازک بندی یگانهٔ زمانه صاحب فکرهای بلند است و از علوم متداوله نیز بهره مند۔ غزلهای طرحی را بقدرت و سامان تمام میگوید و نثر را بطرز خاص خود می نگارد

---

۱ حیات ۲ ج، ر، روز ۳ ذکر این شاعر در بعض نسخه ها مرقوم نیست ۴ ج و ۵ ا، تاریخی ۶ ج ا، کشته ۷ ب، نیاز ۷ این بیت از اکثر نسخه ها افتاده است ۸ ج ا، اتحاد،

(مردیست باخلاق حمیده متّصف وظاهر و باطن آراسته. و صحبتهای بزرگان دریافته و همه جا مقبول بوده و این چند بیت آئینه دار افکار اوست) ؎

بسکه پر گردید گوشم از صدای عندلیب　　بوی گل گر بشنوم دانم نوای عندلیب
گر سراغی گیری از عاشق فغان آئینه است　　در غبار ناله باشد نقش پای عندلیب
شب ناله دوزخ شرر یم گرم اثر شد　　خاکستر دل بال و پر افشاند سحر شد
طومار هوا یکقلم از شعلهٔ آهم　　چون کاغذ آتش زده افشان شرر شد
جلوهٔ معنی ندیدم در صفای قیل و قال　　سبز شد هر جا سخن آئینه در زنگ بود
شد غبار آلود کلفتها زلال زندگی　　مشت خاکی از بدن تا بر سر ما ریختند
حال سنگینی هجران تو انشا کردم[۱]　　سطر در صفحه فرو رفت چو زنجیر در آب

ملّا علی تورانی[۲]

فقیر مشرب صاحب همین یکدو[۳] بیت بود. از وست ؎

هر که شد خاک نشین برگ و بری پیدا کرد　　سبز شد دانه چو با خاک سری پیدا کرد

ازانجا که مقررهٔ سخنوران خوشخیال است ؎

بیک بیت دعوی امسلّم بود　　اگر مصرعهاش مصرعهٔ هم بود

موافق این قول درین اوراق نام اکثری مرقوم گشت.

میرزا عبد الرسول استغنا[۴]

شعر[۵] بطرز قدیم بسیار گفته یکدو بیت ازو بخاطر است ؎

بکین[۶] چون منی آن دوستی دشمن چه می آید　　غریبم خاکسارم. عاجزم از من چه می آید
میتوان آورد استغنا سفارش نامهٔ　　چرخ کج رو را اگر دانیم اندیاران کیست

---

[۱] این عبارت فقط در یک نسخه است (نسخهٔ ا) [۲] ب، کردم [۳] ا، آملی تورانی [۴] ا، علی تورانی ایما [۵] ج و ب، صاحب همین بیت بود و بس [۶] نسخهٔ ب، بخشی شکار شاهزاده محمد اکبر بود [۷] ب خون من بجای چون منی نسخهٔ (د) بجائے هر دو بیت مذکورهٔ بالا. فقط همین یک بیت داده است جگر خون می کند رنج عزیزان راحت ما را　فلک دولت بهر کس میدهد منت بما دارد [۸] در بعض نسخهها مثل ب و ا و ج، بعد ذکر این شاعر حالات شیخ بهاؤ الدین بهائی و باسط درج است. لاکن ذکر ایشان در نسخهٔ (ل) مرقوم نیست. در نسخهٔ (لا) بجائی باسط، با فرو اماد نوشته است. ذکر هر دو سخنوران در نسخهٔ (ب) این طور است. (بقیه حاشیه صحفه ۱۰ پر)

بینش کشمیری ۱۵

تمام دیوانش را سراسر سیر کردم غیر ازین دو بیت تلاشی بنظر نیامده از وست ؎

هر پارهٔ دلم چمنی از نگاه اوست　　آئینه چون شکسته شد آئینه خانه است

در راه وصال تو زلبس چشم براهم　　چون جاده بود خاک نشین مدنگاهم

باقر تبریزی ۱۶

بسیار خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده ام از وست ؎

بی تو شب ماه تیره روزان　　چون چشم سفید گشته تار است

همچو غنچه تا بکی در بند خود باشد کسی　　خیمه زن چون لاله بیرون از سواد خویشتن

ابوالحسن بیگانه ۱۷

بهند نیامده دیوانش پیش میر معز موسویخان بنظر افتاده این چند بیت او از زبان میر معز شنیده ؎

احوال شب از شمع سحرگاه چه پرسی　　از سوختگان قصهٔ جانکاه چه پرسی

مهتاب ز ویرانهٔ من گرد بر آورد　　ای سیل بسر منزل من راه چه پرسی

آئینه ز عکس تو در آغوش گداز است　　آگه نه از حال دلم آه چه پرسی

بر شیشهٔ دل خورد ز بس رنگ تو سنگی　　هر پارهٔ این شیشه صدا کرد برنگی[1]

رفیع خان باذل ۱۸

برادر زاده محمد طاهر وزیر خان عالمگیر شاهی صاحب طبع رساست و جوان قابل ـ کتاب معارج النبوت[2] در زمین شاهنامه فردوسی بنظم در آورده و در انجا تلاشها کرده حملهٔ حیدری نام نهاده

(بقیه حاشیه صفحه ۹)

شیخ بهاؤ الدین بهائی تخلص

از فحول علمای مذهب امامیه است. تصانیف عالی دارد گاهی بفکر شعر نیز می پرداخت این قطعه از وست ؎

مرا از روی تعصب معاندی پرسید　　پدر روی چه معنی نداشت ربیع الله　　جواب ادم و گفتم که او بشیر بود　　با محمد عربی جمیع خلق رانه الله

مبشر ازلی آن کو بشارت آرد نزد　　روا بود که دو منزل یکی کند در راه

باسط

از مستعدان زمانه است در ولایت ایران عَلمِ علم افراخته. جامع علوم عربیه بود بفکر شعر هم توجه داشت ؎

به بی ستون نظری کردم و یقین دیدم　　که کار تیشهٔ فرهاد نیست کار دل است

[1] ج : بارش تبریزی ۔ این بیت از نسخه د : افتاده است [2] ج : معراج النبوة

قریب بہ چہل ہزار بیت رسیدہ. من اشعارہ [۱]

عشق را با ہر دلی نسبت بقدر جوہر است — قطرہ بر گل شبنم و در قعر دریا گوہر است

عارض گلرنگش از می شمع ایمن می شود — از برای آتش گل آب دامن می شود

بسکہ شرح غم دل مضطرب احوال دہم — بکبوتر چو دہم نامہ پر و بال دہم

ہرگاہ برد مستی چشم تو ز ہوشم — لبریز شود چون خم می سینہ ز جوشم

چہ نشاط بادہ بخشد بمن خراب بی تو — بہ دل گرفتہ ماند قدح شراب بی تو [۲]

۱۶ ملا جامی لاہوری نامدار خانی بیخود تخلص

شاعر غرا صاحب دیوان ضخیم بود و قصاید و قطعہ ہا بسیار دلچسپ رسا داشت [۳]. در تاریخ یابی کارہای دست بستہ میکرد چنانچہ تاریخ تولد میرزا اسمعیل خلف ارشد نواب عمدۃ الملک [۴] امیر الامرا اسد خان کہ الحال ذوالفقار خان بہادر نصرت جنگ [۵] خطاب دارد از وست ع

"ز برج اسد رو نمود آفتاب"

تاریخ تولد شرف یار خان پسر کلان کامگار خان "شرف یار کامگار" یافتہ. وقتیکہ در خانہ نامدار خان پسر اول باسم حمزہ میرزا تولد شد تا شش روز جشن ملوکانہ کردند ہر روز قطعہ تاریخی گذرانیدہ داد تلاش دادہ. چند مصرعہ در مادہ تاریخ نگاشتہ می آید. از وست -

'نونہال نامدار جعفری آورد گل'

'زر کامل عیار جعفری بہ جہان آمد'

'آمد دُر نامدار و شہوار'

---

[۱] ب: ا د [۲] ج: میخانہ [۳] نسخہ ب اشعار ذیل ہم دارد

توچنان رمیدی از من کہ بخواب ہم نیائی — بکدام امیدواری بردم بخواب بی تو

دل داشتیم دادیم. جان بود عرض کردیم — چیزی کہ یار خواہد حاضر است ماندار ییم

از فدای خویش خطی کاملی برداشتم — کز میان جان و جانان حائلی برداشتم

صد جگر خون از کجا ہر روز صرف غم کنم — منکہ از ملک عدم با خود دلی برداشتم

تخم اشکی ریختم چیدم گلی رسوائی — دانہ افشاندہ بودم حاصلی برداشتم

[۳] ب: ہم صحبتم بود [۴] ب: عمدۃ الملک [۵] ب: سپہ سالار

"بگفت آن گوہر والا نجابت از دو سود دارد"

چنین تاریخ ہرگز کس نگفته | کس از ہند و عرب یکغنچه نشگفت
بهن گفتند تاریخی ادا کن | که سازد سال ہند و با عرب جفت
دمم صبحی بتف کرد این معما | بمژگان دیده راه فیض میرفت
که این یک چشمه طفل توامان دار | ز بطن غیب در مهد دلم خفت
پی تاریخ ہند و عرب دل | ز ہجرت یکهزار و شصت و نه گفت

برای تولد پسر امیری تاریخی گذرانید. ترشحی از سحاب کرمش ندیده. برعکس گفته بنقریبی گفته رانید که ماده تاریخ این است ع

"............[1]"

قصه حسن[2] دل رانظم کرده ودروی داد سخن دری داده - که این دو بیت در تعریف ساقیان مجلس از ان مثنوی اوست

یکی را ساده رخ آئینه آسا | یکی را جوہر از آئینه پیدا
گلستان یکی بی سنبلستان | یکی رابوستان گرد[3] گلستان

بنام نامدار خان گفته حسن نامدار خانی نام نهاده و تاریخ تصنیف آن هم ازین نام برآورده از مشفقان فقیر بوده وقتیکه برای خود سرخوش تخلص پیدا کرده - اول پیش او رفته ظاهر ساخت او بسیار خوش کرده فاتحه خیر خوانده مقرر ساخت. سجع خاتم او ع

"جامی از جام حمد بیخود شد"

بعد از وفات او فقیر از همین سجع تاریخی بی کم و کاست برآورده

رفت جامی بیخود از عالم | در ریاض جنان مخلّد شد
ہاتفم گفت مصرعهٔ تاریخ | جامی از جام حمد بیخود شد

همین قسم فقیر تاریخ فوت فضایل خان شیخ سلیمان از نام برآورده و باد اهی خوش در رباعی لسبته

---

[1] ماده تاریخ فحش بود لهذا حذف شد [2] ج. حسن ابدال را [3] بوده. کرده [4] مجدد شد ب و ۵ [5] سجع او بعد فوت شد تاریخ [6] ... تاریخ قضای شیخ سلیمان

شد شیخ سلیمان بسوی دار بقا — وارست ز قید هستی بی سر و پا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات — پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

گویند وقتیکه پیش نواب جعفر خان نوکر شده. پایهٔ در مجلس نشستن نداشت. قطعهٔ بدین مضمون در مدح گذرانیده که دو بیت از ان قطعه است ؎

بهین طاعت حق نماز است وروی — گهی بنده ایستد گاز پا نشیند

اجازت نشستن و مصاحبت حاصل کرد۔

روزی[1] در خانهٔ لهراسپ بیگ بخشی نامدار خان مهمان بود، دیگچه پر از شراب در پهلو داشت۔ هر لحظه جامی بدست خود پر کرده میخورد و همچو بلبل مست شعر خوانیها میکرد. چون یاران بنماز برخاستند رفت و با جماعت نماز بگذارد گفتم اخوند صاحب این چه طور نماز است. گفت بابا نماز بکیفیت[2] همین است. بعد ازاں بمیرزا لهراسپ بیگ گفت شما شعر ہای این جوان شنیده اید گفت تا حال این جوان را موزون هم نمی دانستم بعد ازاں بفقیر تکلیف کردند مطلعی تازه گفته بودم برخواندم ؎

کجاست دیدهٔ جویای ره کجاست ترا — وگرنه هر مژه انگشت رهنماست ترا

اخوند لب به تحسین و آفرین کشود و گفت هزار غزل ما بیک بیت شما نمی رسد. روزی نامدار خان ماربا نی کلاونت که منظور نظر عاطفت ایشان بدرجه کمال بوده از حمّام برآمده در جامه خانه برای رخت پوشیدن نشستند چون فارغ شدند گفتند لائق پنجهزاری منصب است. ملا بیخود حاضر بود بعرض رسانید که اگر نواب بادشاه باشند۔ از جملهٔ اشعار آبدار اخوند بالفعل دو رباعی بخاطر بود درایراد یافت۔ رباعی

هرکس که دل از مدار دنیا برداشت — عبرت ز شمار کار دنیا برداشت
گویند زمین بر سر گاو است بلی — گاو است کسی که بار دنیا برداشت

سگ سنّی و خر شیعه اگر مشهور است — در خصمی شان بیکدگر مشهور است
دانا نکند[3] تعصب از هیچ طرف — دندان سگ و گوشت خر مشهور است

---

[1] در نسخهٔ (ا) همین یک بیت است که نوشته شد. در نسخهٔ (د) بیت اول این قطعه هم درج است و آن اینست۔
بود طاعت فرض همچو نماز — بفرما گهی بنده از جا نشیند

[2] ازین جا تا آخر بیان این شاعر از بعض نسخه ها افتاده است [3] (ا) بکیف [3] (د)۔ نکشد،

۴۰ بحر[1] بی ساحل میرزا عبدالقادر بیدل

اُستاد فن است بسیار گو و خوب[2] گو است امروز در دارالخلافه کوس رستمی مینوازد و بداد معنی یابی و نازک بندی میرسد دیوانها و مثنویات متعدد دارد و نثرهای رنگین نیز می نگارد و درین عهد شاعر غزا چون او نیست[3] وجود شریف او غنیمت است[4] بسیار خوش خلق و آرمیده. بیتی در تعریف کوه از وست ؎

مزن بر سنگ او زنهار دستی　　که مینا در بغل خوابیده مستی

این چند شعر از زادهای طبع اوست. از زبان میر محمد زمان شنیده ام ؎

بر روی ما چو صبح نه رنگی شکسته است　　گردی ز دامن طپش دل نشسته است
مالاف همت از مدد عجز میزنیم　　پرواز ما چو رنگ بر بال شکسته است
بعرصهٔ آفاق جای جلوه یک ناله نیست　　نی گره از تنگی این بیشه پیدا می کند
بمحفلی که دل آئینهٔ رضا[5] طلبی ست　　نفس درازی اظهار پای بی ادبی ست
ذوق آغوش دوئی در وصل نتوان یافتن　　بی خبر مجنون ما محمل[6] شد و لیلی نشد
شب که دل از پاس[7] مطلب بادهٔ در جام کرد　　یک جهان حسرت بطوفان داد و آهش نام کرد
عشرت ما چون نگاه از بس تنک سرمایه است　　سایهٔ مژگان تواند صبح ما را شام کرد[8]
حیرت آهنگم که می فهمد زبان راز من　　گوش بر آئینه نه تا بشنوی آواز من

رُباعی

زاهد آنسوی فطرتت مردانند　　در معبد شوق نیستی مردانند
یکره خبر از کاغذ آتش زده گیر　　تا سوختگان چه بیسکر دانند

---

۱ ج: سرآمد سخنوران کامل ۲ ب: خوش ۳ ب: درفقر و توکل بادشاه وقت خود است. هفت هزاری امرای نامدار در خانه اش می آمدند و مثنوی های متعدد باسم محیط اعظم و طلسم حیرت و چهار عنصر و طور معرفت وغیره دارد. درهمه جانکته سنجیها کرده ـ
۴ ج: تصنیفات شریفش زیاده (۱۵، پانزده) آثار درآمده. فقیر شاهنامه فردوسی و مثنوی مولوی روم را سنجیده باوجودیکه تقطیع کلان بر قلم بود. هفت و نیم آثار درآمده پنج هزار بیت در دیوانش ردیف میم است ۵ ا، ضیا
۶ ا، لیلی شد محمل نشد ۷ ا، یاس ۸ ب، بچشم بسته خیال حضور حق بستن
اشاره نیست که این جانگاه بینا نیست

رُباعی — ہر تیرہ درونی کہ حسد شامل اوست — بر تہمت پاکان نظر باطل اوست
روپنبہ بسقف خانہ آویزہ وبہ بین — دودی کہ ز شمع سر کشد مائل اوست[1]

بہرین رُباعی خود بسیار محظوظ اند ۔

رُباعی — ہر چند طلب بہ صد فنونست اینجا — در یوزہ دیدار جنونست اینجا
از ہیئت چشم و مژہ غافل نشوی — دستی دگر از کاسہ برون است اینجا

ایضاً — آہنگ جلالی کہ بمش زیر شود — چو دانگری جمال تاثیر شود
آن بادۂ شعلہ گون کہ دارد خورشید — در ساغر ماہ چون رسد شیر شود[2]

فقیر سرخوش باشارۂ میان ناصر علی چند بیت ایشان را از راہ شوخیہا پیش مصرع رسانیدہ مطلع ساختہ اگرچہ ایشان شنیدہ محظوظ نشدند از روی غیرتی کہ تلامذۂ رحمانی را میباشد بدبردند اما یاران منصف پسندیدند چنانچہ ایشان فرمودہ اند ؎

بیدل — بہ فرصت نگہی آخر است تحصیلم — برات رنگم و برگل نوشتہ اند مرا
سرخوش — ز بی ثباتی عشرت سرشتہ اند مرا — برات رنگم و برگل نوشتہ اند مرا
بیدل — عوارض کثرت[3] ہست آفات وحدت ما را — خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دو تا گردد
سرخوش — دوئی کی آفت وحدت ز اکثرت رہنما گردد — خلل در شخص یکتا نیست گر قامت دو تا گردد
بیدل — شخص پیری نفی ہستی میکند ہشیار باش — صورت قد دو تا آئینہ ترکیب لا است
سرخوش — جلوہ گاہِ نقش پیری تختہ مشق فنا است — صورت قد دو تا آئینہ ترکیب لا است

---

[1] ب: — زندگی را از قد خم عبرت آگاہ میکنم — وقف رعنائی بساطی داشتم تہ میکنم
صورت پرستی از خلق برد امتیاز معنی — ہر چند کعبہ سنگ است تسکین برہمن کو
کم ظرفیم از ہمت خویش است وگرنہ — دریاست می بختہ از جام جہانم

درزمین غزل حافظ شیراز کہ فرمودہ غزلی بتغیر قافیہ کردہ بود دران غزل بیتی بحسن ادا فرمودہ فقیر نیز بشوق آن مطلع گفتہ ؎

بیدل — در ہای فردوس وا بود امروز — از بی دماغی گفتیم فردا
سرخوش — جامِ می عشق دادند ناگاہ — از خویش رفتیم اللہ اللہ

[2] — براہت مردہ ام امالیارت خانہ سنگم — تو می آئی بمن آسودہ آتش در مزار من

[3] لا، خواص [4] د، مشک

بیدل گل جام خود عبث لب شکستن نمی دہد | صاف طرب بشیشۂ رنگ پریدہ است

سرخوش دست نشاط دامن از خود رسیدہ است | صاف طرب بشیشۂ رنگ پریدہ است

بیدل بی تکلف مرگ ہم آسان نمی آید بکف | از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

سرخوش نیست از شمع اجل آسان نگاہ افروختن | از تماشائی دو عالم چشم باید دوختن

حکایتی در مثنوی محیط اعظم میرزا بیدل بہ یازدہ بیت تمام کردہ بود فقیر سرخوش در دو بیت رباعی بستہ[1]۔

رباعی سرخوش واعظ گفتا کہ نیست مقبول دعا | زان دست کہ آلود بجام صہبا

رندی گفتا کہ تا بود جام بدست | دیگر بدعا کسی چہ خواہد ز خدا

از زبان میرزا محمد علی ماہر شنیدہ ام کہ زلالی با صاحب سخنی دیگر این حکایت را می گفت۔ کہ شب زمستان بود و یاران در صحرا فرود آمدہ بودند ناگاہ آتش سرگشت یکی از میان جمع برخاست کہ چوب پیدا سازد گذرش بجانب گورستان می افتد۔ تابوتی در آنجا می یابد بسر بردا شتہ می آرد یکی در راہ پرسید کہ از عزیزان کہ مردہ است میگوید آتش۔ پس این ہمہ را زلالی در دو بیت بستہ و ہمیشہ در میان سخنوران فخر میکرد کہ من چنین کار ہائی دست بستہ میکردہ ام و آن این است ے

شبی رندی در ایام زمستان | بسر تابوت می بردی شتابان

یکی پرسید از و کای یار دلکش | کہ مردہ از عزیزان گفت آتش

---

[1] ب: حکایت بیدل

نصیحت گری وعظ آمادہ داشت | نفس گرمی حرمت بادہ داشت

کہ با الفت می بیفشاندہ دست | خمار می فضل نتوان شکست

بہ بزم طرب دست ساغر گزین | ندارد دعائی اجابت قرین

نخستین کف از جام می سادہ کن | دگر خواہش را رحمت آمادہ کن

بجوش شنید رندی کہ اے بیخبر | ز حرفی کہ گفتی نبردی اثر

بمستان ز تمہید انکار می | عیان گشت تعظیم اسرار می

کہ تا جام می بر کف ہمت است | دلش ہر چہ خواہش کند خجلت است

دو عالم بچنگ و دعا خواستن | بساطی است در کوری آراستن

دو نعمت زان خواہ شاہی طلب | ز مینائی می آنچہ خواہی طلب

و می گار ز دشنہ نمی کامیاب | دعای دگر گو مشو کامیاب

دلی جای دیگر است اگر آگہی ست | بدستی کہ از جام و مینا تہیست

[2] ب: کسی ہست در عالم کہ چنین طبع آزمائی کند یاران موزون طبع ہمہ سر فرو انداختند۔

فقیر تمام خلاصهٔ مطلب کتاب منطق الطیر شیخ فرید الدین عطار در رباعی بسته و سوای آن چندان مطالب صوفیهٔ عالیه و حکایات غریبه در رباعی ها بسته در رسالهٔ روائح که در تتبع لوائح مولوی جامی نوشته بتفصیل مرقوم است. دو رباعی خود نیز بجهت استشهاد قول خود چون دو گواه صادق درینجا می آرد۔

رُباعی
سی مرغ ز شوق بال و پر بکشودند | در جستن سیمرغ هوا پیمودند
کردند شمار خویش چون آخر کار[1] | دیدند که سیمرغ هم اینها[2] بودند

دزدی شب تار کو بگو می گردید | از هیچ دری بمقصد دل نرسید
در خانهٔ خویش رفت و کالا دزدید | چون روز نظر کرد متاع خود دید[3]

دیک رباعی در منقبت گفته ام و این را باعث نجات خود میدانم۔ رُباعی

در فضل و کمال مصطفی[4] بی همتاست | اسلام قوی ز یاری شیر خداست
عین[5] ایشان نتایج شانند | همچو دو الف که یازده زان پیداست

رباعی بیدل
آن چار خلیفهٔ رسول معبود | کز ابجد وضع شان عشر شد موجود
بی نقطهٔ شک بذات یکتا بینی | چون جمع کنند یازده[6] خواهد بود

فقیر رباعی دیگر بهمین مضمون و دو[7] دیگر در منقبت چار یار باصفا فرستاد۔ رباعی

وهمی باشد بذات پاک احمد | تفریق دوازده امام امجد
کاین جلوهٔ موجهائی دریای احد[8] | چون سیزده است آشکارا ز احد

رُباعی
اصحاب کبار را کم از هم مشمار | یکتن یکجان بدان تعصب بگذار
دل را در سر هوائی هر چار بود | دال است سر دل و عیان روی[9] چار

---

[1] د، و در آخر کار [2] د، آنها [3] ب، رباعیات سرخوش

شاهی پی یاد مرگ هر شام و سحر | میکرد در آگهی بتابوت نظر
چون موی سفید دید روزی در ریش | برداشت ز پیش چشم تابوت دگر

از شمع بسوخت بیگم عالیجاه | درخواست دعا بندهٔ از ملا شاه
گفتا چه کشاید از دعا غیر دهن | زین حال طبیب را کمن زود آگاه

تیری برسید بر تن مرغ هوا | گفتا که بشارت بسوی من را هنما
گفتا ز تو چیز نیست بمن پیوسته | جلسی است که آن سوی تو شد بال کشا

[4] ب، ذات احمد یکتاست [5] عین انسان نتایج انسانند [6] لا، سیزده [7] از دی۔

رباعی
از چار خلیفۂ رسول مختار　　قائم شده چار رکن دین ابرار
والی که بود آخر احمد وال است　　بر اثبات خلافت این هر چار[1]

۷۱ چندربهان برہمن

طبعی درست داشت شعر بطور قدما شستہ و صاف میگفت و سلیقۂ انشاپردازی نیز داشت در ہندوان غنیمت بود[2] روزی در پیشگاہ خلافت و جہانداری او را حکم شعر خوانی شد این بیت تازہ گفتہ بود برخواند ؎

مرا دلیست بکفر آشنا کہ چندین بار　　بکعبہ بردم و بازش برہمن آوردم

شاہجہان برآشفت فرمود کہ این بد بخت کافر مرتد است بایدش[3] کشت۔ افضل خان بعرض رسانید کہ این بیت سعدی مناسب حال اینست کہ فرمودہ ؎

خر عیسی اگر بمکہ رود　　چون بیاید ہنوز خر باشد

بادشاہ تبسم کرد بطرف دیگر مشغول گشت۔ این را از دیوان خاص بدر کردند۔ این بیت بنام او مشہور است۔ اما بتحقیق پیوستہ کہ از ہندوی دیگر است ؎

بہ بین کرامت بتخانۂ مرا ای شیخ　　کہ چون خراب شود خانۂ خدا گردد

روزی مرزا محمد علی ماہر از وی پرسید کہ این شعر از شماست۔ گفت شاید کہ گفتہ باشم بخاطر نیست،

لہ ف۔ رباعی فقیر سرخوش کہ معنی آن تعلق بحکایتی دارد۔ تا ازان خبر نشود ذہیچ وجہ دخل نباشد۔ رباعی اینست

رفتند عزیزان ہمہ زین محفل غم　　چون گل ندہم جام جامی از کف یکدم
خواہم کہ سبو سبو کشم بادۂ ناب　　زان پیش کہ در سبو آیم من ہم

قصہ چنین است۔ گویند کہ بر دروازۂ شہری بقالی دکان داشت، بر جنازہ کہ ازان دروازہ گذشتی او یک سنگریزہ در سبوی انداختی تا بعد ماہی و یا سالی شمار کند و بداند کہ اینقدر مردہ ازین شہر درین مدت برآمدہ۔ قضارا بعد از چندگاہ او ہم درگذشت شخصی آنجا رسیدہ پرسید کہ بقالی اینجا برای شمار مردہ سنگریزہ در سبو می انداخت چہ شد۔ عزیزی گفت او ہم در سبو آمدہ۔ در رباعی دیگر عجب حالی بستہ ام و در توحید درست کردہ ام۔ رباعی

باشی بسر حساب گرای ہمدم　　وحدت نخورد ز جوش کثرت برہم
در ہندسہ نہ را چون مضاعف سازی　　ہرچند کہ بشمری نہ آید بر قسم

یعنی نہ دونہ ہژدہ میشود در ہندسہ نیز نہ است۔ باینصورت کہ ہشت و یک نہ است۔ بہمین دستور ہر عدد کسی کہ شمارد نہ صورت میگیرد۔ و دیگر رباعیات نادر و غریب ہر یک در محل خود قلمی خواہد شد۔ [2] ذکر این شاعر از نسخہ ب افتادہ است۔ [3] د :۔ دیوانی ترتیب دادہ۔
[4] د۔ جواب بایدش گفت۔

اینجا هم حریفی بکار برده - چون بیت برجسته از وی یاد نبود بهمین قدر ذکر او اکتفا نموده شد - اشعار راست براست نوشتن فقیر را خوش نمی آید[۱]

بهونت[۲] رائ بیغم بیراگی ۲۲

مرد لیست از علائق دنیوی برجسته و از قید ما و منی و تو ئی رسته طبعکی دارد و پیش فقیر مشق سخن میکند واصلاح میگیرد و کارش روز بروز در ترقیست این چند بیت از فکر اوست ے

در فضای عشق جانان بوالهوس را کار نیست ‌ ‌ هر سری شائستهٔ سنگ و سزائ دار نیست

دل چو شد بیکار دست از کار باید داشتن ‌ ‌ کار در بیکاریٔ دل بود و دیگر کار نیست

همچو صبح از جیب دل خورشید می آید برون ‌ ‌ وه چه عالم است این کز وی خورشیدی می آید برون ۶

مرا ابرو کمانی میکشد در بهر دلی ترسم ‌ ‌ که این در برگشید نها چو ناوک در رم اندازد

مده از دست دامان یقین وصل از میتیر نیست ‌ ‌ که این دلاله هم در خوبی از معشوق کمتر نیست

قصهٔ از کتب هندی در زمین شاهنامه نظم در آورده و مطالب تصوف را خوب توضیح نموده -

ملا علی رضا تجلی ۲۳

در زمان سعادت عنوان شاهجهان از شیراز بهندوستان آمده شاعر خوش خیال بود در قصاید و غزلیات ومثنویها معنیهای تازه تلاش کرده و فکرهای بلند دارد و این اشعار از زادهای طبع اوست ے

فغانم بتو شبها دل بحر آتش شد مرغ و ماهی را ‌ ‌ بچشم صبح چون داغیست کاندازد سیاهی را

هجر جانسوز چه یکروزه چه صد ساله یکیست ‌ ‌ نقطه و دائرهٔ شعلهٔ جواله یکیست

در قطره قطره خونم پیکان آبدار است ‌ ‌ چون استخوان که پنهان در دانهٔ انار است

بکوری بگذرد بهمه ردیش عید نوروزم ‌ ‌ بود لی نور صبحم چون بیاض چشم قربانی

---

۱ فقیر بیدلی در نعت و منقبت گفته و مشهور گشته ے ‌ ‌ محمد یکی با علی ولی است ‌ ‌ چو یک کس که نامش محمد علی است
میرزا بیدل گفت که این بیت بنام میر حشمتی شنیده ام گفتم حشمتی صاحب این تلاش را نیست شاید توارد شده باشد من خود بگفته شما دست ازین برداشتم، هر دو داخل ثواب شدیم یک بیت برهمن اندک مزه داشت نگارش یافت ے

چه اختلاط بارباب عقل شیدا را ‌ ‌ بطور خود بگذارید لحظهٔ ما را

۲ نامش بهونت رائ فقط در نسخهٔ (د) نوشته است - در دیگر نسخه ها محض بیغم بیراگی مرقوم است - اما ذکرش از نسخهٔ ب افتاده است ۳ د - ماهی و توئی ۴ د - می فرا شد ۵ د - یکساله

بسکه دارد عضو عضوم روی خواهش سوی دوست   پای خواب آلوده ام هر خواب بیند کوی دوست

بیتو از چشم ترم شورش جیحون پیداست   چون رگ لعل مرا هر مژه در خون پیداست

بسکه در مشت غبارم یاد روش نقش بست   گرد تصویر او شد هر کجا گردم نشست

بیتو بر من ماهتاب امشب شب دیگر شده است   نور شمعم چون طلائی گشته خاکستر شده است

محبت شمع فانوس است کی پوشیده می ماند   غم او عاقبت در پرده رسوا میکند ما را

چکد بدامنم از دیده لخت دل با اشک   برنگ شعله که با روغن از چراغ چکد

مرا هم مشرب تبخاله در روز و شب دوران   بود گر سرنگون جامم همان لبریز خوناب است

۲۴ محمد تقی[1]

از تاره گویا لیست اما بر حقیقت حالش کماهی اطلاعی نیست سبک بیت او از زبان میر معز یافته این جا ایراد می یابد ــ

مست نازی و سر خانه خرابی داری   از سر کوچهٔ ما رهگذری خوش باشد

۲۵ عبد اللطیف خان تنها

دیوان صوبهٔ پنجاب خواهر زاده میرزا جلال اسیر بسکه شعر بلند و طبع انشا پردازی رسا داشت این چند بیت از زادهای طبع اوست ــ

یارم بکنج غمکده تنها نشاند و رفت   گفتم که من غبار تو دامن فشاند و رفت

بی داغ عشق خون رود از چشم دل مرا   آید بگریه طفل چو خاموش شد چراغ

بلند از جور چشم او چو مژگان گشت فریادش   ز خاموشی چه حال سرمه را آهسته پرسیدم

خشکی زاهد شود از گریه سیرابیش تر   میشود از بارش دی جوش سرما بیشتر!

نمی دارم که بر بالای هیچ سرو گلفامش!   قبا چسپان بود از بسکه شیرین است اندامش

بجز ساغر چو موج باده کی گردد زبان من   برنگ شیشه از می مغز دارد استخوان من[2]

---

[1] در نسخهٔ ج: تخلص این شاعر تائب نوشته است [2] و: چرخ نمدی انجا نسخهٔ ب و لا: بیت ذیل افزوده اند

جز بکشتن نشوند اهل جهان صاف بهم   صیقل آئینه گر صفت جنگ است اینجا

۲۶ میر تشبیهی[۱]

همین یک بیت رسمی ازو بگوش خورده[۲] ؎

مست آنچنان خوش است که گوید بروز حشر — من کیستم شما چه کسانید و این چه جاست

دو بیت[۳] فقیر نیز بادا گفته ؎

مست آنچنان خوش است که هنگام صبح حشر — چون سر کشد ز خاک بگوید پیاله کو

کسی به حشر ز اندوه پاک بر خیزد — که با پیاله چو نرگس ز خاک بر خیزد

۲۷ حافظ محمد جمال[۴] تلاش

سرگرم کار است و فکرش خالی از تلاش نیست. پیش فقیر مشق سخن میکند. ازوست ؎

بسکه در خون تحیر غوطه زد اندیشه ام — چون رگ یاقوت خوابیده است پا در ریشه ام

خانه زادان وفا را ناله می باشد مدام — شیون ایجاد است چینی ماتم فغفور را

بروز عید هر شاه و گدا الگم میکند خود را — تو رفتی بر سمند ناز و من از خویشتن رفتم

۲۸ میر مفاخر[۵] حسین ثاقب

عموی میر محمد زمان راسخ از سادات نجیب است. طبع معنی یاب و ذهن سلیم دارد و خوش فکر و صاحب تلاش است[۶]. در سرهند سکونت داشت و همانجا در گذشت. ازوست ؎

نیست پیدا سعی ما از عشق دامنگیر ما — گم بود آواز پا در شیون زنجیر ما

غبار پرده نه نشیند لب بما آفتابش را — که شود چینهای تنگ از رخ بر اندازد نقابش را

راهرو را رهنما افتادگیهای شود — هر کجا پای بلغزد جاده پیدا می شود

ز بسکه طاعت آلوده با گناه کنم — بسجده همچو نگین نامه را سیاه کنم

قطع امید بد قوت بازوی طلب — به پر ریخته پرواز توان کرد اینجا

ز دستگیری غربت بپاست جلوه من — چو موج ریگ روان گرد راه خویشتنم

---

[۱] ج: ملک تجار. [۲] ب: دیگر بر احوالش اطلاع نیافته ام. [۳] این ابیات سرخوش فقط در نسخهٔ ا: است. [۴] حافظ محمد جلال تلاش. [۵] ج: میر محمد مفاخر جام. د: میر تفاخر حسین ثاقب. [۶] ب: فقیر را بکرّت با وی اتفاق افتاده؛ دیگر بر احوال او اطلاع ندارم که کجا رفته و چه شد. [۷] ب: راه

روزگار عمر ہمت کرد در چشم سیاه — پر غبار از دامن افشانده شد کاشانه ام

اشک چشم سرمه آلودم درین سرگشتگی — شام غربت میبرم با خویش هر جا میروم

بذوق[1] ناله امروز میتوان جان داد — که عندلیب سرودی بیاد مستان داد

میرود از دست امشب بادهٔ لعلی مرا — آنکه در روزنه نشین خنده زیر لبست

۲۹ جهانگیر بادشاه

باوجود مستی و بی پروائی و شغل جهانبانی و فرمانروائی گاه گاه بحسب اتفاق و تکلیف وقت زبان الهام بیان را بگفتن رباعی و بیتی و مصرعی گلفشان میکرد طبع عالی و شوار پسند خورده گیر و وقت آفرین داشت گویند روزی شاعری قصیده در مدح این بادشاه عالیجاه گفته آورد و شروع در خواندن کرد همین که پیش مصرع مطلع بر خواند ع

ای تاج دولت بر سرت از ابتدا تا انتها

فرمود که از عروض و وزن و تقطیع شعر خبر داری گفت ندارم بزبان مبارک راند اگر عروضی میبودی گردنت میزدم شاعر متحیر ماند که آیا چه خطا واقع شده پیشتر[2] خواند فرمود که این مصرع را وقتیکه تقطیع کنند چنین بوزن در می آید

ای تاج دو مستفعلن لت بر سرت مستفعلن از ابتدا مستفعلن تا انتها مستفعلن

بدیهی است شاعر را باید که از همه قبائح شعر باخبر باشد خانخانان غزل ملا جامی را طرح کرده بود که این مصرع از انست ع

بهر یک گل منت صد خار می باید کشید

بندگان حضرت عالی در باغی نشسته بودند هوائی ابر دوقت باده نوشی بود بدیهه این مطلع فرمودند[3]

جام[4] می را بر رخ گلزار می باید کشید — ابر بسیار است می بسیار می باید کشید

این دو رباعی از زاد ها ی طبع مبارک است

ای آنکه غم زمانه پاکت خورده — اندوه دل و سوسه ناکت خورده

مانندهٔ قطره ها ی باران بزمین — جا گیرم نکرده که خاکت خورده

---

[1] این دو بیت در بعض نسخه ها نیست [2] ب. در گرداب حیرت افتاده [3] ب. از روی لطافت پیشتر طلبیده فرمودند [4] ه. جام ل

هر کس بضمیر خود صفا خواهد داد ... آئینهٔ خویش را جلا خواهد داد
هر جا که شکسته بود دستش گیر ... بشنو که همین کاسه صدا خواهد داد

وقتی ماه نو عید را دیده این مصرع بر زبان مبارک راند ع

هلال عید بدور افق هویدا شد

مخدرهٔ معلی نور جهان بیگم که او نیز طبع موزون و فکرهای بلند در سا داشت. بدیهه مصرع آخرش ساند ع

کلید میکده گم گشته بود پیدا شد

بادشاه تحسینها کرد والحق مصرع خوبی رساند. روزی بادشاه پیراهن با تکمه های لعل پوشیده بود بیگم این بیت برخواند ؎

ترا نه تکمهٔ لعل است بر لباس حریر ... شده ست قطرهٔ خون منت گریبان گیر

مستحسن و پسندیده افتاد. غرض که عهد جهانگیری عجب عهدی بود. عیش و عشرت در عالم بدرجه کمال بود. هر کسی خاطر جمع داشته و فراغ بالی طبع عالی بادشاه عالم پناه در همه اثر کرده. مرفه و آسوده حال بسر میبردند. روزی در شکارگاه آهوی بسیار سیر کرده، درین اثنا یوز[۱] خاصه آهوی سیاه را افگند بر زبان مبارک رفت ع ... چیتهٔ بادشاه زد کاله

یعنی یوز بادشاه سیاه آهوئی را افگنده. ابوطالب کلیم حاضر بود. مصرع دیگر بدیهه رساند ع

گشت صحرا از خون[۲] او لاله

پنج هزار روپیه از بهله[۳] خاص همانجا انعام شد. سبحان الله چه همت و چه بخششها حق تعالی ما را در زمانهٔ انداخته که هر چند زمین را با آسمان دوختم روی ولی یعنی توجهی هم از کسی ندیدیم. تا به صله چه رسد ؎

بران گروه بباید گریست کز پس ما ... حکایت کرم روزگار ما گویند.

یکی از صاحب همتان زمان[۴] ما، همت خان بود. فقیر مدتی خدمت او کرده. ساقی نامه و تعریف خسخانه در مداح او گفت. دران مثنوی بهاد داد معنی یابی داده تلاشها کرده این دو بیت از خسخانه است ؎

---

[۱] ه. براوج فلک [۲] ب. پلنگ [۳] ب زخون پر از لاله [۴] بهله، پوستی باشد که باندام پنجهٔ دست دوزند و میر شکاران بر دست کشند و باز و شاهین و چرغ را بدست گیرند، هفت قلزم [۵] ب، بخشی الممالک -

سر انگشتش بجود از یک اشارت　　دهد سرمایهٔ دریا بغارت
به دُر کی همتش دستی رساند　　که آبِ لیسه را ناپاک داند

یکروز[۱] مهربان شده فرمود که چوبداری رفته خانه میرزا سرخوش دیده بیاید. رو بمن کرده گفت یکدست خلعت و یک راس اسپ برای شما علیحده کرده ام چون محقر نیست بخانه شما می فرستم. دیگر روز تغافل زد. چند روز فقیر از خانه بر نیامد که مبادا عطیهٔ ایشان بیارند و مرا در خانه نیابند. انتظارها کشید آخر معلوم شد که قول آن ترک بکار برده اند که شاعری در مدحش قصیده گفته آورده و سر مجلس برخواند. ترک شنیده محظوظ شده گفت فردا بیا چندمن غله[۲] بتو میدهم. شاعر خوشحال شده دم صبح باربردار و جوال و ریسمان بر در خانه اش برد. ترک از خواب بیدماغ برخاسته بیرون آمد. شاعر گفت بموجب فرمودهٔ شما، باربردار وغیره لوازم برای بردن غله آورده ام امیدوار عنایتم. گفت عجب مرد ابله بوده. تو دیروز حرفی گفتی مرا خوش آمد. من نیز حرفی گفتم ترا خوش آمد. باربردار و جوال و ریسمان چه دخل دارد. فقیر نیز بیک رباعی رسوای عالمش ساخت

ای پنجهٔ تو ز دامن همت دور　　بر دولت بی فیض و باغت مغرور
بی همتی و نام تو همت خانست　　برعکس نهند نام زنگی کافور

عاقل خان ناظم صوبه شاهجهان آباد بطالع ما از اسخیای روزگار بود. روزی که هزاری اضافه بی تلاش و تردد برسید. این آمد. قصیده برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم. مطالعه نموده نفس برنیاورد و گویا جان بحق تسلیم کرد. فقیر تاریخی گفت ـــ

خان عاقل خطاب جاهل دل　　که چون او نیست غافل و نادان
بگذرانیدم قصیده در مدحش　　بستد و خواند چند بیت از آن
نقش دیوار شد بکف صله　　ماند حیران چو صورت بیجان
شد یقینم که سر گذشت و بمرد　　ورنه میشد زبانش گرم بیان
سال تاریخ فوت او جستم　　گفت هاتف بمرد عاقل خان

تاریخی برای اضافهٔ آن بی خیر و برکت نیز گفتم. قطعهٔ تاریخ ـ

---

[۱] این عبارت تا آخر در بعض نسخه ها نیست [۲] نسخه: غله گندم بتو صله این میدهم ـ

چون بہزاری اضافہ عاقل خان | یافت ناکردہ کوشش مطلق
دل بصد حیف گفت تاریخش | آہ آمد اضافۂ ناحق

دیگر از کریمان عصر ما خواجہ بختاور خان بود۔ سرائی نزدیک بہ دہلی[1] آباد کردہ بختاور نگر نام نہاد و جمیع شعرای پایۂ تخت را تکلیف تاریخ آن نمودہ۔ تاریخ ہیچکدام پسند نیفتاد۔ فقیر خاطر خواہ تاریخی گفت از بادشاہ تا عمرای عظام ہر کہ شنید خوش کرد و ہمان تاریخ بر کتابہ آن سرائی کندیدند ؎

در ہمایون عہد عالمگیر شاہ | زیب تاج و تخت و فخر دین داد
بہر تعمیر سرائی دلکشا | خان بختاور کف ہمت کشاد
رونقش از گلشن[2] مسجد فزود | آبروی دیگر از تالاب داد
چون شد این معمورۂ دلکش بنا | عقل بختاور نگر نامش نہاد
خواست طبع سرخوش از جام سخن | سال اتمامش ز فیض با مداد
شاد و خرم رو بہ رو آمد راہرو | گفت بختاور نگر آباد باد۔

روزی از راہ خوش طبعی گفتم کہ آنچہ برین سرای خرج شدہ ربع آن از خود ہر آئینہ سزاوارم کہ بیابم۔ گفت البتہ مطلب از ساختن رباط و سرای نام است۔ کہ در عالم بماند۔ زر ما خرج کردیم و در نام شما نیز شریک پس نصف زر از شما باید گرفت[3]۔ روزی رباعی بایں صنعت و خوبی گذرانیدم گفت از اتفاقات است۔ رباعی

ای نام خوشت نقش ضمیر سرخوش | مدح تو ہمیشہ دلپذیر سرخوش
دست از حالش مدار گر ہست[4] دلست | بختاور خان دستگیر سرخوش

روزیکہ ایں رباعی گذرانیدم التفات ظاہری بسیار کرد۔

ای باطن تو ز راز شاہی[5] آگاہ | بختاوری از نام تو روشن چون ماہ
تو پیر و شاہ و شاہ بود پیر و حق | شاہ سایۂ کردگار و تو سایۂ شاہ[6]

باوجود ایں ہمہ بی فیضی ما فقیر بعد فوت او تاریخی ہم گفت ؎

---

[1] ب، بدہی [2] ب، از گلشن و مسجد [3] ب، سر فرو انگندم و گفتم راست می فرمایند [4] ب، چون [5] ب، راہ [6] ب، فرمودند بیک واسطہ ما را ہم سایۂ خدا گفتہ۔

دریغ از جهان بخت ورخان گذشت — نماند آب در گلستان سخن
خرد خواست تاریخ فوتش ز دول — بگفتا[1] که کو قدردان سخن

این قصه بآن می ماند که شاعری در مدح دولتمندی قصیده گفته گذرانید ترشحی از سحاب کرمش ندید بعد از چندین مثنوی بنام او گفته آورد هیچ التفات نکرد باز قطعهٔ مشتمل بر عرض احوال خود آورد چیزی او را نبخشید. باز آمده بر در خانه اش نشست. آن دولتمند دون همت دید. گفت عجب حریصی بودهٔ قصیده گفتی چیزی ندادم. مثنوی گفتی محروم برگشتی. قطعهٔ آوردی هیچ نبردی. حالا بچه امید بر در خانهٔ من نشستهٔ. گفت نشسته ام که بمیری و مرثیه ات نیز بگویم۔

درین دار الخلافه میر ابو علی امجد خان بخشی و واقعه نگار صوبه. صاحب احسان و فیض رسان است. فقیر وقتیکه بوعلی بود قطعه گذرانید۔ قطعه

بو علی آن سید عالی نسب — بالعلی هست ولی بن ولی
شیر بود بچهٔ شبیر ثریان — بوی علی یافتم از بو علی

مهربانی[2] زبانی بسیار فرموده. چون بخطاب پدر که امجد خانی سرفراز شد. روز محله[3] خود این رباعی برسم تهنیت و مبارکباد گذرانیدم۔ رباعی

زانروز که شده اختر دولت تابان — صبح اقبال و جاه گشته خندان
چیزی که بجا شده همین شد بجهان — کامجد خان شد نتیجهٔ امجد خان

بمطالعه در آمده خوش وقت شد. فقیر را نزدیک تر نشاند. از جملهٔ دو اسپ فقیر یکی را برطرف نمودند. هرچند الحاح کردم که دو ساله طلب در سرکار است. عوض این اسپ میسر نخواهد شد که این محله خود بحال باشد. اسپ دوم چاق و جوان است۔ ع

بدان را به نیکان ببخشد کریم

مفید نیفتاد. فقیر نیز یک رباعی هجو در کار دولت ایشان گفت۔ رباعی

امجد خانی که نیستش بخشش باد — از دولت او کس نرسیده بمراد
گویند بمدح مار زر می بخشد — این بی همت مرا جز آزار نداد

---

[1] بگو قدردان سخن [2] این عبارت فقط در نسخهٔ (ل) است [3] و [3] همچنین در همه نسخه ها۔

یک امیر در عہد ما نواب بخشی الممالک روح اللہ خان مرحوم بود کہ ہجو کنندۂ خود را نہال کردہ۔ گویند عبداللہ بیگ نام منصبداری قطعۂ در ہجوش از راہ دا سوختگی نظر بر رتبہ و اعتبار سکندر خدمتگار انداختہ مشہور ساخت مصرع آخرش اینست[1]

رفتہ رفتہ این قطعہ بہ نواب رسید مطالعہ نمودہ فرمود کہ او را حاضر سازند۔ چون بخدمت آمد آن قطعہ بدستش داد و بگفت این شما فرمودہ اید۔ رنگش پرید۔ عرض کرد کہ نواب سلامت این گہ را من خوردہ ام۔ تبسم کرد و گفت پریشان حال ہم بسیار خواہی بود۔ گفت نواب سلامت پریشانی و درماندگی من خانہ خراب را باین کم طالعی و بی سعادتی رہبر گشتہ۔ فرمود کہ مراتب او بنگارند ہمراہ بردہ بنظر انور گذرانیدہ اضافۂ دو چند و خدمت واقعہ نگاری جای برایش گرفتہ دبخانہ آمدہ یک اسپ و خلعت خاصہ و ہزار روپیہ از طرف خود انعام دادہ رخصتش فرمود۔ دران ایام کہ خدمت خانسامانی سرکار عالم مدار داشت فقیر در مدحش قصیدۂ بزمین قصیدۂ شاہ طاہر دکنی ع

تنگ چشمان شگوفہ چون سپاہ اوزبک

در اہل سخن آن قصیدہ مشہور است۔ گفت یک بیت فقیر اینست ؎

ترک شوخی نکند زان سبب استاد ازل ہمچو اطفال کشید است فلک را بفلک

معرفت میرزا کاظم منشی و میر غیاث الدین منصور نکہت فرستاد۔ این ہر دو بزرگ باحسن وجوہ گذرانیدند و نقلی نیز در میان آوردند کہ چون ملا وحشی جواب این قصیدہ را گفت فرزندان و مریدان ملا شاہ برآشفتند پیش یک صاحب سخن رفتہ شکوہ کردند کہ بہ بینید بی ادبی ملا وحشی را کہ قصیدۂ شاہ بابا را جواب گفتہ۔ آن عزیز گفت کہ بی ادبی دیگر آنکہ بہ از شاہ بابا گفتہ۔ نواب خوش وقت شد برای فقیر خدمتی کہ دلخواہ بود تجویز فرمود۔ حاکم معزول پیغام داد کہ اگر بحال شوم دو ہزار روپیہ نذر میگذرانم۔ فرمود کہ حالا بسر خوش دادم۔ بیست و ہفت سال است کہ بسبب آن خدمت در دار الخلافہ باسودگی تمام بسر بردہ ہزاران بہم رسانیدہ و خوردہ۔ خدایش غریق رحمت کناد۔

دیگر از ریزۂ امیران حافظ نور محمد میر سامان سرکار نواب گوہر آرای بیگم۔ مرد جواد زمانہ ماست چون قبلی از حضور با انعام شد فقیر این رباعی گذرانیدہ۔ رباعی۔

---

[1] فحش است لہذا حذف شد۔

چون کرد شهنشاه عنایت ز حضور فیلی که ازو چشم بد دوران دور
شد جلوه نما نور محمد بروی چون نور تجلی خدا بر سر طور

خواند و بر سر گذاشت فقیر سر فرو افگنده برخاستم چنانچه کلاونتی بامید تمام پیش امیری رفت و سلامی کرد آن امیر نیز دست بر سر گذاشت کلاونت برگشت و گفت برابر شدیم حالا چه گویم و چه توقع ماند ؎

ای شمع محفلی و ای گل و چمنی بنگر که چه روزگار افگند مرا
در تیره خاک هند کریمی ندیده‌ایم از طوطیان کریم کریمی شنیده‌ایم

دیگر از آشناهای رازهای قدیم فقیر شیخ سعدالله نو مسلم که به پیش دستی دیوان خالصه شریفه سرافرازی دارد و پدر و عمش که خواجه رام رای مردمی تخلص همسایه بودند باهم دوستی داشتیم چون این ناخلف بدولت رسید و برای بعضی خویشان آشنایان خود خدمتها فرستاده فقیر را نیز هوس شد برای بعضی مطالب ضروری دو کلمه بوی فرستادم کتابت وا نکرده تا بجواب چه رسد هرچند گذراننده ابرام نمود گفت فرصت ندارم فقیر نیز قطعه و رباعی باین مضمون گفت ـ قطعه ـ

نحسی که روی[1] او ننماید خدا بکس سعدالله است بر غلط امروز نام او
چون کور کش بدست فتد صیدی از قضا ناگه فتاد وحشی دولت بدام او
از سادگی نوشتمش احوال خویشتن[2] را این باده را ز سهو فگندم بجام او
دم بر نیایدش[3] بجواب کتابتم گویا که سرمه ریخت سوادش بکام او

رباعی ای سعدالله بنحوست منسوب حاصل نشد از تو ام جواب مکتوب
انشاءالله در همین نزدیکی بینم چون چتر[?] هوج ترا هم مغضوب

اگرچه هجو گفتن شعار نیست و زبان را بمذمت این ناکسان آلودن عار میدانند و مقرر شعرا است که قابل مدح را قابل هجو نیز می دانند و دولتمندان این زمانه نه قابل مدح اند و نه قابل هجو اما بهر حال هجوشان لازم است ؎

جز هجا کلک سزاوار نیست مار که زهرش نبود مار نیست

---

۱ د: صورتش ۲ د: خویشتن ۳ د: نیامدش ـ

گاو لیست زمین گرفته بر شاخ | برپوزش[1] عقرب نمایان
پیچیده بسرش چو باد نخوت | نیشی زندش بامر یزدان
آن گاو به پیش اهل دانش | صاحب دولت بود بدوران
این هم ز غرور حشمت و جاه | برتابد چونکه سر ز فرمان
برپوزش نیز هست لازم | نیش هجوی ز نکته سنجان

استغفر الله سخن در کجا بود و بکجا کشیده ام۔ باز بر سر مدعا۔

۳۰ آصف خان جعفر[2]

از امرای[3] جهانگیر شاهی بود سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشت۔ از مثنوی خسرو شیرین صاحب دیوان است۔ دو سه بیت از و بسیار مشهور است ؎

زشوقش[4] آنچه آنجا دید فرهاد | مرا اینجا قلم از دست افتاد

و در استدعای فرهاد وقت جان کندنش گفت ؎

بتو دارم سپهرا حاجت نو | که عمر جاودان بخشی به خسرو
کنون جز این غمم دامن نگیرد | که جز من در غم او کس نمیرد

از هر لبانش نیز شعری شنیده شد ؎

هر کس که شبی نشست با تو | بسیار بروز ما نشیند

۳۱ مرزا عبدالرحیم جلیشی[5]

شاگرد ملا خیالی است۔ محمد علی ماهر و این هر دو پیش ملای مذکور مشق سخن میکنند رانید از وست ؎

کسی که دل توز گیرد کجا نگهدارد | من و دل از تو گرفتن خدا نگهدارد

---

[1] پوز بمعنی بینی چهارپایان [2] تخلص این شاعر در بعض نسخه ها مختلف است چنانچه در ج، جانی است و در ب و ۵، جعفر است۔ اما جعفر صحیح است۔ رجوع شود به مجمع النفائس، خان آرزو [3] ب، از امرای اکبر شاهی بود در اوائل عهد جهانگیر شاهی ولیت حیات سپرد [4] ج، زشوق آنچه آنجا دید فرهاد همچنین در مجمع النفائس [5] تخلص این شاعر و هم تخلص استادش در همه نسخه ها مختلف است چنانچه ج، جنت۔ ۵، جنتی۔ ب، چشتی۔ اما جلیشی که از نسخه ۵ گرفته شد صحیح است رجوع شود بمجمع النفائس همچنین تخلص استادش در نسخه ب، حالی و در ۵، حیاتی در ج، جامی و در ۵، جلالی است۔ فقط در نسخه [illegible] خیالی و این صحیح است مطابق مجمع النفائس۔

آقا نجف علی جرأت ۳۲

طبع رسا داشت از وست ؎

انجم افروز شب از نالهٔ جانکاه منست   آسمان[2] کاغذ آتش زدهٔ آه منست

میرزا محمد ایوب جودت ۳۳

سرآمد صاحب کمالان و سرحلقهٔ سخنوران است. مضامینش همه بلند و معنیهاش عالی جا فضلاش بمرتبهٔ تمام و مدرکاتش بدرجهٔ کمال. در قصاید و غزل و رباعی داد تلاش میدهد من اشعاره ؎

دلی دارم که دارد خار خار از یاد گیسویش   برنگ خار ماهی شانه میروید ز پهلویش
نه تنها زلف او دارد گره در خاطر عاشق   که برگردیده است از من چو مژگان هر سر مویش
چه امکان دارد از لعل تمنا گرد مطلب ها   شرار آتش یاقوت باشد حرف آن لب ها
چه غم از دست برد نالهٔ از داغ هجرانم   چو طاوس آفت از صرصر نباشد در چراغانم
راز خلق افشانه سازد هر که نرسد از خدا   بند بند از هم جدا باشد قمرعهٔ رمال را
ز رفعت بیشتر باشد صلابت خاکساران[3] را   ز بالا هر که می بیند سوی پستی هراس آید
کیست کز جادهٔ چاک جگر آگاه بود   ورنه تا دوست رسیدن چه قدر راه بود
هنر را آنقدر الفت بجسم ناتوانم شد   که جوهر وار چون دندان ماهی استخوانم شد
مردان ازین بیابان رفتند لنگ لنگان   بنگر که پای چوبین منصور را زوار است
بزرگان را بود اسباب شهرت مایهٔ نقصان   بچشم ماه نو در شیشهٔ افلاک مو باشد
علاج سوز پنهانم ز افلاطون نمی آید   که هضمم از طپیدن ماند و چون یاقوت تب دارم
دلی بی کینه دارم که جز الفت نمی داند   بود یکسورهٔ اخلاص قرآنی که من دارم

حکیم حاذق

از امرای معتبر بادشاهی بود و دیوانی فخیم ترتیب داده اشعارش بطرز قدما راست براست است و این بیت او خالی از دردی نیست. و در سخنوران مشهور است ؎

دلم بهیچ تسلی نمی شود حاذق   بهار دیدم و گل دیدم و خزان دیدم

---

[1] ب و ج: نجف علی جرأت سے ۲: - آسمان کاغذ آتش زده از آه منست [3] ب: که برگشته یید از من بهچه مژگان هر سر مویش [4] بخاکسا[illegible]

درین دو بیت نیز تلاشی کرده مشهور است و از لطافت خالی نه ؎

بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا　　بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا[1]

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل　　میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

ولہ　نمود فاش بد انسان که گوشها نشنید　　سکوت من[2] سخن نارسیده بر لب را

حسین مشهدی

۳۴

خوش فکر بود این دو بیت او از میر معز شنیده شد ؎

یاقوت با لب تو دم از رنگ میزند　　این خون گرفته بین که چه بر سنگ میزند

از تو تا دوست یک نفس راه است　　تو حیا بی و بحر الله است

میر حشمتی

۳۵

در اکبرآباد یکشب باوی اتفاق صحبت افتاده بود. با شیدا صحبت داشته دیوانی ضخیم بطرز قدیم دارد یک بیت او اندک مزه دارد ؎

موی سر کردم سفید و هیچ کارم سر نشد　　دست و پای میزنم اکنون که آب از سر گذشت

روزی نقل کرد که شیدا تلاش بستن الفاظ غیر متعارف بسیار داشت روزی بمن گفت میر تو در شعر بجای شکسته بند آورده. گفتم گردن شما بشکنند شکسته بند بیارم[3] -

محمد بیگ حقیقی

۳۶

در گجرات بسر میبرد طبعی درست داشت از وست ؎

در حقیقت دگری نیست خدائیم همه　　لیک از گردش یک نقطه جدائیم همه

---

[1] ج ده - روزی پیش ملا شیدا این مطلع خود را بر خواند[2] بلبل از گل بگذرد گر در چمن بیند مرا بت پرستی کی کند گر برهمن بیند مرا شیدا گفت صاحب این شعر در امردی گفته باشند حکیم برآشفت و او را در حوض غوطه ها داد- بیت دومش نیز خالی از ادائی نیست ؎

در سخن پنهان شدم مانند بو در برگ گل　　میل دیدن هر که دارد در سخن بیند مرا

[2] ب - این [3] د - میر حشمت - ب ده - میر حشمی [4] در اوائل مشق بسن یازده سالگی مطلع گفته بودم ؎

به چشم او خطی نه ز ابرو کشیده اند　　مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

بالای چشم ابروی مشکین آن غزال　　مدی بود که بر سر آهو کشیده اند

یاران از دیوان فیضی مصراع آخر بر آوردند و فقیر از این بیت خاقانی بفکر این قسم معنی افتاده بود که گفته است ؎

آتاقه بفرق شه کامیاب　　چو مد الف بر سر آفتاب

یاران در جواب این مطلع فکرها کردند محمد فاروق باری مطلع رسانید ؎

قطره بگریست که از بحر جدائیم همه　　بحر بر قطره بخندید که مائیم همه

گویند روزی مست بخانه آمد که در آنجا گذر پریان بود. شیشهٔ سبز پر از شراب سرخ[۱] در دست داشت نظر برآن کرده گفت ع

چه رنگ است این چه رنگ است این چه رنگ است

از گوشهٔ خانه که آنجا هیچکس نبود آواز برآمد ع

بمینای زمرد گون می لعل

چنانچه همه حاضران مجلس بشنیدند۔

شیخ محمود حیران ۳۵

می خواست که بتقلید ناصر علی راه رود. راه اصلی خود هم گم کرده حیران است ؎

آهو شنیده ایم و ندیدیم جز رمی　　نقش جهان بگردش چشم که بسته اند

امشب[۱] که بزم بی رخ تو دل طپیده است　　نور چراغ گردهٔ رنگ پریده است

ره میبرد بگوش نگه چون صدای چاک　　چشم جهان ز شوق تو جیب دریده است

به نیرنگی دل صد داغ من گردیده پامالش　　که رقص صد چمن طاوس نقش پای بیبالش

بخلوتخانهٔ دل رفت و پیدا کرد عالم را　　درین آئینه خود بنشست و بیرون ماند تمثالش

محمد ابراهیم خلیل ۳۶

محمد ابراهیم[۲] اصالت خان خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدرآباد خلیل تخلص میکرد و طبعی درست داشت و با فقیر یار بود ؎

قطرهٔ خورشید را حکم چکیدن دهم　　تشنه لب عشق را ذوق چشیدن دهم

عشق بنیش از تیغ تبری کرده است　　بی قیامت رستخیزی کرده است

---

[۱] ب: از عنوانی ۳۵ ذکر این شاعر از نسخهٔ ب افتاده است. ولیکن این همه اشعار در ذکر محمد بیگ حقیقی مرقوم است ۳۵ ل۱. امشب که بزم بی تو رخ دل طپیده است ۳۶ ل ۱.
[۲] در نسخهٔ ب: ذکر این صاحب سخن بدین طور آمده است محمد ابراهیم خلیل تخلص که اصالت خان خطاب داشت و الحال نجیب خان شده است خلف سید مظفر وزیر اعظم والی حیدرآباد است. خان مهربان قابل. دوست صاحب همت عالی نسب عیاش طبع و خوش صحبت و خوش خلق و خوش رو است و خوش ذهن. با فقیر مولف مدتی همسایه و هم صحبت بوده. گاه گاه فکر شعر هم میکرد.

روزی نجابت خان برادر کلانش بالیشان این بیت در خط نوشت ؎

دو نعمت است که بالاترین نعمتهاست　　شراب خوردن و در پای یار غلطیدن

فقیر را طلبید رفتم. دیدم که مست شراب است و بر روی سبزهٔ تری غلطیده مرا دیده گفت که جواب این بیت زود باید گفت که به برادر عزیز نگارم. فقیر بدیهه نظر بحالش کرده گفت ؎

خوش است جام می ناب با تو نوشیدن　　چو گل شگفتن و بر روی سبزه غلطیدن

بغافلان طرب برق چشمکی زد و گفت　　برون نرفته ز خود ناخوش است خندیدن[۱]

یک از فواید عزلت[۲] خود این سر دست است　　که پا شکسته نیارد[۳] بپا دو گردیدن[۴]

میرزا خلیل[۵]

جوان قابل و خوش خلق و منشی لطیعت رسا بود. چندی در ملازمت نواب قدسی القاب زیب النسا بیگم خلف[۶] شاه عالمگیر شرف اندوزی داشت. زیب المنشآت را که تالیف آن بیگم و الاصفات است ترتیب میداد[۷]. منه

حاجت بگفتگوی ندارد بیان ما　　سوزد چو شمع بر سر حرفی زبان ما

سامان نو بهار بدین تازگی کجاست　　رنگ شکسته ریخته دارد خزان ما

برای خاطر مجنون بهشت[۸] زندان است　　هوائیست اگر خانه گر بیابان است

غم وطن نبود در دل مسافر عشق　　بچشم او چو رسد سرمهٔ صفاهان است

پیرانه سر مخوری گفتم و گر تو دانی　　در ماهتاب منشین با خرقهٔ[۹] کتانی

شبی فقیر در خواب می بیند که مردی بزرگ عصا در دست گرفته استاده است میرزا خلیل مذکور فقیر را ملازمت ایشان میکناند و میگوید که حضرت سلامت سرخوش است شاعر. من از میرزا پرسیدم که این کدام بزرگی است. میگوید که حضرت مرتضی علی ولی الله کرم الله وجهه. من دویده سر در قدم مبارکش میگذارم دست بر پشت من زده سر مرا برداشته فرمودند که سرخوش همچو تو شاعر در عهد تو کسی

---

۱ د: برون نجسته زخود ۲ ب: غفلت ۳ ه ۴: بباید ۴ ب: بسیار محظوظ شد و هر سه بیت بمیرزا در جواب نوشت. در صحبت او بسیار جلش ها کردم. خدا سلامت دارد ۵ ب: جبیه کلان ۶ ب: بعد از آن منصب دار بادشاهی شد و بپیشدست میر بخشی شده چندی خدمت واقعه نگاری جائی داشت. حالا ودیعت حیات سپرده. با فقیر بسیار گرمجوشی ها میکرد ۷ ب: دره

نخواہد بود[1]

محمد حسین خالص [2]

در عہد عالمگیر شاہ از ولایت بہند آمدہ بطرف دکن اکثر گذرانیدہ۔ قصاید و مثنوی و دیوانی مختصر دارد۔ اشعارش پختہ است اما بطرز قدیم۔ این بیت را قوالان در ترانہا بستہ اند و میخوانند۔ اما میدانستم کہ از شعرای قدیم است در دیوانش بر آمدہ ؎

غبار راہ گشتم سرمہ گشتم توتیا گشتم ۔ بچندین رنگ گشتم تا بچشمش آشنا گشتم

بہر صورت کہ گردیدم نبردم راہ در کویش ۔ نوای بلبل و بوی گل و باد صبا گشتم

رقیبا من نمی گویم گل و باغ و بہار از من ۔ بہار از تو گل از تو بہرہ و عالم از تو یار از من

مرا ای باغبان از داغ دل برگ و نوا باشد ۔ چمن از تو گل از تو بلبل از تو لالہ زار از من[2]

نواب عبد الرحیم خانخاناں [1]

خلف بیرم خاں از امرای عمدہ و خوانین عظام اکبر شاہی و جہانگیر شاہی بودہ در شجاعت و ملک گیری یگانہ و در سخاوت و بخشش حاتم زمانہ۔ در فہم و فراست ضرب المثل و در دقیقہ یابی و دادفہمی بی بدل و در داد سخن دادن ادا ہا نمودہ کہ چشم کسی ندیدہ در جود و کرم کارہا دست بستہ کردہ کہ گوش احدی نشنیدہ چنانچہ تفصیل مدا حان و بخشش آنجناب در کتاب "مآثر رحیمی" کہ میر عبد الباقی تالیف نمودہ مشروحاً ایراد یافتہ۔ شیخ فیضی بخشی الممالک اکبر بادشاہ در مدحش چنین درفشانی کردہ ؎

خانخانان عہد کانعامش ۔ طبع را رخصت شگفتن داد

داشت چون اعتماد بر شعرا ۔ صلہ پیش از مدیح گفتن یاد

ملا تقی الدین شوستری غیوری تخلص این رباعی در مدحش گفتہ ۔

غیوری ۔ خانخاناں سر ملائک را تاج ۔ آوازہ اش از نسیم و گل گیرد باج

---

[1] ب وہ ۔ بو فقیر مدتی در تردد بود کہ قول شاہ ولایت چنین است حال آنکہ ہمچو من در عصر من اکثر اعزہ ہستند۔ میرزا محمد بیگ گکھر کہ از اہل اللہ بود۔ گفت کہ تو ہم شاعری و ہم عارف صاحب دو صفت کمالی ؎

قرنہا باید کہ تا یک کودکی از راہ عقل ۔ عارف کامل بود یا شاعر شیرین سخن

میرزا بیدل گفت شاعری عبارت از معنی تازہ یابیست و ہمچو تو صاحب تلاش در عہد تو نیست ۔

[2] ج ۱۔ قطرۂ ابر چو خالص بزمین آمد گفت ۔ خاک بر فرق کسی کز وطن آید بیرون

ہر گہ کہ بتخت معدلت بنشیند   موسیٰ است بطور مصطفیٰ در معراج

صاحب سخنانی کہ دران عصر بودند ہمہ بمدح و ثنای آن سپہ سالار بخت بجوان رطب اللسان بودند
باد فروشان در اشعار بزبان ہندی مبالغہ را از حد گذرانیدہ بصلات و انعامات لائقہ مفتخر و مباہی
گشتہ اند۔ خود نیز گاہ گاہ طبع آزمائی میکرد در رباعی و بیتی و دوہرہ زبان را گل افشان می نمود۔
معنی "کلام الملوک ملوک الکلام" از عبارا تش واضح و لائح است۔ یک رباعی و یک بیت
ایشان بالفعل بخاطر بود قلمی گردید

رُباعی   در قصہ عشق مرونا گو یا بہ   اندیشہ عشق وخون دل یکجا بہ
تا قدر وصال دوست ظاہر گردد   ہمچو شب قدر وصل ناپیدا بہ

ولہ   نیم فضول کہ جویم وصال ہمچو توئی   بس است ہمچو منی را خیال ہمچو توئی

فقیر سرخوش در جواب این بیت گفتہ ؎

کجاست در رگ حقیقت مجال ہمچو توئی   بود ز خویش گذشتن کمال ہمچو توئی

چون ذکر احوال کریمان محرک سلسلۂ شوق جود و عطاست۔ و باعث سرنگونی ممسکان حیلہ گر بی حیا۔
نقلی چند از سخاوت و احسان آن کان کرم بقید رقم در می آید۔

نقل۔ برہمنی بی برگ و نوا بدست یکی از مقربان معروض داشت کہ من و تو ہمزلفیم از حال من
اینقدر غافل چرائی۔ نواب سپہ سالار شنیدہ او را طلبیدہ بر پہلوی خو نشاندہ تفقد احوالش نمود
وقت رخصت نقد و جنس آنقدر بخشید کہ از ورطۂ افلاس بر آمد۔ مقربان التماس نمودند کہ
این ہندو چگونہ نسبت ہمزلفی بنواب دارد۔ فرمود کہ سمپدا[1] و بپتا[1] ہر دو خواہر انند۔ سمپدا کہ عبارت
از تونگری باشد در عقد من است و بپتا کہ معنیش مفلسی باشد در حبالۂ اوست۔

نقل۔ گویند ملا نوعی کہ یکی از مداحان این خدیو کشور کشا بود۔ قصاید و ساقی نامہ در مدح آن
سپہ سالار گفتہ۔ مکرر صلات و انعام لائقہ یافتہ۔ یکدفعہ بجائزۂ دہ ہزار روپیہ نقد و خلعت خاصہ
و یک زنجیر فیل و اسپ عراقی سربلند گشتہ۔ چنانچہ ملا رستمی گوید ؎

زنعمت تو بنوعی رسید آن مایہ   کہ یافت میر معزی ز دولت سنجر

---

[1] سمپدا و بپتا ہر دو الفاظ زبان ہندی است۔

زگلبن املش صد چمن گل امید　　شگفت تا که مدح تو شد زبان آور

عرفی و نظیری و غیر هما هر که مدحت این ستوده زمانه گفته صله و جائزه بکام آرزو یافته۔

نقل۔ گویند جهانگیر بادشاه بادفروشی را بسبب تقصیری فرمود که زیر پای فیل اندازند۔ باد فروش فریاد برآورد که بادشاه سلامت من بادفروشم ضعیف و حقیر چه لائق پای فیلم مرا در پای بلبلی و کنجشکی و صعوهٔ باید انداخت۔ زیر پای فیل خانخانان را باید انداخت۔ بادشاه تبسم نموده از سر قتلش در گذشت۔ نواب سپه سالار شنیده چند هزار روپیه انعام بآن بادفروش فرستاد۔

نقل دیگر گویند بادفروشی شعری بزبان هندی گفته آورد مضمونش آنکه جفت سرخاب که روز وا صل و شب از هم جدا می باشند نر با ماده میگوید که وقت آن رسید که شب که در میان من و تو پردهٔ مفارقت می انداز د از عالم برطرف شود ما را وصال دائمی میسر آید۔ ماده گفت چگونه۔ گفت نواب خانخانان جواد دست به بخشش و بذل کشاده خزائن تمام عالم را بخشیده دست بکوه سمیر می اندازد و زر ش را نیز بغارت میدهد۔ شب که آفتاب در پس آن پنهان میشود نمی تواند شد۔ در عالم همیشه روز خواهد بود و ما با هم یکجا خواهیم بود۔ مقرر اهل هند است که سمیر کوهی است از طلا و محیط است بکرهٔ زمین و بحساب آنها هر روز آفتاب در پس آن غروب می شود و هم از افق آن سر بر می زند۔ نواب گنج بخش فرمود که چند ساله عرض کرد سی و پنج ساله ام۔ فرمود عمر آدمی چند است گفت نهایت صد سال۔ فرمود که سی و پنج سال وضع کرده شصت و پنجساله طلب این بحساب پنج روپیه یومیه شمار کرده بدهند که تا باقی عمر محتاج کس نماند۔

نقل۔ گویند طعام می خورد و خدمتگاری که بر سرش ایستاده مگس رانی می کرد بگریه در آمد۔ پرسید چرا گریه میکنی عرض کرد که از انقلاب زمانه۔ فرمود که تو چه کسی و پسر کیستی۔ گفت فلان بن فلان بهان۔ نواب بر سبیل امتحان پرسید که اگر دولتمند زاده بگو که در مرغ کدام چیز لذیذ تر است گفت پوست مرغ نواب رحیم دل فرمود که دستهایش بشویند برابر خود بسفره نشانده و در صدد احوال پردازیش شده در اندک فرصت بپایهٔ دولت رسانید۔ بعد از چندگاه خدمتگاری دیگر از راه تقلید بگریست۔ نواب قدردان استفسار احوالش نموده۔ همان طرز تقریر نمود۔ فرمود اگر صادقی بگو که در گاؤ کدام چیز لذیذ تر است۔ مقلد احمق گفت پوست گاؤ نواب خنده کرد۔ و او را نیز از فضل و کرم محروم نگذاشت۔

نقل- روزی که بحکم جہانگیر شاہ مہابت خان بتقریبی نواب را در قید داشت، سرہای دو پسر رشید ایشانرا بریدہ در خوانی گذاشتہ و خوان پوش انداختہ پیش نواب فرستاد- نواب بتلاوت قرآن مجید مشغول بود- خوان آوردہ پیش نظرش گذاشتند پرسید کہ چہ چیز است آرندہ عرض کرد کہ نواب مہابت خان تربزہا برای شما فرستادہ چوں سرخوانہا واکرد سرہای پسران خود را دید تبسم کرد و گفت مہابت خان برای ما تربزہای شہیدی فرستادہ-

نقل- گویند روزی با راجہ مان سنگھ نرد بازی میکرد و باہم شرط بستند ہر کہ بازی ببازد یکبار آواز گربہ کند- قضارا نواب بازی باخت از جا برخاست و عزم رفتن محل کرد- راجہ دامن گرفت کہ شرط را بجا آرید- گفت می آیم- درین لفظ ادای آواز گربہ کرد-

نقل- گویند مصوری شبیہ زنی غسل کردہ نشستہ و کنیزی بر کف پای او سنگ پا میزند کشیدہ در سر سواری گذرانید- یکنظر دیدہ بر بالش پالکی گذاشتہ برائے ہمراہی بادشاہ رفت- وقت برگشتن مصور خود را نمودار ساخت- فرمود کہ پنجہزار روپیہ بدہند- صورت گر عرض کرد کہ تصویر من پنجروپیہ زیادہ نمی ارزد- اما صنعتی کہ درین کردہ ام اگر نواب واقف شدہ داد من میدہند میگیرم- فرمود صنعت کار تو ہمیں است کہ در وقت سنگپا زدن خارشی در کف پا می شود اثر بشاشت از ان در رنگ رخسارہای این تصویر نمایان کردہ- مصورگر د پالکی آن دقیقہ یاب گردید-

حکایت

درویشی ملکی صفات در پرگنۂ از جاگیر نواب مدد معاش داشت- عامل آنجا سند مجدد از و درخواست نمود- درویش بخدمت نواب آمدہ عرض حال کرد- بمنشی امر شد کہ پروانہ در باب معافی محصول این درویش برنگارد- و مجلس سرود گرم بود- درویش را وجد و حال دست داد برقص آمد و بفرحت تمام چرخہا میزد- ہرگاہ از پیش نواب میگذشت، درعین حال میگفت کہ پروانہ نوشتند، نواب میفرمود می نگارند- باز چرخہا می زد و ہرگاہ پیش نواب گذشت درعین حال میگفت پروانہ نگاشتند مہر کردند- نواب بتاکید تمام نویسانیدہ و مہر نمودہ بدستش داد- برسرگذاشتہ رقص ہا کرد- چون مجلس تمام شد درویش مرخص گشت- مصاحبان بخندہ درآمدند کہ عجب صوفی طامانی بود- صوفی در وقت حال باید کہ بی خبر و مدہوش بود- نواب گفت

کامل الحال بود چون خطرهٔ پروانه دران وقت در خاطرش بند میشد برای رفع آن میگفت که او دو پروانه حاصل شود که وجد بفراغ دل بکنم ـ

مرزا خالقی[1]

خوش سخن بود همین بیت ازو بدست افتاد ـ

رسید چو بسر بالین بوقت نزع یار — چراغ زندگیم شام مرگ روشن شد

قاسم خان خازن[2][3]

یک بیت نیز ازو بگوش خورده خالی از ادای نیست ـ

نگاهم را بدام افتاد عکس شعله پردازی — خمش ای هم نفس یکدم که در صید پریزادم

میرزا رضی دانش[4]

در عهد شاهجهان بادشاه بهند آمده گوی بلاغت از اقران ربوده. بسیار خوش اندیشه و صاحب تلاش و معنی یاب بوده. شاهزاده بلند اقبال ولی عهد بادشاه عالم پناه این بیت[5] را خوش کرده طرح نمود ـ

تاک را سیراب کن ای ابر نیسان در بهار — قطرهٔ تا می تواند شد چرا گوهر شود

هر کس موافق طبع خود در جواب آن تلاش کرده. شاهزاده نیز بیتی رساند ـ

سلطنت سهل است خود را آشنای فقر کن — قطره تا دریا تواند شد چرا گوهر شود

من اشعار دانش ـ

رفتی و از اشک بلبل بر چمن طوفان گذشت — روز برگل چون چراغان شب باران گذشت

خدا از دست دشمن کار محتاجان برون آرد — خم می محتسب بشکست عید باده خواران شد

شکست شیشهٔ می ریخته است در لتنگم — ببال برگ خزان دیده می پرد رنگم

دران وادی که من میگردم آبادی نمی باشد — سیاهی میکند اندر نگاهی چشم آهوی

---

[1] ج، میرداعی [2] ج، قاسم خان دیوان [3] نسخهٔ ب، در ذکر این شاعر عبارت ذیل نیز دارد ؛ ـ
"و دیگر شعر بلند او در خانه دیدم بسیار بر خود مغرور بود. ابتذال شعر هر کس بر می آورد کمالش این بود که معنی نابسته نمانده فقیر چند شعر خود برخواند گفتم ابتذال برآر. درماند تحسینها کرد. شاعر پخته بود ؛"
[4] ج، دارا شکوه [5] د، قطرهٔ تا می میتواند شد چرا گوهر شود ـ

همچو دزدی که بباغ از گذر آب رود | از رگ تاک بمیخانه رهی پیدا کن
باغ را از رخنهٔ دیوار می بینم مباد | باغبان تا در کشاید موسم گل بگذرد
بر سرم آمد ولی بسیار زود از من گذشت | دولت تیزی که می گویند شمشیر تو بود
تو چون سیل از برستان گذشتی | چو صحرا سینهٔ چاکی بما ماند
نشان آب حیاتم چه می دهی ای خضر | کجاست سرمه از دیده ها نهان گشتن
فرصتی خواهم که یکشب با تو بزم آرا شوم | میکنم تا شمع روشن صبح روشن می شود
کسی در عاشقی هم پیشه را چون من نمی خواهد | خورم گر آب شیرین بیادم کوهکن آید
چون سر زلفش بدستم افتد از خودی روم | همچو طفلان اول شب خواب میگیرد مرا
روز وصل تو گم کنم خود را | تو بدولت رسیده را مانم[1]

میرزا رفیع دستور

در اوائل عهد جهانگیری در گذشته در سخنوری و نکته سنجی دستور العمل بوده - دو رباعی از و بخاطر است .

ای درد تو ام قرین قرین راچه کنم | وین پردهٔ روی تست دین راچه کنم
ز اندیشهٔ غیر تو تهی سازم دل | فکر تو حجاب تست این راچه کنم
از مهر شهود عکس آن بدر منیر | گردی شده نور دلبری عالمگیر
عالم همه آینه و انسان در وی | جامی است ز آئینه که شد عکس پذیر

ملا دانا

بعنوان نبشگری در سرکار امرای عظام بسر میبرد[2] - صاحب تلاش و معنی یاب بوده - این چند بیت از زادهای طبع اوست

در عشق ابلهیست بتقلید گفتگو | این راه را چو سایه بپای کسان مپو
بر بند سنگ بر شکم از فاقه چون گهر | بفروش خویش را و نگهدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است ای نا چون هلال | مصرعهٔ برجسته باید گو پس از ماهی رسد

---

[1] ب: لب تشنه تیغیم بگو قاتل مارا | کو آب که شیرینی جان زد دل مارا
[2] ب: - در سرکار امیر خان منسلک بود -

۱۷م محمد امین ذوقی[۱]

صاحب مذاقِ چاشنی سخن بود۔ یک بیت از و بیاد است ؎

گناہم را عذابی باید از دوزخ فزون ترسم ۔۔۔ کہ سوزاندم بداغ ہجر فردای قیامت ہم

۱۸م عاقل خان رازی[۲]

در[۳] عنفوان جوانی مشق شعر کردہ کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی بتقلید عارفان گفتہ۔ بیشتر مطالب نسخۂ امواج خوبی بنظم آوردہ۔ چند تصنیف بی مزہ دیگر ہم دارد۔ این دو بیت از وست ؎

عشق کہ آسان نمود آہ چہ دشوار بود ۔۔۔ ہجر کہ دشوار بود یار چہ آسان گرفت

تنہا نشستہ ایم و طلبگار چون خودیم ۔۔۔ مکتوب اشتیاق بعنقا نوشتہ ایم

۱۹م میرزا حسن بیگ رفیع

پیش نذر محمد خان والی توران بخدمت منشی گری علاقہ داشت۔ چون بہند آمد بادشاہ قدردان شاہجہان او را منصب پانصدی سرفراز ساخت در عہد عالمگیر شاہ بخدمت دیوان بیوتات کشمیر مشرف اندوز گردید آخر در دارالخلافہ باجل طبعی در گذشت[۴]۔ چون بادشاہ او را خدمت جای مسفر مود بزودی تغیر نمودہ بحضور می طلبید این بیت گفتہ گذرانید ؎

یک زمان فاصلہ نیست سفرہائی مرا ۔۔۔ رفتن و آمدن من بہ نفس می ماند

برین بیت خود اکثر فخر میکرد۔ شہرت تمام دارد ؎

عمر گر خوش گذرد زندگی خضر کم است ۔۔۔ ور نباخوش گذرد نیم نفس بسیار است

میر معز موسوی خان دخل کرد کہ نباخوش درست نیست یا ناخوش می باید گفت یا بناخوشی مرزا شنیدہ "بتلخی گذرد" درست کردہ۔ اما شعر از مزہ افتاد۔ دیگر اشعار تلاشی بسیار دارد۔ مثنوی در تعریف شاہجہان آباد گفتہ چنانچہ در تعریف تخت مرصع کار گوید ؎

۱؎ ج:- در ریاض۲؎ در رازی ہے:- ریاض۳؎ نسخہ ب:- اینجا عبارت ذیل دارد:-

"نواب عاقل خان رازی صاحب صوبہ دارالخلافہ شاہجہان آباد۔ امیر با تدبیر، عادل انصاف گستر، رعیت پرور، نیک نفس حق شناس صوفی مشرب است۔ خلق خدا در سایۂ احسان و الطاف او آسودہ۔ و مرفہ الحال در عالم جوانی مشق شعر بسیار کردہ۔ کتاب مرقع در زمین مثنوی مولوی روم عارفانہ فرمودہ۔ گل و بلبل، شمع و پروانہ، قصہ پدماوت و مدہمالت را بنظم آوردہ نام نہادہ، و در آنجا داد سخنوری دادہ و خدایش دیرگاہ دارد"

۴؎ ب:- یکچندی با فقیر ہیچکی بود و شبہا باہم صحبت میداشتیم۔ در چالاکی طبع فقیر حیران میشد۔ مرد بی بدل بود خدایش بیامرزد۔

اگر پاسبانش شود مست خواب　　بروبش فشانند زیاقوت آب

در صفت عمارات عالی بنیاد بادشاهی خوب گفته ؎

خداز[1] نقشش را بجای رسباند　　که آتش زهمراهی سنگ ماند

در تعریف انار باغ حیات بخش گفته ؎

انار دلکش آن تازه بستان　　بود بی دانه همچو نار پستان

نواب علیة العالیه[2] بیگم صاحب این بیت را بسیار خوش کرده پانصد روپیه صله دادند. این رباعی

در تنزل احوال خود گفته بعرض عالمگیر شاه رساند که بیت آخرش این است ؎

گفتم[3] قدمی پیش روم پس رفتم　　در بخت لطیر پای معکوس من

این چند شعر از زادهای طبع اوست ؎

چو رشته از گهرم گر لباس پوشانی　　بر آورم سرخود در امان بعریانی

چو غنچه که بود درمیان خرمن گل　　نشسته ام بدل جمع در پریشانی

خوشم که غیر نه گنجد میانهٔ من و تو　　چو خاتم و نگین است خانهٔ من و تو

از وطن یاری نیامد بامن شیدا برون　　آمدم مانند دست از آستین تنها برون

خویش را آشنای حرف مکن　　نقطهٔ امتحان کاتب باش

ای جرس این همه فریاد ز دل تنگی چیست　　شکر ها کن که دلت جای طپیدن دارد

چها کنم[4] دل او گر شود بفرمانم　　جنون بسر زده را دسترس بسنگ مباد

بی لب لعل تو می خوردیم دل راز و شراب　　محتسب بنشیں که مارا باده خود گرد[5] احتساب

سید پاک گوهر میر محمد علی رائج

از سادات سیالکوت مرد لیست قلندر وضع. آزاد مشرب. مشق سخن را پخته کرده. صاحب

فکر و معنی بلند است از دوست ؎

جز هوائی نبود این همه ما و من ما　　خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما

---

[1] د. قضا [2] لا. علیة العالیه [3] ب. خواهم [4] د. چها کنم که دل او شود بفرمانم [5] ب. باده خود گیر حساب

هر کرا[۱] دنیا و دین هر دو به مطلب باشد — در نظر جلوهٔ قرآن مذهب باشد

ای حریفان را براهت رفته از سر هوش ما — ز انتظارت دیدهٔ قربانیان آغوش شها

ز چین ابروی او جوهر شمشیر میریزد — ز ناله مژگان چو بر هم یک نیستان تیر میریزد

که جز بر صفحهٔ وحدت تواند بست نقش او — ز رنگ خود مصور رنگ این تصویر میریزد

رهست ز سعی وصل یار ور نه مطلب آسان بود — نمی شد گر برون از آستین دست تو دامان بود

بجنگ ما و من بردن یکه از وحدت کمر بستم — ز خود بیرون شد نهادم کفم شمشیر عریان بود

۲۳ سید والا نسب محمد زمان راسخ

از خوش خیالان زمان و بلند فطرتان جهانست طبعی عالی و فکر رسا دارد. و در نازک بندی و معنی یابی داد سخنوری میدهد. صفائی ذهن و حدت طبع او بمرتبه کمال است فقیر سرخوش مطلعی گفته بود. میر معز و غیره صاحب سخنان همه خوش کرده و پسندیده بودند. هیچکس جای انگشت نداشت ؎

سرخوش

باندک تلخی اندوه عشرتهائی ارزد — بتشویش خلال این نعمت دنیائی ارزد

میر شنیده گفت لفظ تلخی بیجاست. همان ساعت فکر کرده لفظ کاوش بجای آن رسانید[۲] فقیر با این قدر اصلاح او را استاد خود میدانند[۳]. در شهر سرهند ودیعت حیات سپرد. تاریخ رحلت آن عزیز الوجود فقیر چنین یافته ؎

محمد زمان راسخ خوش خیال — دریغا بجان آفرین جان سپرد

چو تاریخ فوتش دل از عقل خواست — خرد گفت با دل که راسخ بمرد

دیگر مادهٔ تاریخ این مصرعه است ع

راسخ دم بود محمد زمان

این شعرها از زادهای طبع اوست. ادائی دارد ؎

یادی از شام غم ناله خموشان کردیم — مشتی از سرمه گرفتیم و پریشان کردیم

جامهٔ صبر به بالائی جنون تنگ آمد — هر چه از دست برآمد بگریبان کردیم

---

۱ این بیت در بعضی نسخه‌ها نیست ۲ ه ر الحق بجائی این لفظ در قالب شعر دمیده ست ب ۳ در اکبرآباد مدتی با هم صحبت داشته‌ایم مشق ما کرده‌ایم

زگلگشت چمن بیرون چو آن سرو خرامان شد — کشاد بال قمری باغ را چاک گریبان شد
خرابی های عاشق بر فروزد رنگ رخسارش[1] — پریدنهای رنگم آتشش را بادِ دامان شد
از ظهورِ عشق عالم یک تجلّی بیش نیست — ریخت رنگی در پریدن طرح این کاشانه بست
بود از دردِ وحشت تشنهٔ در خون طپیدنها — شود دامن ته پا صید را گردِ رمیدنها
جهان دیگرم پرواز را باید کزین عالم — چو چشم خفته بگذشتم ببال آرمیدنها
اثر بنالهٔ عاشق ز اضطراب خود است — چو برق جوهر تیغم ز پیچ و تاب خود است
سرم خوش است ز جام شراب تشنه لبی — جبین بادیه را صندل از سراب خود است
یاد چشم سرمه آلودش ز خویشم می برد — میکند گرد رم آهو ز خود پنهان مرا
جلوه گاه آه گرمم گر شود میخانها — خشک گردد می چو خونِ نافه در پیمانها
خرمنم در انتظار برق هستی سوز اوست — میپرد همچون شرار از شوق چشم وا نها
گشت خون از درد عشق آخر دل غم پیشه ام — از می خویش است چون یاقوت رنگین شیشه ام
هر قدم در بی ستون خون دل گم کرده ام[2] — با شکست شیشه می جوشد صدای تیشه ام

میر روحی

بر حقیقت او کماهی آگاهی نیست یک شعر او بمن رسیده و خوش آمده ؎

به کیش سخت دلان هم فسردگی ننگ است — گواه این سخن است آتشی که در سنگ است

آقا رضوی[3]

یکتا بیت او از بیاض شاه ماهر انتخاب شده است ؎

بر ندارد عشق هرگز دست از دامان حسن — گر بسوزی سرو را قمری سمندر می شود

محمد رضی کشمیری[4]

یک بیت او نیز خوش گاه اهل سخن گشته خوش اندیشه بوده است ؎

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد — که شاخ نخل پیوندی به ازدال ثمر گیرد

---

۱ ب: حسن رخسارش ۲ ج: هر قدم در بی ستون غم دل گم کرده ام ۳ ب: رضی ۴ ب: محمد حسین ضیا کشمیری، ج: محمد رضا کشمیری۔

ملا رضوان ٤٧

از ولایت آمده در لاهور توطن گرفته بود[۱] صاحب دو بیت بیش نبود. دران دو بیت نیز ابتذال برآورده بیچاره را پیمانه ساختند ؎

نگر ساقی کمر در خدمت میخانه می بندد — که چون نرگس بهر انگشت خود پیمانه می بندد[۲]

معنی این رباعی را تازه یافته بود یاران پسند نمودند مطلع بخاطر نیست ؎

چون پیر شدی مشو ز مردان غافل — صبح شب مهتاب نهان می باشد[۳]

حاجی محمد جان قدسی یک بیت در جواب بیت اولش رسانده ؎

یکجام خمارم نبرد کاش چو نرگس — بودی بهر انگشت مرا ساغر دیگر

زکی همدانی ٤٨

از احوال او کماهی اطلاع نه. این سه بیت از دست ؎

نه نکهتی ز گلی نی پیامی از نجاری — درین چمن بچه دل خوش کند گرفتاری

غرض الم بود از زخم ورنه فرقی نیست — میان چاک دلی و شگاف دیواری

اگر حریف بلای هلاک خویش نخواه — چرا که آرزوی مرگ عافیت طلبی است

زمانا[۴] ٤٩

در معنی یابی یگانهٔ زمانه بود. این چند بیت اوست ؎

در دسر کیفیت پیمانهٔ فرزانگی ست — نشئهٔ آسودگی در بادهٔ دیوانگی ست

نی تغافل از تو می بینم نه روی دل ز جور — گر چنین است آشنائی صرف در بیگانگی ست

قوت بال طلب تا هست کوتاهی مکن — از حرم تا دیر یک پرواز مرغ خانگی ست

آنچه بی روی تو منظور نظر داشته ایم — آستین است که بر دیدهٔ تر داشته ایم

اشک در راه طلب تخت روان است مرا — زحمت کام ازین بادیه بر داشته ایم

---

۱ ب. هرگاه به شاهجهان آبادمی آمد با ما گرمجوشیها میکرد ۲ ب. این بیت که در سخنوری فخر میکرد از دیوان محمد جان قدسی ابتذال آن دیده شد ۳ ب. فقیر این معنی را چنین درست کرد. سرخوش ؎

فتد یاقوت از آب و رنگ پیش لعل می نوشش — بود صبح شب ماهتاب گوهر بناگوشش

۴ ذکر این شاعر در نسخهٔ ب نیست. لا، زمان ۵ ج. داشته ام.

محمد قلی سلیم ۵۱

درزمان شاهجهان بادشاه از ولایت بهند آمده داد خوش خیالی و معنی یابی داده. در ملازمت نواب اسلام خان وزیر اعظم میگذرانید[1]. وشعرهای برجسته دارد. از وست ؎

چشم تو ز بیماری خود بر سر ناز است
مژگان تو همچون شب بیمار دراز است

گدای کوی خرابا تم و غمم این است
که باده آتش سوزان و کاسه چوبین است

دل چو شد گرم زمی جلوهٔ معشوق کند
ماهی موم بآتش چو رسد آب شود

در تلاش سوختن چو کاغذ آتش زده
داغهای سینه ام باهم بجنگ افتاده است

توان از دانهای سبحه دانست
که دلها را بدلها هست راهی

نوبهار است و چمن در پی سامان گل است
ابر بر روی هوا دود چراغان گل است

بسته کمر کینم از قبضه کمان او
در کشتن من تیغش افتاده بیک پهلو

بیماری چشمش از تعویذ چو بربسبند
از پردهٔ چشم آرند خوبان ورق آهو

بعیش آباد هندوستان غم پیری نمی باشد
که مو نتواند از شرم کمر تا شد سفید اینجا

کمتر نیم از قیصر و فغفور که من هم
در هند سیه بختی خود شاه سلیم

سالک یزدی و سالک قزوینی ۵۱

هر دو همعصر بودند. در عهد شاهجهان بادشاه در هندوستان آمده کوس سخنوری نواختند. در تلاش سخن و کوشش معنی یابی هر دو کامل و استاد فن. اما غیرت آنقدر نداشتند که یک تخلص را دو کس چرا اختیار کرده اند. این چند بیت از سالک یزدی است ؎

شکست شیشهٔ خاطر ز ساغرم پیدا است
چو لاله داغ دل از کاسهٔ سرم پیدا است

جواب نامهٔ من غیر ناامیدی نیست
ز دست سودن بال کبوترم پیدا است

از بس بدست کرده ام آشفته نالها
چون زلف دلبران شده شاخ غزالها

---

[1] نواب هرگاه ذوق شعرخوانی پیدا می کرده میفرمود که دیوان سلیم که مضامین هر شعر در دست بیارید یعنی بحر موّاج بود. معنی از هر که می یافت می بست. سوای این از خود هم شعرهای برجسته دارد ۲ ب. حریفان ۳. هروی ۴ ب. و در اواخر عهد شاهجهان در لیعت حیات سپردند ۵ ب. هروی.

در و در خت زلف بصد قیمت جانست ——— دیوانه زلبس پرشده زنجیر گرانست

عجب مدار که طوطی شود شریک هما ——— شکر ز درد تو در شیر استخوان دارم

ز دست یکسر ناخن مدد نمیخواهم ——— برنگ غنچه بدل شوق جامه در دارم

از ما به اسیران قفس باد بشارت ——— کز بیضه بیک منزلی دام رسیدیم

صحبت ما عاقبت با دوست در خواهد گرفت ——— ما سراپا خار خشکیم او سراپا آتش است

من اشعار بلاغت شعار سالک قزوینی

کبک از حیرت رفتار قیامت زایش ——— بسکه ایستاده برد ریخته خون در پایش

بیرون نرود مرد ز قید هنر خویش ——— طاؤس اسیر است بگلدام پر خویش

چین بر جبین ز جنبش هر خس نمی زنند ——— دریا دلان چو آب گهر آرمیده اند

سائر مشهدی ۵۲

شاعر خوش خیال بوده در هند نیامده - این چند بیت او از بیاض میر معز موسوی برداشته شد

پرتو عمر چراغیست که در بزم وجود ——— به نسیم مژه برهم زدنی خاموش است

مینا تهی از گردش چشمی شراب شد ——— خم گرد باد بادیهٔ اضطراب شد

چون گرفتاری من دید محبت فرمود ——— که دگر دام نسازند قفس نفروشند

قافلان بیگ سپاهی ۵۳

خوش فکر بوده و همراه ایلچی هند بایران رفته با صائب وغیره شعرای آنجا صحبت داشته

یک بیت صائب را بالمشافه تحسین کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و ایشان پیش فقیر -

صائب ——— مجنون به یک بادیه غمهای دل شمرد ——— یاد زمانه که غم دل حساب داشت

ملحقات خلاصه: ب: به یک منزلی در دام رسیدیم ۵۲ ب افتاده ۵۳ ب: "سائر مشهدی و قافلان بیگ سپاهی" نیز معصران یکدگر بودند فقیر بر حقیقت ایشان نیز مطلع نیست - اما اینقدر رسیده که هر دو خوش فکر و تازه خیال اند - سائر در هندوستان نیامده و قافلان بیگ سپاهی همراه ایلچی هندوستان بایران رفته با شعرای آنجا صحبت داشته خصوص با صائب مکرر هم صحبت بود یک بیت صائب بالمشافه تعریف بسیار کرده بهند آورده پیش محمد علی ماهر نقل کرد و مشار الیه پیش فقیر نقل کرده آن بیت اینست بیت: مجنون به یک بادیه غمهای دل شمرد ——— نازم زمانه که غم دل حساب داشت ——— صائب به افرین هم دارد اما او را اینجا خوش آمده شد در چشمت -

اشعار میرزا صائب ازین هم بلندتر است مگر آن عزیز راهمین خوش آمده - منه

رسید یار من از گرد راه میخواهم | کمر کشاید و خنجر بمن حواله کند
شد سفید از گریه چشم بسته شد راه نظر | رشته کی از پنبهٔ نمناک می آید برون
ازان میان که تو داری گذشتن آسان نیست | ز دجله گر گذری آب تا کمر باشد

۵۴ حکیم سیدا[1]

صاحب این شعر است خوش فکر معلوم میشود ؎

در انتظارت ای ثمر دل شگوفه وار | چشمم سفید گشت و تو در دیده بوده[2]

۵۵ حاجی محمد اسلم سالم

از نوکران عمده اعظم شاه عالیجاه است بسیار خوش فکر و معنی یاب است - این بیت او آئینهٔ خیال بلند اوست ؎

نه بند و بر قفا[3] او بار دست جور ظالم را | همان پیش است پیکان از هوا چون تیر بر گردد

فقیر سرخوش نیز بشوق این معنی قصد کرده - بلکه تیری بر تیرش زده ؎

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوی فلک | وقت برگشتن بود پیکانش آخر سوی تو

۵۶ محمد صالح ستار[4]

بطرف بنگاله بوده بسیار خوش ادا است - از وست ؎

کجا بهم میکند ورمی پرستی همت مینا | که گر یک ساغرش کمتر دهی زنار می بندد

۵۷ میرزا سنجر[5]

در زمان شاهجهان سرامد سخنوران بود - این چند بیت از وست صاحب تلاش بود ؎

چشمم بره راه هند میخواران که کی باران شود | ابر میخواهند مستان خانه گو ویران شود
از آب زر سنجر شیرویه نقش بود | کین را نسب به تیشهٔ فرهاد میرسد
داغم به نمک خشک شد و زخم بالماس | آگه کن از ین تجربه مرهم طلبان را

---

[1] ج: حکیم سیدا. د: سعید. ب: سعیدا. [2] ج: حاجی محمد اسلم سلیم [3] ب: ورقفا [4] ب: محمد ستار. رقم ۵۶ [5] د: سنجر. ب: همین یک بیت نوشته است و دیگر هر سه شعر در ذکر ستار درج کرده است -

تیره بنشینی گرت خالیست از روغن چراغ　　کلبۂ فقر و قناعت را بود روزن چراغ

سیاح

صاحب همین بیت است دیگر از وی شعر خوب بگوش نخورده ــه

ولی با[1] عقده در جمیعت سامان نمی باشد　　صدف را تا بود گوهر لب خندان نمی باشد

میر سید علی سید

سید[2] تخلص داشت در ولایت با میر معز هم طرح بوده مشق او را نیز کم از مشق میر نتوان گفت[3] این چند بیت از زاده های طبع اوست ــه

از باده برفروخته حسن فرنگ را　　خطش لب شیشه کرده پر یزاد رنگ را

در بحر وجود ش دو جهان نقش بر آبست　　با هستی او هستی ما موج سرابست

معماری اقلیم دل ما نتوان کرد　　چندان که در و دیده کند کار خرابست

نمودی می شفقی چهره فرنگ ترا　　بناز[4] بالش گل تکیه داد رنگ ترا

فتد گر جانب بستان[5] گذر آن شوخ سرکش را　　کند گلگون پریدنهای رنگ لاله ابرش را

بقدر خویش در هر نشه هر کس عالمی دارد　　سپهری چون حباب می نباشد ندمکش را

خوش آنساعت که بینم در کنار خویش جالش را　　چو گل واکرده باشم غنچۂ بند قبایش را

نیم غافل کند گر جلوه بر خاکم پس از مردن　　جواب از دل طپیدن می دهم آواز پایش را

فرنگی زادۂ در اصفهان دل برده از دستم　　که هند از تیره بختی های من باشد حنایش را

چنانم دیده لبریز از خیال آن بدن باشد　　که هر مو بر تن سیمین او مژگان من باشد

ز بس لبها و نداز خود ز شوق گفتگوی او　　صدای پا بگوش آید چو جانان در سخن باشد

نگارین کی شود سید کف دریا دلان هرگز　　حنائی پنجۂ مرجان ز خون خویشتن باشد

بصحرائی که ناز[6] از جلوه گردانند عنانش را　　جواهر سرمه سازند آهوان ریگ روانش را

مرا افگند وحشتهای عشق او بصحرائی　　که از مژگان شیران[7] سبزه باشد آهوانش را

---

[1] ج: بی عقده [2] ب: خلف میر رضی بیوتات کشمیر برادر خورد میر احمد خان داماد شاهنواز خان سید تخلص میکرد. بهند نیامده [3] ب: خط هم بطرز ولایت بسیار شیرین می نویسد. اشعار او را میر معز بهند آورده [4] ب: بتارش [5] ب: صحرا [6] و: یار [7] ج: شیرین -

چسپان آرم در آغوش آن بت گیسو مسلسل را ‌‌ ‌ که نتواند بخود بیخوابه دیدا ز ناز[1] مخمل را
حسن را فتراک گیری بدست اندازاوست ‌ ‌ شوخ چشمان را رگ گردن کمند نازاوست
هر کجا گردد شکار افگن قیامت میشود ‌ ‌ شور محشر گوش بر آواز طبل بازاوست
این چه رنگست که از عکس گل رخسار تست[2] ‌ ‌ جوهر آیینه ابر شفق آلود شود

۱۸۰ سید[3] علی خان

خوش نویس بجواهر رقم خان خطاب داشت۔ گاهی فکر سخن میکرد چون تخلص نداشت۔ نامش را بجای تخلص اعتبار نموده شد۔ ازوست ؎

نفسم سوخته فریاد خموشی دارم ‌ ‌ ناله در گرد سرمه فروشی دارم
بیا بلبل با آهنگی که میدانی بکش هوی ‌ ‌ که از خود رفتنی در پیش دارم تا سر کوی
من آن مرغم که آهنگ نوی[4] در بهر قفس دارم ‌ ‌ صفیری میکشم تا نعره داری از نفس دارم

۱۸۱ میر جلال الدین سیادت

در لاهور توطن داشته صاحب فکر معانی و تلاش بلند بود اما چون من طالع شهرت و قبولیت نداشت[5] ؎

مجو رفعت اگر چون مور میخواهی سر خود را ‌ ‌ مکن مقراض عمر خویشتن بال و پر خود را
تماشای جهان اهل عدم را در نظر باشد ‌ ‌ توان از خانهٔ تاریک دیدن حال بیرون را
ما لذت حیات زغفلت نیافتیم ‌ ‌ چون نشهٔ شراب که در خواب بگذرد
نمی خواهم که دنیا را نظر بر حال من افتد ‌ ‌ که چون طاوس از زینت گره بر بال من افتد
خبر ز زنده دلی نیست اهل مدرسه را ‌ ‌ که دل بسان مگس در کتاب می میرد
چون آفتاب لب بام آخر وصل است ‌ ‌ رسید بر سر ناخن حنای عشرت ما[6]
مگر ستارهٔ بختم شرار کاغذ بود ‌ ‌ که تا نسوخت مرا از سرم نکرد گذر

---

[1] ب، ناز [2] ب، رخسارش [3] و: سید عنایت خان [4] ب، خدمت داروغگی کتابخانه سرکار والا داشت [5] ا۔ نوی [6] ه جمال الدین سیادت۔ ب، سعادت خلف میر جمال الدین محدث بوده [7] ب، وقتیکه برای مطلع شاهجهان آباد آمده بود۔ یک دو صحبت فقیر را باوی اتفاق ملاقات افتاده۔ مرد عزیزی بوده۔ قریب یکدو جزو در بیاض من اشعار بخط خود نوشته۔ در معنی های تازه یافتن و خوب بستن کوتاهی نکرده

جدا از قید آرامی ندارد جان محزونم　　بچشم حلقهٔ زنجیر باشد خواب مجنونم[1]

ملا اسیرابی[2]

۶۲

در عهد جهانگیر شاه بهند آمد مرد خوش طبع و خوش فکر بود. گویند روزی در مجلس نواب قلیچ خان حاضر شد. نواب فرمود که ملا اسیرابی ما هم فکر میکنیم شعرهای ما را شنیده. عرض کرد نشنیده ام عنایت فرمایند مستفید خواهم شد. فرمود که سفینهٔ من بیارید. بیاض آوردند. بدست گرفته چند غزل بی سروپا و چند بیت بی معنی و نامربوط برخواند. سیرابی چند جا دخل کرد و اظهار استادی خود نمود. نواب برآشفت و زبان بفحش و دشنام کشود. شاعر سر فرو کرده می شنید بعد از آن برخاست و عرض کرد که نواب سلامت. این نثر نواب به از نظم نواب است. از اشعار او بالفعل دو شعر بنظر در آمده. از وست ــه

در چشم ترم رنگ جهان برق و سراب است[3]　　تا دیده بهم برزنم این خانه خراب است

مژگان من از گریه بسیار فرو ریخت　　آخر فتند آن نخل که نزدیک بآب است

حکیم سرمد[4]

۶۳

مجذوب وضع سروپا برهنه بود بمذاق تصوف آشنائی تمام داشت و گاه گاه فکر[5] رباعی میکرد. داراشکوه خلف[6] بادشاه از راه موحدی او را دوست میداشت. پیش بادشاه تعریف او کرد[7] خلیفهٔ الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش و تحقیق کشف و کرامات او فرستاد خان معزالیه آمده او را دید و باز بخدمت شاه رفت و اظهار احوال او باین بیت نمود ــه

بر سرمد برهنه کرامات تهمت است　　کشفی که ظاهر است[8] از و کشف عورت است

در اوائل جلوس عالمگیر شاه بسبب الحاد و عریانی بفتوای علمای زمان تقتل رسیده از سرمد است.

رباعی.

سرمد چه طلسم را که در وا کردم　　در شام دریچهٔ سحر وا کردم

هر چند که خواب را ز سر وا کردم　　دیدم همه خواب تا نظر وا کردم

---

[1] نسخهٔ ب. این بیت نیز دارد. بمست ساغر بکف انجمن تصویرم. که خود پیشتر از باده کشیدن رفتم [2] ب. سرابی [3] لا. در چشم جهان رنگ جهان برق سرابست [4] فکر شعر میکرد. رباعیات او مشهور است. بیشتر رباعی میگفت [5] ب. پسر کلان شاهجهان [6] ب. پیش بادشاه تعریف کرده طلب حضور نمود. روزی که داخل اردوی معلّیٰ شد حضرت خلیفه خدا الهی عنایت خان آشنا را برای تفتیش. . . . . [7] ب. درد د. برو.

سرمدکه زجام عشق مستش کردند | بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خداپرستی و هشیاری | مستش کردند و بت پرستش کردند
هرکس که سر حقیقتش باور شد | او پهن تر از سپهر پهناور شد
ملّا گوید که بر فلک شد احمد | سرمد گوید که فلک با احمد در شد

سرخوش

خادم درویشان بلکه خاکپای ایشان محمد افضل سرخوش از خانه زادان شاه عالمگیر است۔ یکچند در عالم جوانی در پی دولت دنیا و تلاش منصب و جاه سرگردانی بسیار کشید آخر[1] بتوفیق الله در شاهجهان آباد گوشه عزلت اختیار نموده خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانست ؎

نیست در عالم بهشتی خوشتر از خلوت مرا | دوزخی نبود بتر از گرمی صحبت مرا
دولت بیدار عرفان داد حق الحمد البدل | کرد گر گردون دون محروم از دولت مرا

بکرم الهی اکثر عزیزان کامل را که درین عصر بودند دریافت و با جمیع خوش خیالان که درین زمان کوس سخنوری مینواختند صحبتها داشت و استفاده ها نمود اما اعتماد هیچ کمالی برخود ندارد مگر گاهی بخاطر میگذرد که با صاحب کمالان آمیزش داشته ام هر آئینه بی نصیب نخواهم بود جمال همنشینان اثری کرده باشد چنانچه مرزا صائب فرماید ؎

اگرچه نیک نیم خاکپای نیکانم | عجب که تشنه بمانم سفال ریحانم

گفته اند که شناخت عارف و شاعر و خواننده اصول موسیقی با خبر و غیرهم بسیار دشوار است مگر تحقیق شود که با کدام کامل صحبت داشته و با کدام هنرور اختلاط ورزیده قیاس حال او از ان عزیز کنند چنانچه مولوی معنوی فرماید ؎

گر تو نشناسی کسی را از ظلام | بنگر او را کوشش سازیده امام

چند شعر از زاده های طبع ناقص خود می نگارد که باری باین وسیله در شمار عزیزان و قطار بندگان ایشان در آید این چند بیت خوش کرده عزیزان صاحب کمال است ؎

---

[1] مطلب: آخر چون دید که سعی بجای نرسید بوسیله خدمتی بعلوفه قلیل قناعت نموده در شاهجهان آباد پای در دامن عزلت کشید خدمت درویشان را سرمایهٔ سعادت دانسته از فیض صحبت ایشان بهره تمام حاصل کرده ۱۱۲۵ه۔ سازنده

سرخوش

هوشیاری را حجاب یار میدانیم ما — بیخودی را بزم بی اغیار میدانیم ما

تیز می سازد بقتل عاشقان شمشیر را — این قدر هم رحم از و بسیار میدانیم ما

چنین گر میگذارد ضعف جسم ناتوانم را — حبابی میتواند آسمان گشتن جهانم را

بتنگ نالیست در شب هجران ز تب مرا — کز فرقت تو خیمه زده جان بلب مرا

کجا فقیر بدل جا دهد تونگر را — زمین فرو نبرد همچو قطره گوهر را

پیموده ایم بسکه ره گلعذار ها — از فرق ما چو شانه گذشتست خار ها

مبند دل بزر و مال در جهان سرخوش — بهر دو دست صدف سان مچسپ گهر را

آئینه دار حسن بود ذره ذره ام — گشتم سپند آتش خود چون شرار ها

کنم ز باده گوارا بدل غم او را — توان بآب فرو برد تلخ دارو را

چه گفتگوی که چشمش نمی کند با من — از و بپرس که داند زبان آهو را

نفس را غالب چو بینی از لباس تن برآ — راهزن چون تیغ بردارد ز پیراهن برآ

نظری بر گل شبنم زده افتاد مرا — آمد از زخم نمک سود جگر یاد مرا

ز چشم شوخ کردی تیره روز لاله و گل را — بخاک سرمه کشتی شعلهٔ آواز بلبل را

نیست ذوق گفتگو طبع مآل اندیش را — میکنم چون خانه خود پامال حرف خویش را

نیستم آزاد از قید خطش هر جا روم — چون قلم پایم ز خود پیدا کند زنجیر ها

عمر چون تصویر صرف راز پوشی شد مرا — هر دو لب چسپیده مشق خموشی شد مرا

شکوه پادشهانست کشتگان ترا — جنازه تخت روان است کشتگان ترا

کوزهٔ دولاب شد هر دانه اش — بسکه گرید سبحه بر تقوی ما

منعمان را حرص زر باقیست تا روز حساب — تشنه آخر تشنه خیزد گر کشد دریا بخواب

رشته واری از تعلق ساز نقص عزلت است — نغمهٔ تار رگ گوهر شکست قیمت است

برق جولانی که بی پرواه از زین وادی گذشت — چشم آهو همچو ابر تیره از باران پر است

راه گم گشته دشتی مطلب بناکامی مرا — بخت من چون چشم آهو در سیاهی نشستنست

نیست شاهی جدا از فقر که طبل — گویم از پوست کنده کشکول است

تا مرا یکپای ثابت در طریق یار گشت — پای دیگر گرد آن از شوق چون پرکار گشت

بیهوده دل زاهد کشان[1] وسوسه ناک است — از یک قدح باده حساب همه پاک است

از خوشهٔ انگور عیان شد که درین باغ — شیرازهٔ جمعیت دلها رگ تاک است

شریک صاف دلان اند خامشان در رنج — شکست آئینه زخمی بروی تمثال است

غنچه تبسم براه نازنینم بشکند — برگ گل در زیر پایش کم ز لخت شیشه نیست

بود واعظ ز علم باطن اعمی — که چشمانش چو عینک در کتابست

ای حشر بخاک من بیتاب چه شور است — بر داشتن همین لحظه مرا خواب چه شور است

از ورق گردانی دیوان کسی ارشته نیست — در همه دیوان او یک مصرع برجسته نیست

از دامن وصال جدا نیست دست عشق — پای چراغ حسن تو بخت سیاه ماست

شیرینی سخن برعایت مقدم است — کی حق این نبات ز حق نمک کم است

ز احسان بر بند رخنهٔ دیوار دشمنی — زخمی دهان پر گله را لقمه مرهم است

بر اوج جاه غرور دلی رسا گردد — به پشت بام[2] دو بالا عصای پا گردد

کفر و دین متفق بوحدت اوست — سخن هر دو لب یکی باشد

ساز بزم عشرت مالی رخنت از کار ماند — نغمه از بس نارسای چون گره در تار ماند

تا نظر بر حسن صیادم فتاد از زیر دام — دانه از حیرت چو مغز پسته در منقار ماند

ساز هم در جنگ بر دل ساز جنگی میشود — نی چو گیرد وصل با پیکان خدنگی میشود

ناگهان گیر است کین دست از جان شسته — دل چو پیر از داغ حرمان شد پلنگی میشود

رونق بیداد او از اضطراب ما بود — جوهر شمشیر نازش پیچ و تاب ما بود

برق پیش وحشت ما پای خواب آلوده است — عرصهٔ کونین یک گام از شتاب ما بود

تنزل پیشه کی از تیره روز بها حزین باشد — که بالا شام اگر شد صبح در زیر زمین باشد

زمین و آسمان در میکشی فرمانبرت گردد — سرت چو گردد از مستی جهان گرد سرت گردد

محال ست این که بعد از مرگ هم دست از تو بردارم — که گر من خاک گردم گرد دامان تو خواهم شد

---

[1] ب۔ باده کشان [2] ب۔ بام

تن[1] مده اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود چاک شود

چنان بی روی او آمادهٔ شیون بود گلشن — که گر ناخن زنی بر ساغر گل در صدا آید

رزق را روزی رسان مقدار هر پیمانه داد — خوشه را چندین شکم داد و بهر یک دانه داد

از زر و مال جهان عریان تنان وارسته اند — غنچه سان اندر گره خود را چو گوهر بسته اند

نالهٔ ما صورتی بگرفت بلبل ساختند — لخت های دل بیکجا جمع شد گل ساختند

خط او شد سبزی کز بخت ما بر داشتند — دود دل آمد بروی کار کاکل ساختند

آنچه کم از طاقت ما شد به تمکینش فزود — صبر ما بردند در چشمش تغافل ساختند

مردم و از جستجوی او نیاسایم هنوز — مید و د چون ریشه زیر خاک اعضایم هنوز

بسکه از نامحرمان پوشیده دارم راز خویش — همچو خط سر تا بپایم سرمهٔ آواز خویش

نه بندد در دلم صورت تمنای خط و خالش — ز شوخی نقش بر آبست در آئینه تمثالش

چسان برخواند آن مه نامهٔ مشتاق دیدارش — که خط را همچو ظلمت محو سازد نور رخسارش

هر دهن دست گذارد ز ادب گل بچمن — که بگوشش نو کند عرض پریشانی خویش

رنگ صد بسمل طپیدن ریختی در جان برق — در گرفت از شعلهٔ شمع رخت دامان برق

سینه سوزان محبت را بچشم کم مبین — هر شراری دارد اینجا در بغل سامان برق

ظلمت زدای هستی من شد ضیای دل — گشتم نهان برنگ گهر در صفای دل

بسکه بگداز د ز شرم حسن آن رخسار گل — عطر ماند بر کفش چینید چو در گلزار گل

زیب خوبان دگر از زیور و لعل و دُر است — بر لبت بس رنگ پان و گوشهٔ دستار گل

کی شود از ناز با ما خاکساران چار چشم — آنکه می پوشد زگرد سبزه در گلزار چشم

دین و دنیا خورد در هم تا که ما پیدا شدیم — از میان این دو کف همچو صدا پیدا شدیم

افغان من خبر دهد از حال خسته ام — بر تیر آه نامهٔ اعمال بسته ام

عشوه هر دم چشمکی میزد ز شوخی سوی من — من هم از پرواز رنگ خود اشارت داشتم

---

[1] در بهار عجم این شعر چنین آماده است —

تن مده اختلاط چسپان را — جامهٔ تنگ زود پاره شود

جنبش لب در حدیث عشق پر بی لطف بود   از طپیدنهای دل با او حکایت داشتم

راحتی کز نشئه سرخوش بعزلت یافتم   داشتم تصدیع گر با خضر صحبت داشتم

تا ز حرف جستجویش دم زدم   چون دو لب کونین را برهم زدم

سکوت داد نشاط دگر درین چمنم   سخن بخنده بدل شد چو غنچه در دهنم

زبس سعی دگر هر گام در راه فنا دارم   چو برق از گرمی رفتار آتش زیر پا دارم

زبس شرمم تو ریزد در رنگ خاموشی بکام من   چو شمعم گر زبان جنبد عرق گردد کلام من

ز آبادی فزاید شور سودا در دماغ من   سواد شهر مشک سوده افشاند بداغ من

چه پروا عاشق وارسته را از آفت دوران   که باشد آتشین چون غنچه دامن بر چراغ من

فزاید کاوش غم حسن شور انگیز سودا را   که ناخن جلوهٔ ابرو کند بر چشم داغ من

هموار ز کس نه بلند آزار   نتوان کف دست را گزیدن

مردم از حسرت ز پیغامی دلم را شاد کن   ای که میگفتی فراموشت نسازم یاد کن

سرمهٔ چشمت گلوی عاشقان از ناله بست   هر قدر میخواهی اکنون جور کن بیداد کن

هرزه نالیهایت ای دل سخت درد سر فزود   دور شو بی صبر از پهلوی ما فریاد کن

بصحرای سر افگند حسن بی نشان او   که از خود رفتن مجنون بود ریگ روان او

گرانست از نزاکت نشئهٔ می بر دماغ او   ز بار رنگ صهبا بشکند چون گل ایاغ او

مزاجش تاب شور نعرهٔ مستان کجا دارد   که برهم می شود از قلقل مینا دماغ او

چه پرسی ظالم از حال بخون آغشته تیغت   که بر روی نمک خوابیده همچون لاله داغ او

شد آب بسکه پیش رخت از حیا نگاه   ریزد برنگ اشک ز مژگان ما نگاه

لبریز ناله گشت زبس پای تا سرم   چون نی بود بدیدهٔ زارم صدا نگاه

شکار افگن درین صحرا گذر تا کرد گلروی   چو داغ لاله در خون خفته هر سو چشم آهوی

ز گرداب گهر نبود رهای اهل دنیا را   بسا کشتی درین یک قطرهٔ آبست دریائی

کشیدم در چمن آه از غم آن گل بافسوسی   درون بیضه بلبل سوخت چون شمعی بفانوسی

شراب از شرم لعلش بسکه هردم رنگ گرداند   ندانم شیشه صهباست یا در جلوه طاوسی

رباعی

خواهی که قدم براه حق بگذاری | باید که بکف دامن پیری آری
بی آئینه پنبه در نگیرد هر گز | یک عمر اگر در آفتابش داری

از باده مرا فزون شود عقل و شعور | ساغر خضر راه نشاط است و سرور
می روشنی طبع بود سر خوش را | روغن همه در چراغ گردد نور

در اهل جهان بود قناعت کمتر | مادر زاد است حرص در طبع بشر
بنگر که خورد طفل چو یک پستان شیر | در دست بگیرد سر پستان دگر

هر کس که بود ز سیم و زر زیب و فرش | باشد پس مرگ ناگزیر از سفر ش
بنگر که چو شود جامهٔ زر باف کهن | سوزند در آتش از پی سیم و زرش

شانی تکلو ۹۵

صاحب سخن و استاد فن بود. شعرهای برجسته دارد. مثنوی در مدح شاه عباس فرمانروای ایران بسیار بتلاش گفته. شاه بیت او پسندیده او را بزر کشید ؎

اگر دشمن کشد ساغر و گر دوست | بطاق ابروی مستانهٔ اوست

صد دور بهر ساعت در شهر توی گردم | من گرد سر شهری از بهر تو میگردم

عشقم چنان گداخت که موران تر تنم | عضوی نیافتند که ناخن فرو کنند

دیروز توبه کرده ام و امشب بپای خم | آن طاقتم نماند که می در سبو کنند

ملا شیدا ۹۶

در اواخر عهد جهانگیری و اوائل جلوس شاهجهان بعرصهٔ هند آمده هنگامهٔ سخنوری را گرم داشته شاعر غرا پر گو قافیه پیماست. در عهد خود یگانهٔ زمانه بوده روزی در مجلس سخنوران ذکر این

لهٔ ب.. باعتقاد خود معنی های تازه می یافت اما یاران ابتذال از هر یک شعر او برمی آوردند چنانچه شیخ فیروز سعد الله خانی را باوی در دار الخیر اجمیر اتفاق صحبت افتاده هر بیت که او میخواند ابتذال آن می خواند. عاجز شد و گفت آخر هم من چیزی دارم شیخ گفت ظاهر از شما باشد ـ

شیدا | ای بروی تو کنم آئینه را چشم نیاز | شانه را دست دعا در شام زلف تو دراز

این بیت هم حرف زدنی بیش نیست. رساله وزین ماده ترتیب داده هرچه شیدا خوانده مع ابتذالش در آنجا نوشته. میر معز موسوی یک مطلع اش را روزی بسیار تحسین میکرد فقیر گفت مطلع خوب است لیکن پیش مصرع خوب نرسیده. آخر بدیهه فقیر آنجا پهان معنی را مطلع دیگر ساخت و هر دو مصرع خوب رسانده ـ

مطلع او در میان آمده - همه خوش کردند ؎

بسکه انپاشته اشکم رُخ کاهی از خون　　مژه ام بسته بهم چون پر ماهی از خون

فقیر گفت پیش مصرعه خوب نرسیده است - بدیهه مطلعی ساختم ؎

بسکه میرود ز دسر شک از دیده گریبان ما　　بسته از خون چو پر ماهی بهم مژگان ما

وقتیکه این مطلع قصیده را گفت در میان آورد ؎

شیدا　چیست دانی بادهٔ گلگون مصفا جوهری　　حسن را پروردگاری عشق را پیغمبری

یاران خوش کردند و در تراز با بستند - چون بسمع مبارک[1] بادشاه دین پناه رسید - بیدماغ شده زبان بتکفیر او کشود که تعریف این ام الخبائث که حرمت آن به نص قرآن ثابت است چنین گفته - باید که از ملک ما بدر آید - چون حکم باخراج او صادر شد - بوسیله یکی از مقربان این قطعه گذرانید و بادشاه رحیم دل را بر حال خود مهربان ساخت ؎

شیدا　جهان پناها شاها بقدر جاه و جلال　　نیا فرید خدا چون ترا عدیل و نظیر

بوصف می زده سر از من این مصرع خوش　　که گشته در زبان همه صغیر و کبیر

اگرچه لفظش عام است معنیش خاص است　　بخاص و عام بود شهره همچو بدر منیر

چنین که میکش اسرار مولوی جامی　　که هست گفته او دور از تقصیر

بوصف می ز صراحی دو باره قلقل می　　به از چهار قلش گفت و فارغ از تکفیر

مرا به کفر چه نسبت بود که به زمنی　　سخن چنین کند و هیچ نایدش بضمیر

مرا چو شاه براند کجا توانم رفت　　بگاه راندن از کف کجا رود شمشیر

این بیت ملا جامی برای استشهاد ملا این جا نوشته شد ؎

از صراحی دو باره قلقل می　　نزد جامی به از چهار قل است

بر قصیدهٔ خان زمان محمد جان قدسی ملک الشعرا که گفته ؎

عالم از نالهٔ من بی تو چنان تنگ فضاست　　که سپند از سر آتش نتواند برخاست

مناظره کرده که همه صاحب سخنان پسندیدند -

---

[1] ب ، - شاهجهان -

مشهور است[1] که شاعر ظریف طبع بی باک شوخ دهن هجوگو حاضر جواب بوده، هجو استاد زمان طالب آملی که از امرای پادشاهی بوده چنین گفته ؎

شب و روز مخدوم ما طالبا　　پی جیفهٔ دنیوی در تگ است

مگر قول پیغمبر آمد بجای　　که دنیاست مردار و طالب سگ است

بیت دیگر در هجو جناب مسکی و بخیلی حکیم حاذق چنین گفته ؎

[2]

....

هجو میرزا امر الله پسر خانخانان که او را معظمی میگفتند بسیار بلطافت گفته ؎

[3]

....

[4]

گویند وقتیکه رایات عالیات بسیر کشمیر تشریف برد. در آنجا شالی کهنه چند ساله ذخیره در سرکار جمع شده بود[5]. حکم شد که چهارم حصه بشاگرد پیشه تنخواه نمایند. برات شیدا نیز بند شد. پیش اسلام خان دیوان اعلیٰ رفته اظهار ابرام نمود. یساولان بی حرمتش کرده از پیش نظر راندند. چنانچه دستارش از سر افتاد. بانگ برداشت که نواب سلامت عرضی دارم برای خدا بشنو. چون قدرے نزدیک بردند گفت. عزتی که من در دیوان شما یافته ام شما نیز بدیوان من خواهید یافت. نواب متبسم شد.

---

[1] ب، چه تصرفات و گفتگوها و مناظرها نکرده [2] فحش است لهذا حذف شد [3] این هم فحش است [4] ج، روزی در مجمع سحرا نشسته بود. اظهری شاعر نابینا در آنجا حاضر گشت یک بیت تازه گفته بود در مجلس بی محابا برخواند ؎

خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین　　من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم

ملا شیدا گفت. مثل هندی مشهور است که زن نابینا را خدا نگهبان است [5] ب، حکم شد که چهارم حصه طلب نقدی شاگرد پیشه وضع نموده. شالی ذخیره تنخواه نمایند. دران ایام شیدا پنج روپیه یومیه داشت برات این هم بند شد. پیش نواب اسلام خان، که وزیر اعظم بود عرض کرد که من شاعرم و پادشاه این قلیل وجه بصیغه تصدق فرق سبارک بمن میدهند شالی گرفتن بمن چه مناسبت دارد. نواب فرمود حکم عام است که بشاگرد پیشه چهارم حصه شالی تنخواه نمایند برای تو من ضابطه دیگر نتوانم کرد. اگر میخواهی بگیر و الا فلا. شیدا اسماجت و ابرام زیاده از حد نمود. نواب فرمود که دور کنید. بمجرد حکم یساولان و میر توزکان خفتش کردند چنانچه دستارش از گردنش بر زمین افتاد. گرفته بیرون کنهره افگندند شیدا بانگ برداشت نواب سلامت عرضی دارم. برای خدا بشنو. نواب فرمود که بیارید. نزدیک آمده گفت نواب سلامت عزتی که من در دیوان شما یافته ام. شما هم در دیوان من خواهید یافت. نواب خندید. برات او دستخط معالی کردند.

براتش در دست گرفته دستخط معافی نوشت - اگرچه اشعارش مشهور است این چند بیت خوشگاه میر معز قلمی گردد۔

مرا نیاز ترا ناز هر دو می زیبد — چنانکه زیر و بم ساز هر دوی زیبد
چون غنچه دل از دوست جدا شد گره مرا — مژگان بهم چو بند قبا شد گره مرا
پنجهٔ اهل سخا در جانب دست گدا — وقت رفتن غنچه و هنگام برگشتن گل است
مرد غم را از طرب تازه دماغی نبود — خانهٔ آتش زده محتاج چراغی نبود
ساده لوحی که بیک غمزه دلم شیدا کرد — آنقدر مشق ستم کرد که خط پیدا کرد
تو از تسکین من از حیرت نه ایمای نه تقریری — بدان مانند که هم بزم است تصویری به تصویری
اگر گیسو برافشانی هوا در مشک تر پیچی — دگر رخساره بنمای شب‌ها در سحر پیچی
فسونگر داند آن خاکی که از وی بوی نار[1] آید — شناسم بوی زلفت را اگر در مشک تر پیچی
خورم ز دست غمست[3] خون ناب را تنها — چنانکه میکش مفلس شراب را تنها
گهی بر و بتو گه بسوی گل نگرم — کند مقابله کس چون کتاب را تنها
چو عندلیب بخواند کتاب خندهٔ گل — تبسم تو بود انتخاب خندهٔ گل
جفا نگر که بدیوان عشق می طلبند — ز آب دیدهٔ بلبل حساب خندهٔ گل
حریر شعلهٔ ما را در آب می بافند — کتان ما بشب ماهتاب می بافند
بعشق خواب طلب میکنی برو غافل — بکارخانهٔ مخمل که خواب می بافند
یک ابر برنیامده باچشم ترکه ما — یک لاله سر نکرده بداغ جگر که ما
گل خنده این قدر نکند روز و شب که تو — بلبل ننالد این همه شام و سحر که ما
عشق با حسن است هر جا هر صورت که هست — حلقه گردد طوق قمری گر شود در چوب سرو
شهید[4] حسرت آغوشت ای نازک بدن گشتم — بجای موی سر در ماتمم بند قبا بخشا

۸۷ شادمان

از سلاطین زاده‌های قوم گکهر است. ملک ایشان مابین پنجاب و حسن ابدال واقع است۔

---

[1] ب: - [2] ب: یار [3] ب: غمش [4] ب: شهید حیرت عشق توای نازک بدن گشتم ـ

منصب ترک نموده در وطن گوشهٔ انزوا اختیار کرده. طبعی درست داشت. دیوانی بطرز قدما ترتیب داده. اما آنچه در صاحب سخنان از وی شهرتی دارد این بیت است ؎

شاخ شکسته گل ندهد لیک زلف یار ... هر جا شکست خورد گل آفتاب داد

روزی شیخ عبد العزیز داروغه عرض مکرر که عزت تخلص داشت پیش فقیر نقل کرد که بادشاه عالمگیر امروز از من پرسید که شادمان سوای این بیت شعر دیگر هم خوب دارد. بنده عرض کرد یک بیت دیگر او نیز هم برجسته و درهم تلاشی است. از وست ؎

جز من کسی دگر ز سلاطین روزگار ... یندی به روی بحر ز گوهر نبسته است

فقیر گفت بادشاه عالمگیر شعر فهم نیست بطالع شما جهانگیر شاه نبود و الا امید بود که کار بکجا میکشید. در حضور بادشاه این چه طور شعر بود که خواندند. بیت فخریهٔ اوست. از شعور شما بعید است تامل کرد و گفت. فلانی راست میگوی خطای عظیم بود. حق تعالی بخیر عفو کرد.

شوقی[۱]

از وی این بیت شوق افزاست. غیر ازین بگوش نخورده ؎

اسیر عشق و گرفتار قید تقدیرم ... چو شیر از دو طرف میکشند زنجیرم

میر[۲] هادی نشر

درین عصر در ایران هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد. شعر عارفانه میگوید ؎

بیاد تو گلی چو غنچه شب لتنگ بنشستم ... سحر چو جیب صبرم چاک شد خود را همان دیدم

فقیر سرخوش نیز ازین قبیل بیتی رسانده ؎

دست در دامن معشوق زدم دوش بخواب ... دامن خود بکفم بود چو بیدار شدم

شرف[۳] الدین حسین

ازین عزیز نیز یک بیت از زبان میان ناصر علی شنیده شد ؎

حسرت نظر نکرده چشم سیاه کیست ... شور جنون صدای شکست کلاه کیست

[۱] در نسخهٔ ج این شعر در ذکر شادمان نوشته است. [۲] ب: میر محمد هادی نشر تخلص در ولایت هنگامهٔ سخنوری را گرم دارد. [۳] ج: محمد شرف الدین.

۱۷۱ شریف تبریزی

یک رباعی او از سفینۂ محمد علی ماہر نوشتہ شد۔ رباعی

پوشیدن چشم من بدیدن ماند　　بر پای نشستنم برفتن ماند

پابند بہیچ ماندہ ام برسر راہ　　چون حرف کہ بر زبان الکن ماند

۱۷۲ شعیب

از دو بیت بنظر در آمدہ خوش فکر و صاحب خیال و تلاش است؎

بست ز خندہ نمک بر جراحت جان ریخت　　نمک ز تنگی جا از لب نمکدان ریخت

زمانہ دفتر اوصاف حسن یوسف را　　ز شرم حسن تو بردہ بچاہ کنعان ریخت

۱۷۳ شوکت بخاری

بسیار نازک خیال و صاحب تلاش و معنی یاب بودہ است۔ گویند از خاک توران مثل او برنخاستہ اشعارش در ایران و سخنوران شہرت تمام دارد؎

ہمچو گندم بہ عدم زاد سفر می بندم　　نان نہ کردہ خود را بکمر می بندم

از بہر قطع کردن نخل حیات تو　　چون ارّہ دو سر نفس اندر کشاکش است

خطی کہ بیاقوت تو نظارہ پسند است　　گر دلیست کہ از آمدن خندہ بلند است

شہادت نامۂ ما قاصدی دیگر نمی خواہد　　برد مکتوب ما را چون دم تیغ تو بر گردد

خانۂ ما کم از فناکدہ نیست　　چشم عنقا چراغ خلوت ماست

دور از چشم تو نکشاید دل از بستان مرا　　می نماید ترکش پر تیر نرگس دان مرا

لطب۔ نمیدانم کہ کجاست وکیست ۲ب،۔ از تازہ گویان می نماید ۳ب۔ صاحب تلاش بودہ در درست گفتن عاجز چنانکہ ازین دو بیت معلوم خواہد شد؎

شوکت،　خطی کہ بیاقوت تو نظارہ پسند است　　گر دلیست کہ از آمدن خندہ بلند است

سرخوش،　غبار خط کہ عیان از لب نگار شدہ　　کہ گرد آمدن خندہ آشکار شدہ

شوکت،　در شہر فنا با خاک یکسان بود از پستی　　پی داخل شدن چون شمع در دیدم سر خود را

سرخوش،　پشت تر باشد در ملک فنا از خاک ہم　　تا ندزدی سر برنگ شمع آنجا راہ نیست

۴لہ،۔ ز عدم ـــ

از غبارم گردباد سرمه خیزد بعد مرگ — بسکه دارد گردش چشم تو سرگردان مرا

عیار رنگ عاشق گردد از بخت سیاه کامل — طلای زعفران را جبهٔ هندو محک باشد

در شهر فنا با خاک یکسان بود از پستی — پی داخل شدن چون شمع دزدیدم[1] قد خود را

سواد هند را میخانهٔ اندیشه میدانم — حنای پای سبز انرا می ته شیشه میدانم

در از بیگانگی شوخی بروی آشنا بندد — که از وحشت بشام دیدهٔ آهو حنا بندد

نیست از حسرت دیدار تو چشم خالی — نم اشکم چو هوا گشت نگه میگردد

آمادهٔ فنا نکند زندگی قبول — دست رد است رعشهٔ پیری حیات را

فزون شد از سواد خط فروغ حسن جانان را — صفای این مو میل سرمه شد چشم سلیمان را

غریق بحر وحدت جلوهٔ کثرت نمی بیند — بزیر آب نتوان دید موج روی دریا را

قامت خم باشد انگشت اشارت سوی خاک — خویش را پیران نشان از منزل خود میدهند

می نماید گردش گردون ضعیفان را قوی — مور را در حلقه میگردد بروی آسیا

یک داغ می نماید از دل هزار داغ — آئینه خانه است چراغان بیک چراغ

رشتهٔ نظارهٔ خودبین کم از زنار نیست — چشم پوشیدن ز خود خود را مسلمان ساختن

زنهار از جادهٔ افتادگی بیرون مرو — کین ره خوابیده دارد سر بزانوی بهشت

نمک از خنده دارد پستهٔ لعل سخن گویش — ز شیرینی بود حلوای سوهان چین ابرویش

دیوانه کرد بسکه هوایت بهار را — باشد کف از شگوفه بلب شاخسار را

مبادا دل ز بیم شام هجرانش غمین باشد — بروز وصل میخواهم که عالم بیزمین باشد

چون دو ناخن هر دو عالم را بهم آورده اند — عاشقان از پای خود تا خار را بیرون کنند

بود موج تبسم جنبش گهوارهٔ نازش — خبر از گریه ام آن طفل بی پروا کجا دارد

نمانده است نشانی بغیر نام ز من — مرا کسی که به بزم تو برد نامم برد

مرزا محمد علی صائب تبریزی[2]

در ملک اصفهان کوس رستمی می نواخت، در تمام عالم آوازهٔ اشعار جواهر عیار خویش انداخته

---

[1] ب: در سر خود را

ازز مانی که زبان سخن آشنا شد چنین معنی یاب خوش خیال بلند فکر بر روی عرصه نیامده۔ در حین حیات دیوانش مشهور و اشعارش عالمگیر بود۔ خنکار روم وغیره بادشاہان در نامہ ہای خود از والی ایران در خواست دیوان او میکردند۔ شاہ بر سم تحفگی و ہدایا میفرستاد۔ در عہد صاحب قران ثانی شاہجہان بادشاہ بہند آمده چندی با ظفر خان در کابل بوده ہمراہ او تا دکن سیر کرده باز باصفہان رفت۔ با نواب جعفر خان نیز دوستی داشت۔ از ولایت این بیت بنواب نوشت ؎

دور دستانرا باحسان یاد کردن ہمت است   ورنہ ہر نخلی بپای خود ثمر می افگند

نواب پنجہزار روپیہ صلہ این بیت بوی فرستاد۔ و قدرت سخن آفرینی و جدت طبع بحدی داشت که روزی راقم که یکی از شاگردان او بود۔ مصرعی مہمل طرزی[1] گفته آورد ع

از شیشہ بی می می بی شیشہ طلب کن

صائب بدیہہ پیش مصرع رساند ؎

حق را زدل خالی زاندیشہ طلب کن

وقتی با یاران در راہی بیگذشت سگی نشسته دید۔ حالت سگ اینست که در وقت ایستادن سرنگون و ہنگام نشستن سربلند می باشد۔ مصرع بر زبان آورد ع

سگ نشسته زایستاده سرفراز تراست

بعد از ان بی تامل پیش مصرع رساند ع

شود ز گوشہ نشینی فزون رعونت نفس

در پیش مصرع مطلع بابا فغانی تصرفی کرده که مستحسن جمیع سخن سنجان گردید ؎

فغانی   بوقت صبحدم نالان بگلگشت چمن رفتم   نهادم روی بر روی گل از خویشتن رفتم

صائب   بوقت صبحدم گریان چو شبنم در چمن رفتم   نهادم روی بر روی گل و از خویشتن رفتم

ہمچنین کارستانہا در سخن بسیار کرده استاد استادان است۔ منہ

---

[1] ب: بر سبیل امتحان گفته گمانش این که پیش مصرع این رسیدن از جملہ محالات است۔ الحق غیر از طبع صائب کرا مجال که چنین پیش مصرع رساند۔ و این را بیت معنی دار کند۔

نماند ناله دل درد پیشهٔ ما را　　بسنگ سرمه شکستند شیشهٔ ما را

ورق گرداند پرواز نشاط از دفتر عالم　　بچشم انتظار افتاد دوران پریدنها

بر روی غافلان جهان خندهٔ سپهر　　از رود نیل کوچه بفرعون دادن است

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز　　تنگ تر گیرد ز مجنون در بغل صحرا مرا

چون قلم شد تنگ بر من از سیه روزی جهان　　نیست جز یک پشت ناخن دستگاه خنده ام

روی گردان نشود صاف دل از دشمن خویش　　آخر آئینه به بالین نفس می آید (؟)

بحر رحمت را تصور کرده بودم بیکنار　　از غبار خط بدور عارضت حیران شدم

طاعت کند سرشک ندامت گناه را　　بارش سفید میکند ابر سیاه را

زینت خود ساخت دولت هر چه را از کرد فقر　　مشعل شاه از کهن دلق گدایان روشن است

زمین کان نمک گردیده است از شور سودایم　　بجای گرد مجنون خیزد از دامان صحرایم

بآئین تمام از خم شراب صاف می آید　　عجب خیل پریزادی ز کوه قاف می آید

نیست هر آئینه را تاب رخ گل رنگ او　　هم مگر آئینه سازند از دل چو سنگ او

تو و دلجوئی عاشق زهی اندیشهٔ باطل　　غبار خط مگر آرد بیادت خاکساران را

پیشانی عفو ترا پرچین نسازد جرم ما　　آئینه کی برهم خورد از زشتی تمثالها

بچشم کم منگر جسم خاکساران را　　که این غبار بدامان یار نزدیکست

نه خط است این نمایان گشته از طرف بناگوشش　　که شد گردیدنیی سایه افگن از در گوشش

تماشای جمال خود چنان برداشت از هوشش　　که بیرون آورند از خانهٔ آئینه بر دوشش

ز شست صاف از دل بگذرد گرم آنچنان تیرش　　که از بوی کباب افتند بفکر زخم نخچیرش

هر که را دیدم سری دارد بپای یار خویش　　از برای تیر آه من کمانی میشود

طلبگار خدا را منزل از راه دور تر باشد　　بدریا چون رسد سیلاب آغاز سفر باشد

بیک کرشمه که در کار آسمان کردی　　هنوز می پرد از شوق چشم کوکب ها

بر کف دست اگر موی برون می آید　　میرسد دست بموی کمر یار مرا

پاک طینت را کمالی نیست دانشور شدن　　هیچ حاجت نیست خاک کربلا را زر شدن

این دو بیت بنام مرزا صائب شنیده بودم۔ حال معلوم شد که از دیگریست ؎

داغ فرزندی کند فرزند دیگر را عزیز۔ الخ

دوم این بیت که ؎

زینت خود ساخت دولت هر چه را از کرد فقر۔ الخ

مرزا صائب اشعار دلپسند عالمگیر بسیار دارد تا کجا نوشته آید۔ روزی در مجلس میر معز موسوی سخان نشسته بودم۔ سوداگری از ولایت آمده ظاهر ساخت که مرزا صائب وفات یافت میر و دیگر اعزه که در آنجا حاضر بودند افسوس ها خوردند۔ فقیر گفت "صائب وفات یافت" تاریخ رحلتش بی کم و کاست می شود۔ میر حساب کرده درست برآمد فرمود که مگر بیشتر فکر کرده بودی۔ گفتم دو سال پیش ازین تاریخ حکیم صاحب را "صاحب وفات یافت" یافته بودم "ذرّیا" "ذُرّها" تفاوت دو سال دیده فی الفور گفتم۔ بهر دو تاریخ تحسینها کردند۔ گویند مرقدش در باغچه پرازریاحین بر کنارهٔ رود واقعه است۔ صاحب سخنی در آنجا رسیده۔ این بیت نوشت ؎

ای صبا آهسته پا بر برگهای غنچه نه ۔ پاسبانان گلها صائب خوابیده است

میر صیدی[1]

نازک خیال و بلند فکر بوده۔ در زمان شاهجهان بادشاه بهند آمده غلغله این مطلع در مجمع سخنوران پای تخت انداخت[2] ؎

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش ۔ تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

دیوان رنگین از اشعار پر مضامین دارد۔ استاد فن و کامل سخن بود۔ گویند روزی بر لب جوی طرح ضیافت انداخته با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد این مطلع برجسته از طبع رسایش سر برزد ؎

---

[1] ب۔ گل بنه [2] د۔ میر صلائی [3] ب۔ از هر طرف تحسینها شنید۔ بر سر دروازه جا گرفت۔ روزی بیگم بر عماری فیل سوار شده۔ برای سیر باغ صاحب آباد میگذشت۔ از بالای بام به بانگ بلند برخواند مطلع ۔

برقع برخ افگنده برد ناز بباغش ۔ تا نکهت گل بیخته آید بدماغش

بیگم شنیده خوش شده پانصد روپیه صله عنایت فرمود۔

ازین خود کام یاران رنگ الفت می پرد مارا   که بهر صید ماهی خشک می خواهند دریا را

قضا را ماهی از آب برجست و در دامن او افتاد۔ آن را صلهٔ این شعر من جانب اللہ انگاشت۔ بشگون نیک برداشت در روز دیگر ضیافت این عطیهٔ عظمی ترتیب داد۔ فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده ؎

(سرخوش) ازین بی رحم صیادان رهائی کی شود مارا   که آتش می زنند از بهر یک نخچیر صحرا را
بگلزاری که بلبل ناز عرض لشکر حسنش   تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را

این نیز مقبول سخنوران گردید۔ خان والا شان مکرم خان خلف نواب شیخ میر سپه سالار شاه عالمگیر بیک دست خلعت این منتظر فضل الهی را نیز سرفراز نمود۔ حسن مطلعش را نیز جواب گفتم ؎

(صیدی) براه انتظارش گر گداز و تن چه خواهد شد   ز اعضا هیچ شی در پای چو نرگس بس بود مارا
(سرخوش) ز اسباب طرب چیزی دگر میکش نمی خواهد   همین دستی و جامی چو نرگس بس بود مارا

من اشعار میر صیدی ؎

از باغ رفتی و دل بلبل بناله ریخت   گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت
بی تو بلبل میکشد و نباله آهنگ مرا   بوی گل تعلیم میکند بد رنگ مرا
در غبار دل بهوسها را نهان کردیم پاک   در حیات خویش بردیم آرزوها را بخاک
سرگشتگی بطالع من باب کرده اند   یک می بساغر من و گرداب کرده اند
عجب دارم از طالع ساغر خود   که در ساختن نیز گردیده باشد
سوخت رشک شعله شمعم که در راه طلب   از نظرها کرده پنهان جادهٔ پیموده را
کم طالعی نگر که من دیار چون دو چشم   همسایه ایم و خانهٔ هم را ندیده ایم
کشتهٔ ناز تو آرام نمیداند چیست   گر بخاکش کنی آسودگی از خاک رود
ز بسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت   توان شناختن از هم غبار سوختگان
در جهان بود ازین پیش نشاطی و کنون   ما مکافات کش عشرت آن یار ایم
ندیدم جز قفس جای دگر تا دیده ام خود را   همین در ریختن ها کرد پروازی پر و بالم

سله ج، ا۔ یار۔ سله ج، بی طالعی۔

در بزم او مجال نشستن نیافتیم   چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را
غباری دارد از خط ماه رخسارش که گر یکجا   مصور جمع سازد صورت خالی نمیگردد
مرا شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد   سخن گر رو برو گوید بمن پیغام میگردد
بعد مرگ افتان و خیزان در هوای کوی او   استخوانم چون پر افتاده آید سوی او

حکیم محمد کاظم صاحب

خود را[1] مسیح البیان میگرفت. صاحب تخلص داشت. اکثر شعر بطرز مولوی روم میگفت دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده. بر پشت سر ورق هر دیوان تصویر خود منقش کنانیده. صورت و معنی خویش را در عالم جلوه میداد و مثنویها متعدد دارد و هر یکی را نام خوشی نهاده. یعنی آئینه خانه و پری خانه و ملاحت احمدی و صباحت یوسفی و کمال محمدی. و مجموعهٔ کلیات را به "انفاس مسیحی" موسوم ساخته. بر طبع و استادی خود مغرور بوده از غایت برخود غلطی اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسین میداشت. گویند روزی میر صیدی بدیدنش آمد او در خانه بکاری مشغول بود. میر ساعتی بنشست. دیوانش بر رحل مثل مصحف بتعظیم تمام نهاده بودند. بگشود. نگاهی کرد و برخاست و رفت. حکیم چون برآمد شنید که میر صیدی آمده بود. بمیر سامان خود گفت که چرا نگفتی که تا برآمدن من بمطالعهٔ دیوان محظوظ می شد[2]. باین تقصیر چند کره بآن بیچاره زد. این ماجرا بمیر صیدی رسید. روزی در دربار باهم دو چار شدند. حکیم عذر خواهی کرد که چرا انتظار من نکشیدند. زود برخاستند. باری دیوان من آنجا بود. بنظر گذشته باشد. حظ کرده باشید. میر گفت یکدو صفحه خواندم اما عجب انصاف است که شعر شما گویند و صله میر سامان بیابد[3]. این چند بیت از دست:

قدح کج کرده اشکی زان بت پیمان شکن دارم   گل ابری بمژگان یادگاری زان چمن دارم
دلی دنبال چشم او روان از خویشتن دارم   پی آهو چون آهو میدود این دل که من دارم

[1] و مسیح البیان خطاب داشت. و پانصدی منصب از قدیم الخدمتان عالمگیر بادشاه بود و صاحب تخلص میکرد.

[2] ج، باشاره [3] ب، بحضور بعض عزیزان گاهی فقیر میگفت که این چه طور شعر است که حکیم بر آن می نازد و از یاران تحسینها میخواهد. این را شنیده آزرده شده گله ها میکرد.

غافل آمد در برم آتشوخ بی پروا نشست — می طپید در سینه دل ترسم خبردارش کند

در گلستان بارها بر چشم تر مالیده ام — برگ گل نبود شناسم گوشهٔ دامان کیست

ما بخود دوست ندیدیم کسی را هرگز — که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رُباعی

برلاله خط کشید کان سنبل موست — گل را بگلاب شُست کین صفحه ردست

عالم همه اوست لیک نتوان گفتن — شه را لبسر انگشت نمودن نه نکوست

مارا بخدای خویشتن راهی هست — در ظلمت تن نور شهنشاهی هست

چشمک نه دن ستاره بی چیزی نیست — در پردهٔ عنبرین شب ماهی هست

پوشی تو اگر اطلس اگر باشی عور — کو آنکه ز نزدیک به بیند یا دور

شرم از که کنی درین حصار نیلی — در خانهٔ تاریک چه بینا و چه کور

خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

آقا محمد صادق

دانشمند خانی فاضل کامل بوده گاه گاهی فکر سخن نیز میکرد ساقی نامه بحسن ادا گفته[1] - این بیت ازوست ؎

رحم می آید مرا بر بلبل آن بوستان — کز نزاکتهای گل فریاد نتوانست کرد

صبوحی[2]

خوش فکر بوده یک بیت ازو بگوش خورده اینست ؎

غمم افزون شود چون دیگران گریند بر عالم — بلی دریا فزون میگردد از باران ساحلها

صامت

سوداگر در زمان شاه عالمگیر بهند آمده دیوانی مختصر موافق فکر خود دارد این دو بیت ازوست ؎

شگفتن غنچه بی رنگ و بو را میکند رسوا — همان بهتر که دست بی کرم در آستین باشد

مارا نگه چشم تو از چشم تو خوشتر — بادام صفای گل با دام ندارد

[1] ج: میرزا محمد علی ماہر اشعار خود پیش او میگذرانند - یک بیت او بخاطر است ۔ ص ۔ صوفی

(۸۰) میر ضیاء الدین دہلوی

خوش[1] اندیشہ بود یکدو صحبت در اوائل جلوس عالمگیر او را دیدہ ایم - از وست —

نشستہ در طلبِ دلربای خویشتنم | چو چشم می پرم اما بجای خویشتنم
جادہ ہمراہی من تا لبِ دریا کرد | عاقبت ہمرہِ کوتہ قدمم تنہا کرد
ہر کہ با جانان نشد سرگرم با آرام نیست | خالی از آسیب نبود بادہ تا در جام نیست
گہ دہان یار می بوسم زمستی گاہ چشم | پیش مستان ہیچ فرق از پستہ تا بادام نیست

(۸۱) طالب آملی

صاحب[2] طبع و ذو کمال و خوش فکر و خوش خیال بودہ و اشعار عالمگیر دارد - مرزا صائب وغیرہ سخنوران او را باستادی قبول دارند - این مطلع او در خاص و عام تمام شہرت دارد —

بتن بو یا کند گلہای تصویرِ نہالی را | بپا بیدار سازد خفتگان نقش قالی را

گویند برای این مصرع شش ماہ فکر کردہ پیش مصرع رساندہ —

ز غارت چمنت بر بہار منتہاست | کہ گل بدست تو از شاخ تازہ تر ماند
منہ جسمم[3] از غم فربہم نزار است | یک برگ گلم و دو جامہ دار است
آہم بکن ای شرم بہ نزدیکی آن کو | شاید بغلط یار ز من دست بشوید
شد ز نظارگیان خانۂ ہمسایہ خراب | مہ من بانو کہ فرمود کہ بر بام برآ
خانۂ تست دل و دیدہ ز باران سرشک | گر چکد آب دران خانہ درین خانہ بیا
ہر سنگ کہ بر سینہ زدم نقش تو نگرفت | آن ہم صنمی بہر پرستیدن من شد
گرمی عجب ز خوی تو نبود کہ در جہان | ہر آتشی کہ مرد بخوی تو جان سپرد
خواستم تا سینہ بخراشم بناخن جسم زار | در میان پنجہ ام مانند مو در شانہ ماند
لب از گفتن چنان بستم کہ گوئی | دہان بر چہرہ زخمی بود بہ شد

---

[1] ج: میر محمد ضیاء دہلوی ... ب: در مدرسہ چوک لعل دروازہ نشست گاہ داشت، مرد غریب و خوش فکر بودہ ... نسخہ ب: این شعر نیز دارد —

خالی ز رہبر است جہان ورنہ چون عصا | یک گام ہر کہ پیش نہد ہادی من است

[2] ب: داماد شیخ حاتم از امرایان جہانگیری، مرد صاحب کمال و صاحب طبع ... ب: ہیچکس جواب آن نتوانست گفت -

[3] ب: چشم ... ب: - تاریخ وفاتش "حشرش بعلی ابن ابی طالب باد" یافتہ اند -

حاجی طیّب[۱]

صوفی مشرب بوده ـ بیشتر رباعی فکر کرده از وست ـ

رباعی

ای دل سفری ازین جهان دون کن	از بهر گریز رخنه در گردون کن
در خانهٔ تاریک ازین بیش مخواب	بنگر که چه وقت است سری بیرون کن
در خواب گه جهان من شیدائی	چشمی بگشادم از سر بینائی
دیدم که درو نبود بیدار کسی	من نیز بخواب رفتم از تنهائی

۸۳ میر محمد طاهر[۲] حسینی

از مردم طالقان در اواخر سلطنت جهانگیر بادشاه بهند آمده بود ـ پیشهٔ تجارت داشت و از تاجران عمده و دولتمند بود و بحلیهٔ تقوی آراسته بود ـ در زمان شاهجهان با ظفر خان او را خلاط و محبت عظیم بود خان قدردان از راه آشنائی ذکر کمالاتش را در حضور بادشاه نمود ـ بر زبان مبارک گذشت که اگر نوکری اختیار کند به پانصدی منصب سربلندی سازیم خان معزالیه آمد و گفت اگر قبول این معنی نکنی از تو میرنجیم ـ میر این غزل در جواب انشا کرده غزل

دیوانه ایم بهر ما باشد لباس زندان	زنجیر گردن ماست زنجیر گریبان
بر ما بهیچ بسیار خواهیم به جنون زد	یک نعره وار راه است از شهر تا بیابان
ز افتادگان نیامد استادگی بخدمت	چون نقش پا برونم بیرون ز راه نتوان
چون تار سبحه نتوان از هر دری روان شد	صد در نمیتوان گشت از بهر یک لب نان
طرز غزل سرائی ختم است بر تو طاهر	معنی زلست امروز چون همت از ظفر خان
نسخهٔ دوران ز نفع انتخاب افتاده است	آنچه من میخواهم اکثر زین کتاب افتاده است
بهم این دستگیری منعمان اعلین تا دانی است	بدان ماند که دست کور را کور دگر گیرد

۸۴ ملا طغرا

شاعر خوش فکر و معنی یاب و منشی طبیعت بود ـ بیشتر در انشا پردازی اوقات بسر میبرد ـ در تعریف کشمیر و راه آن رسالها نوشته ـ در آنجا داد سخنوری داده ـ اشعارش نیز خالی[۳] از

[۱] ب: طیبی ـ ج: حاجی محمد طیب ـ د: طیبتی [۲] در نسخهٔ ب این شاعر مذکور نیست [۳] ب: خالی از چاشنی معانی نیست

مضامین نوشت ؎

خوش آن ساعت که بزم آرا نشینی بر لب جوی | خط پشت لب چشم قدح را گرد وا بر دی
آبرو میرود از دست بآمد شد غیر | چون حباب از همه جانب ره کاشانه به بند

میر نظام الدین احمد طالع[1]

از مستعدان زمانه است. و در جمیع علوم و فنون یگانه. از بس در تحقیق و تصوف دعوی همه دانی دارد همتش تنها بفن شاعری سر فرو نمی آرد. از دیگر علوم تصوف و تحقیق نیز چاشنی دارد. فقیر را در خدمت او اتحاد و اخلاص تمام است. و در باعی فقیر دو گواه این مدعاست ـ

سرخوش

تو صوفی صاف صاحب تمکینی | تو هادی کامل و حق آئینی
من مخلص تو بجان و تو مشفق من | من بنده چو خسرو و تو نظام الدینی
دل بهر کمالات پریشان چکنم | کافیست مرا نشه عرفان چکنم
میرزای نظام دین محمد همه دان | من سرخوش بیچاره یکی دان چکنم

در موسم خربزه سرده های شیرین فرستاد این رباعی نوشتم ـ

رباعی

از خربزه های بخشش میرزایم | چون جان شیرین شاد است سراپایم
در شکر وش خواستم زبان بکشایم | چسپیده ز شیرینی آن لب هایم

میرزای حلاوت سنج معنی این رباعی در جواب نوشت ـ

رباعی

ای در دل اهل ذوق و وجدان جایت | عبد اخلاص خالصت میرزایت
از بسکه بقلب خویشتن داری دوست | چون اهل زمانه وانشد لب هایت

---

[1] در نسخه (ب) این شاعر در باب نون مذکور است. و آنجا تخلصش مائل رقم نموده است. اما در نسخه (ج) نوشته است که مائل تخلص برادر کلانش میر قطب الدین بود سلمه چ میرزا قطب الدین مائل برادر کلانش شمی از راه استهزا گفت. ایشان خود لیاقت سلطان نظام الدین شدن دارند. پر ظاهر است اشاره به کمال خسرو داده گفتم وقتیکه ایشان نظام الدین اولیا خواهند بود. مرا خسرو شدن چه قدر بعید است. قصیده در نعت گفته بود چون باین بیت رسید ؎

فخر دارم بر جنید و شبلی و بر بایزید
از جناب تا مرا گشته نظام الدین خطاب

محمد اخلاص واثق (کذا، وامق) تخلص حاضر بود. گفت اول از جناب برآئید بعد از ان فخر بر پاکان کنید ـ

روزی این بیت حافظ شیراز در نغمه میخواندند. خوش آمد با هم طرح کرده ایم. حافظ راست ؎

مزرع سبز فلک دیدم و داس مه نو — یادم از کشتهٔ خویش آمد و هنگام درو

عزیزی دیگر راست ؎

تخم دیگر بکف آریم و بکاریم ز نو — کانچه کشتیم ز خجلت نتوان کرد درو

سرخوش: هر کس انبار کند خرمنی از گندم و جو — من ناکاشته تخمی خجلم وقت درو

طالع: با شدت رنج دوئی حال این گندم و جو — آنچه ناکاشته حیف تو هنگام درو

وله: جدا از هستی خود شو که همرنگ صفا گردی — اگر قالب تهی از خود کنی ماه سما گردی

قناعت عالمی دارد خدا را پا بدامن کش — ز طفلی رم نمودی پیر گشتی تا کجا گردی

بخیر اندیشی عالم بر آور نام چون طالع — دلی را گر بدست آری بجانت تو لوا گردی

بر سر شورش میاور خاطر پر شور را — نیست آسان دست کردن خانهٔ زنبور را

وقت پیری بی مذاق تلخ نتوان زیستن — کی تواند داشت بی فلفل کسی کافور را

از غلط اندازی دوران مشو ایمن که شخص — میشمارد اختر تابان چراغ دور را

هیچ دل از تیغ او بی ریش نیست — آب در جریان بضبط خویش نیست

کثرت تکرار کلفت میدهد — عشرت دنیا نگاهی بیش نیست

۸۶ محمد طاهر

معلوم نیست که همان محمد طاهر است که بالا مذکور شد یا دیگر است ؎

لطف و دشنام تو تسکین دل مدهوش است — آتش از آب چه گرم و چه خنک خاموش است

۸۷ ملا ظهوری تبریزی[1]

در بیجاپور دکن علم خوشخیالی افراخته. در نظم و نثر ید بیضا داشت. در نثر رساله نورس و خوان خلیل و گلزار ابراهیم بنام ابراهیم عادل شاه بسیار خوب نوشته[2] و در ساقی نامه که بنام برهان الملک گفته داد سخنوری داده.[3] گویند وقتیکه پیش نظام شاه در احمد نگر فرستاد نظام شاه باوجود ناآشنائی

---

[1] ب: رنگ. [2] ب: ترشیزی. [3] ب: گفته هر فقره او سجع و معنی تازه دارد گویا نظم رنگین است که او را نثر کرده میخوانند. [4] ب: بسیار مربوط و پخته و استادانه گفته و تلاشها کرده و در شعرا معتبر است که چنین ساقی نامه کسی نگفته و نتواند گفت.

سخن[1] چندی زنجیر فیل پر از نقد و نفائس و جنس صله آن فرستاد ظهوری در قهوه خانه نشسته بود
تنباکو میکشید۔ فرستادہا قبض الوصول خواستند۔ قلم برداشت بر پارۂ کاغذی برنگاشته ع
که نشر[2] تسلیم کردند تسلیم کردم
یک چند از وجه کتابت قوت بهم میرسانید۔ کتاب روضة الصّفا را صد کرّت نوشت و
فروخت از وست ؎

چشم را پردۂ خود کرده بدیدن رفتم — پنبه در گوش نهادم بشنیدن رفتم
سجدۂ داغی بود تمنای جبین — کرد پیری مدد اینک بخمیدن رفتم

از دم تیغ نگه و تن[3] به طپیدن دهیم — سرمۂ حیرت کشیم دیده بدیدن دهیم
بند نقابی کشیم تیغ و ترنج آوریم — یوسف[4] و یعقوب را کف به بریدن دهیم

چراغ عاریتی تیرگی زیاده کند — بروشنائی شبهای تار سوگند است
ذوق حسنش بر تماشائی گل رخسار داشت — گرمی بر دند زود آئینه با خود کار داشت

دل پر از سوز محبت داغدار افتاده ام — لاله زار از دیگران در شعله زار افتاده ام
سربلندی می کنم دعوی گواه افتادگی ست — از عزیزانم دلیلم این که خوار افتاده ام

بجگر تشنگی خضر جگر میسوزد — که ز سرچشمۂ تیغی دم آبی نکشید
بحذر میگذر از خاک جگر سوختگان — دست بیرون نکشد شعله دامن گیری

عرفی شیرازی

از مستعدان زمانه بود در قصیده گوی و غزل پردازی یگانه۔ اشعارش بسبب اشتهار
ایراد نیافت۔ بهمین بیت که خوشگاه میان ناصر علی بود اکتفا نموده شمۂ از حالش رقمی گشت۔
از وست ؎

من ازین درد گرانمایه چه لذّت یابم — که باندازۂ آن صبر و ثباتم دادند

در مدّاحی میر ابوالفتح گیلانی و نواب خانخانان سپه سالار جهاکه نیافت۔ در سی و شش سالگی
در سنه تسع و تسعون و تسعمایه در لاهور درگذشت۔ و همانجا مدفون کردند۔ استاد البشر

---

[1] ب، ہفت [2] لا، که تسلیم کردند تسلیم کردم [3] ب، تن به طپیدن دهیم [4] یوسف یعقوب را۔

و هادی کلام عرفی شیرازی. تاریخش یافتند. از غایت اعتقاد که بجناب مفترض الطاعة علی المرتضی داشت
و بشوق دریافت خاک مرقد آن سرور این بیت بصد اشتیاق گفته بود. بیت قصیده ؎

بکاوش مژه از گور تا نجف بروم　　اگر بهند[1] بخاکم کنی و گر به تتار

آخر میر صابر اصفهانی نعش او را بعد از سی سال به نجف اشرف رسانید. ملا رونقی همدانی تاریخ یافت ؎

یگانه گوهر دریای معرفت عرفی　　که آسمان پی پرورده‌اش صدف آمد
چو عمر او بسر آمد ز گردش دوران　　شکست بر صدف اماي پر شغف آمد
بگوش چرخ رسانید حرف جانسوزی　　که عمرم از تو چو در معرض تلف آمد
بکاوش مژه از گور تا نجف بروم　　فگند تیر دعای و بر هدف آمد
رقم زد از پی تاریخ رونقی کلکم　　بکاوش مژه از هند[1] تا نجف آمد

گویند این رباعی در وقت نزع گفت —

عرفی دم نزع است و همان مستی تو　　آخر بچه مایه بار بربستی تو
فرداست که دوست نقد فردوس ابد[1]　　جویای متاع است و تهی دستی تو

آبروی هندوستان میان ناصر علی ۱۱۶

از اهل هند صاحب سخن بلند خیال معنی یاب ذی همت و کمال هجو او برنخاسته. از یاران قدیم فقیر بود از خورد سالگی یکجا باهم مشق سخن میکردیم. و صحبتها میداشتیم. این بیت رفیع حسب حال ماست ؎

طالع شهرت رسوائی مجنون بلیش است　　ورنه طشت من[1] از هر دو زیک بام افتاد

بقدر استعداد خود در هندوستان دستگاهی نیافت. در زمان بی فیض واقع شد. و الا این چنین نازک خیال.

---

[1] ب، ها لکم کنی [1] د، از گور. اما از هند درست می نماید. [1] د، ستوای شعر حسن خلق و دلگرمی و خداشناسی و همت و سخاوت و استغنا و بی پروائی بمرتبهٔ داردکه در هیچ مخلوقی دیده نمی شود چنانچه خود گفته ؎　　از سخن ما را دماغ دیگر است　　چون صدف مغز سر ما گوهر است
در اوائل شهرت همت خان خواهش دیدن او کرد و برفاقت میرزا محمد علی ماهر رفت بعد از شعر خوانیها خان مذکور بوی گفت که در مردم مغلیه خوب رسم است که یاران در خانهٔ یکدیگر مهمان میشوند امروز من بخانهٔ یاری رفته خوردم فردا او بخانهٔ من آمده خواهد خورد در مردم هندوستان از لیک طبع اند در غایت خست در خانهای خود پنهان شده میخورند. گفت مغلان نان را بقرض میدهند و هندوستانیان این شیوه عار دارند همت خان برهم خورد. روزی همراه سیف خان که با وی بسیار دوستی داشت بخانهٔ خان جهان بهادر کوکلتاش عالمگیری رفته و چون تکلف شعرخوانی کردند. این بیت را خواند ؎

اهل دنیا را بغفلت زنده دل پنداشتم　　خفته دائم مردگان را زنده می بینند بخواب

نواب هزار روپیه گذرانید قبول نکرد. روپیه سیف خان کرده گفت ما بخدمت این بزرگ می باشیم هرگاه گرسنه میشویم از مطبخش شوربای میرسد.

می باید ملک الشعرای عصر باشد۔ این رباعی فقیر در تعریف او شاہد کمال اوست۔ رباعی

در ملک سخن بود جہانگیر علی　　در مشرب دل ولی علی پیر علی
با شعر علی نمی رسد شعر کسی　　زانسان کہ خط کس بخط میر علی

در آخر عمر باشارہ مجذوبی در دار الخلافہ بدعوی قطبیت اقامت ورزید جنون ساختہ بہم رسانید وہم از دوستی بو علی قلندر میزد ششم مبارک رمضان سنہ یکہزار و یکصد و ہشت در گذشت فقیر تاریخش یافتہ ــــ

وارستہ علی ہمت بی پروا　　از راحت و رنج و دہر مستغنی رفت
وانہم چو تو جہش سوی معنی بود　　دل کندہ ز صورت کدۂ ہستی رفت
سر خوش ز خرد سال فاتش پرسید　　گفت آہ علی بعالم معنی رفت

در اوائل مشق روزی فقیر با وی گفت کہ بعضی اعزہ میگویند کہ مسودہ اشعار ملا ندیم بدست ناصر علی افتادہ و اشعار آنرا بنام خود میخواند۔ گفت امتحان شاعر طرح غزل است بیائید باہم طرح غزل کنیم۔ این غزل در پیش بود۔ آب استادہ است و آفتاب استادہ است او وفقیر اسپ در میدان تاختیم و این مطلع بدیہہ گفتیم ــــ

تن ز اشکم تا بگردن روی آب استادہ است　　سر بروی تن عیان ہمچو حباب استادہ است

میاں ناصر علی حسن مطلع رسانند بجواب مدعیاں باین عبارت ادا کرد ــــ

اہل ہمت را نباشد تکیہ بر بازوی کس　　خیمۂ افلاک بی چوب و طناب استادہ است

روزی بفقیر گفت در تمام عمر بہ ازین شعر نگفتہ ام۔ چیزیکہ بمن دادہ اند ہمیں بیت است ۔ بہ اعتقاد خود بہ از ہمہ شعر ہای خود میدانم ــــ

تو چو ساقی شوی در و تنگ ظرفی نمی ماند　　بقدر بحر باشد وسعت آغوش ساحلہا

فقیر گفت قریب بہ این معنی بیتی دارم اما داخل بیاض و انتخاب خود نکردہ ام ۔

عشق بخشد انبساطی در دل غم پرورم　　ہمچو مہ بالد بقدر بادہ بر خود ساغرم

و من بیطالع ہرگاہ در دیوان خود نظر میکنم اینقدر معنی ہای تازہ می یابم کہ شعرای دیگر برای یک مصرع عاجز اند نمی یابند۔ اما ہیچ کس خریدار نیست۔ بلکہ بگوشۂ چشم ہم نمی نگرد ــــ

یوسفی در پردہ بودم کس خریدارم نشد　　خویش را بفروختم با خویش سودا باز گشت

یک بیت در تعریف معنی یابی خود گفتہ ام فی الواقع چنیں است ــــ

سرخوش از طبعم بجسته معنی تابسته   بعد ازین هرکس که گوید شعر مضمون از من است

اگرچه اشعار میان ناصر علی از انتخاب مستغنی است۔ باعتقاد فقیر هرچه گفت خوب گفته۔ این چند شعر خوش کردهٔ میر معز موسوی خان وغیره اعزه صاحب کمال است ؎

وحشتم از دل هر ذره نمایان کردند   آنقدر جمع نبودم که پریشان کردند

جادهٔ راه محبت که دم شمشیر است   نفس سوختهٔ بود که پنهان کردند

یک شهر چشم خوش نگهان فرش راه اوست   آنجا که سرمه گرد کند جلوه گاه اوست

بمحفلی که حریفان بیاد حق مستند   نفس زدی چو آئینه بر تو در بستند

برق تازان فنا تا کمر دل بستند   چون شرر بر نفس سوخته محمل بستند

تو به بار نفس باز پسین دست رداست   بی خبر دیر رسیدی در منزل بستند

عرق شد پرتو شمع از خجالتها چه حسن است این   بهر محفل که باشی خوشتر تاک است فانوسش

هوای ابر ز خود می برد مرا امروز   چو برق جسته ام از جای گرفتن خویش

جفا جویی[1] که صحرا را برقص آورد نخچیرش   ز سیلیهای خون من سیه تا بست شمشیرش

در وادی که تیره شبم جلوه می نمود   نور هزار شمع زبان غزال داشت

ز جوش باده در دهٔ نشین بالانشین گردد   ز موج خنده ترسم خط برون آید از ان لب ها

روشنی گم میکند در ظلمت کاشانه ام   هست خال چهرهٔ زنگی چراغ خانه ام

اگر آن هلال ابرو بمیان نشسته باشد   مه نو بچشم مردم مژهٔ شکسته باشد

چسان تقریر حال دل کنم پیش پری چشمی   که گردد شمع خاموش از نگاه سرمه آلودش

رم خوردگان تجرید جایی که برق تازند   پا در حنا نشاند رنگی بخویش بستن

چرخ سیلی خوردهٔ طوفان استغنائی ماست   در غبار شب مه نو نقش پشت پائی ماست

بجز[2] من کسوت دیگر نپوشد آفتاب من   ز درد خویش دارد شیشه چون اخگر شراب من

یکی شد همچو دزد و صاف می روز و شب عالم   ز بس لرزید چرخ شیشه رنگ از اضطراب من

همت درویش از منعم شدن کمتر شود   از چکیدن باز ماند قطره چون گوهر شود

[1] ب: من و شوخی که صحرا را برقص آورد نخچیرش [2] ب: بجز من کسوت دیگر نپوشد آفتاب من۔

بیا ای نور چشم پاکبازان رنگ سیمابت — که چون نرگس درون دیده خالی کرده ام جایت

مثنوی در زمین یوسف زلیخا بسیار رنگین و بطرز تازه گفته - از وست

نخفتم یک شب از خندیدن دل — که دیر سومناتم بود منزل

بتی میگفت پنهان با براهمن — خدای من توی ای بندهٔ من

مرا بر صورت خود آفریدی — برون از نقش خود آخر چه دیدی

در همان مثنوی در تعریف وارستگان میگوید و خود نیز برین بیت محظوظ بود

بدنیا و بعقبی در ستیزند — چو برق از هر دو جانب میگریزند

مرد پیری از یاران او که نامش بردن باعث ریشخند او تا ابد است در مطلع این مثنوی تصرف کرده پیش فقیر خواند - فقیر آنچه در جوابش گفته بنظم در آورده

علی آن پیشوای خوش خیالان — چو شد در مثنوی گلکش فشان

رساندش پایه از معنی بمعراج — بود این مطلع آن درّة التاج

الهی ذرّهٔ دردی بجان ریز — شرر در پنبه زار استخوان ریز

درین مطلع نمود از احمقیها — یک از پیران جاهل دخل بیجا

که باشد پنبه نرم و استخوان سخت — کجا این نرم را نسبت بآن سخت

بتغییر حروفی چند فی الفور — درستش کرد در زعم خود این طور

الهی ذرّهٔ دردی بتن ریز — شرر در پنبه زار موی من ریز

من این حرف از زبانش چو شنفتم — چو گل خندیده بر رویش بگفتم

چرا این حاجت از حق خواهی ای یار — توانم کرد من هم این قدر کار

کز آتش خس بآتش بر فروزم — همه موی سر و ریشت بسوزم

سزای آن که در شعر بلندی — کند زینگونه دخل ناپسندی

مناسب تر درین هنگامه افتاد — بر اهل سخن این بیت استاد

چراغی را که ایزد بر فروزد — هر آنکو تف زند ریشش بسوزد[1]

[1] ب: قریب شصت سال عمر رسانده ..... تا که در رمضان سنه ۱۱۰۸هه بی دم دود و شد. محمد عالم آه آه آه از رحلت ناصر علی تاریخ یافته اند

۹۰ عظیمای نیشاپوری

صاحب معنی بود در هند نیامده غزل سلسله بند او مشهور است و این بیت از آن غزل او ست ؎

گفت جسم لاغرش را از غضب خواهیم سوخت   گفتمش من سوختم در باب خاکستر چه گفت

سوای این یک بیت بر جستهٔ اش را از زبان میر معز شنیده ام و میر نیز در جوابش بیتی گفته - هر دو

نگاشته می آید ؎

عظیما   ناخن زدم بسینه و بر سنگ کعبه خورد   نزدیک بوده راه و نشان دور داده اند

میر معز   نزدیک شد که کعبه فلاخن نشین شود   گو می زنر نشان مگر از دور داده اند

۹۱ آقا عظیما[1]

دیوان بیوتات لاهور نیز خوش فکر است - از وست ؎

داغهای تازه از نخل تنم گل کرد و ریخت   از بگل چیدن نیامد گلشنم گل کرد و ریخت

این مطلع قافیه مستعد دیگر ندارد ؎

بخراش ناخن ما را دل ناشاد می داند   زبان تیشهٔ فرهاد را فرهاد میداند

بطفل بادوستی داده ام دل را که از شوخی   دو دگر عالمی بر باد کاغذ باد میداند

برنگ گرد میگردم پی رم کرده آهوئی   که در دنبالهٔ خود سایهٔ صیاد میداند

۹۲ شیخ عبدالعزیز[2] عزت

فاضل[3] کامل بوده سلیقهٔ سخنوری نیز درست داشته توجه بادشاه جوهر شناس در صدد تربیت او مصروف

بوده است میخواستند که بمرتبهٔ سعدالله خان رسانند زندگانیش وفا نکرد و من اشعاره ؎

یک لحظه دل ز ناله نخواهد فراغ ما   آتش ز سنگ سرمه نگیرد چراغ ما

نگو که بسمل تیغ تو از تپیدن رفت   که راه صد رم وحشت بیک طپیدن رفت

مجوهی راز تجلی ز مست عالم نور   کلیم را بگلو سرمه کرد آتش طور

[1] ج: محمد وفا عظیم [2] ج: عزیز [3] ب: در علم معقول و منقول سرآمد زمانه بوده، در فنون سپهگری و سلیقهٔ شعر و انشاء یگانه بادشاه دین پناه او را میخواست که بپایهٔ سعدالله خانی رساند بمنصب هفت صدی و خدمت داروغگی عرض مکرر که نواب سعدالله خان مرحوم در اوائل داشت سرفراز ساخته همیشه توجه بادشاهانه در صدد تربیت او مصروف بود که بقضای الهی ودیعت حیات سپرده -

زبس نگاشته‌ام سردمهری گردون — کند ز نامهٔ من بال اگر پرد کافور
شعار کارکشایان ملال خاطر نیست — گره چگونه کند جا برابروی ناخن
راز دل خستگیم هست ز مژگان تو فاش — عرض حالم نکند هیچ زبان بهتر ازین
چشم طنازش زبیم سرزنش های حیا — پردهٔ مستی کند بیماری پیوسته را

وقتیکه این مطلع برجسته را فرمود

صدای بر نمیخیزد دم بسمل زنخچیرش[۱] — مگر زد آن شکار افگن بسنگ سرمه شمشیرش

عزیزی دخل کرد که تیغ برسنگ کشیدن مصطلح است و برسنگ زدن جائی بنظر شریف در آمده باشد فرمود جای دیده‌ام. اما تحقیق از اشعار سلف میخواست. ملا محمد سعید اعجاز از دیوان سلمان ساوجی پیدا کرده و شاهد استوار پیدا کرد

سلمان چون زند بر سنگ تیغ آن شوخ خوش می آیدم — آب چون غلطد بروی سنگ گردد خوشگوار

۹۷ باقر[۳] سوداگر

این نیز عزت تخلص میکرد[۴] مرد غریبی بود. آن قدر عزت نداشت شعرش هم موافق حال او بوده از دست

بی غنچه دلی راتحه ورد ندانی — بی سیلی غم حال رخ زرد ندانی
تا رام نگردد بتو رم خوردهٔ غزالی — دزدیده نگاهی که بمن کرد ندانی
*موسی بکوه طور که جا گرم داشتست — دستی بآتش دل ما گرم داشتست

۱ب، پیکان ۲ب، صدای بر نمیخیزد که بسمل زنخچیرش ۳ج، محمد باقر سوداگر عزت تخلص. ۴ا، باقر سوداگر این نیز عزت تخلص میکرد.

* این جا در بعضی نسخه‌ها ذکر دو سه شاعر دیگر مرقوم است که در نسخهٔ (ا) نیست. حالات ایشان از نسخهٔ ب، اینجا نقل میشود.

۹۸ (۱) حکیم میرزا محمد عالی تخلص

در فضائل و کمالات از مستعدان زمانه است. در انواع فنون شعر و انشاپردازی محسود اقران. دیوان رنگین و منشآت پر مضامین دارد شاهنامهٔ بادشاه عالم بهادر بفصاحت و بلاغت تمام می نگارد. وله

صحبت از قرب بزرگان دل مغرور خوش است — دیدن کوه نه آنست که از دور خوش است
بی کمال از پی صحبت چو خودی میخواهد — چون زر از زشت که در بهدمی کور خوش است
دل شکاران بکمند تو گرفتار شدند — خودفروشان همه پیش تو خریدار شدند
چون فتاد آتش رخسار تو در شمع وجود — خفتگان عدم از غلغله بیدار شدند

غزل ردیف جنگ که یک بیت از آن ایراد می یابد.

هر یک از اجزای جسمش میکشد دل بخویش　　　　میشود صید افگنان را بر سر نخچیر جنگ

از دکن به عبدالقادر خان دیوان بیوتات شاهجهان آباد نوشته بود. خان معز الیه طرح کرده خود گفت و بفقیر تکلیف کرد فقیر هم گفت دیگری هیچ موزونی در دارالخلافه نماند که طبع آزمائی نکرد. هنوز هنگامهٔ این بیت بدشگون گرم بود که خبر شنقار شدن عالمگیر بادشاه رسید. طرفه هرج مرج در عالم پیدا شد و اعظم شاه بار دوی ظفر قرین از دکن روانه شد و شاه عالم بهادر از کابل راهی گشت و در نواحی اکبرآباد جنگ عظیم واقع گشت. اعظم شاه با دو پسر رشید و چندین خوانین عمده و جمعی کثیر بضرب تفنگ و تیر کشته شدند چنانچه فقیر تفصیل این جنگ در ظفرنامهٔ شاه عالم بهادر بنظم آورده و در تعریف فیل چنین گفته ؎

بر رنگ تن و هر دو دندان او　　　　بگویم چه رمز است ای راز جو
ظفر رایی دولت بادشاه　　　　دراز ست هر شب دو دست دعا

وران غزل بدین دو سه بیت فقیر دیگ (راز) مرزا جودت خوب بود نگاشته آید ؎

خشک زاهد بر نمی آید بحرب شیر جنگ　　　　تیغ چوبین کی تواند کرد با شمشیر جنگ
عشق در دل خانه کرد و قفل بر پیچاش زد　　　　بر سر جا میکند همسایه به تعمیر جنگ
گرمی مردانگی از سرد طبعان کم طلب　　　　چشم نتوان داشتن از مردم کشمیر جنگ　　　　جودت
گرد با ابرو ستم چون نازیا شد صرف جور　　　　ترکش او شد چو خالی کرد با شمشیر جنگ

(در نسخهٔ ج:- اسم این شاعر میرزا محمد حکیم است و در نسخهٔ ه: حکیم میرزا محمد دانشمند خان عالی تخلص)

(۲) میر کریم الدین عاشق تخلص

خلف شکر الله خان مرحوم نواسه نواب غفران پناه عاقل خان به کمالات صوری و معنوی آراسته باخلاق حمیده و اوصاف پسندیده پیراسته طبعی بلند و ذهنی رسا دارد. در غزل ساداو تلاش میدهد. بقدرت و سامان تمام میگوید. این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

نمی خواهم بردی آن پری از دل نقاب افتد　　　　مبادا در من و معشوق یک مینا حجاب افتد
در پرده بود دل که محبت بیاد بود　　　　این شیشه را بسنگ پری خانه زاد بود
فیض آزادی ز سرو قامت رعنا طلب　　　　تا رهی از خود مدد از قامت بالا طلب
تا شوی محمل بدوش کاروان اعتبار　　　　چون جرس این جا دل خامش لب گویا طلب
یادی ز ما نمی کند آن بی وفای ما　　　　از خاطرش چه لازم است که خالیست جای ما
دل خسته را تمیز آه و فغان کنند　　　　ظرف شکسته را بصدا امتحان کنند

(در نسخهٔ ج نامش "میر کرم الله عاقل خان عاشق" نوشته است)

(۳) شیخ عطاء الله عطا تخلص

بطرز قدیم فکر می کند شعر شسته و صاف دارد ؎

پری دیده ام مائل کیستم　　　　بخون می طپم بسمل کیستم
ندانم کجا برد حیرت مرا　　　　ز خود رفته ام در دل کیستم
ندارد شکستم صدا چون حباب　　　　عطا شیشهٔ محفل کیستم

ملا علی قمی ۹۶

در هند نیامده یک بیت[۱] او عالمگیر است از وست ؎

نشد که از سر ما فتنه دست بردارد ‌‌ ‌ بهر دیار که رفتیم آسمان پیداست

خواجه عبدالله عرفان ۹۷

خلف خواجه مکی طبع رسا دارد شعر محققانه بسیار خوب میگوید اما جنون بر دماغش غالب است ؎

جدا از خود چه میخواهی[۲] تو هم گرد مهجورت ‌ ‌ اگر معنی همین معنی اگر صورت همین صورت

ملا عارف لاهوری ۹۸

شاعر ماهر بوده[۳] از وست ؎

بی برگی منعم بود از کثرت سامان ‌ ‌ لب تشنگی بحر ز بسیاری آب است

نامهٔ شوق مرا قاصد بجانان میبرد ‌ ‌ در قفای نامه چشم من چو نقش خاتم است

خستهٔ هجران او دل بستهٔ جان کندن است ‌ ‌ مرغ بسمل گشته را پرواز از خود رفتن است

تیزی مژگان خونریز ترا اهمال نکرد ‌ ‌ تیغ های آهنی هر چند سر بر سنگ زد

عامل[۴] ۹۹

از شاگردان رشید میرزا صائب بوده. از وست ؎

چه یاری بهتر از کردار[۵] خیر اندیش میخواهی ‌ ‌ چه حسنی خوشتر از حسن سلوک خویش میخواهی[۶]

بلندی[۷] حلاج را رسم رسن داری بود ‌ ‌ خانه بر دوش فنا سامان داری هم نداشت

در مثنوی مهر و وفا که تصنیف او ست در تعریف ناف گوید. از وست ؎

نه ناف است این که دل را کرد بیتاب ‌ ‌ کز و افتاد فکر من بگرداب

ز تاب جلوهٔ سرو روانش ‌ ‌ گره افتاد در موی میانش[۸]

---

[۱] ب. یک بیت خوب او در بیاض صعب شکن خان بنظر در آمده. [۲] ب. میجوئی [۳] ب. رحمت خان جیو بروی بسیار مهربان بودند. دیوانی ترتیب داده مثنوی مهر و ماه گفته موافق طبع خود تلاشها کرده [۴] ذکرش در نسخهٔ ب نیست [۵] ب. از پی ورد گار خویش میخواهی. [۶] الف. از کردار خویش خوب میجوئی [۷] ب. ارشنت [۸] در نسخهٔ ب این جا شاعر ذیل مذکور است و ذکرش در دیگر نسخه ها نیست. از ب. نقل میشود.

خواجه عبدالرحیم عابد تخلص مشق سخن بسیار کرده. دیوانی ترتیب داده یک مرید ایشان بیتی که در مذمت درویشان هند فرموده بودند. بفقیر رساند ؎

دانه های سبحه مانند درویشان هند ‌ ‌ گر یکی را سوی خود خواند کسی صد می رسد

فقیر سر خوش جهان خادم درویشان هند بود از راه غیرت این معنی را این قسم صورت داده معقول بیست ؎

برنگ دانهای سبحه درویشان هندستان ‌ ‌ اگر صد بنجواند کس بجز یک یک نمی آید

۱۰۰ میر[1] برهان عروس

عروس تخلص داشت. صاحب تلاش بوده. این بیت از وست ؎

بهر زیب دل ز تن میخواستم گلهائی داغ　　صد چمن بر هم زدم تا یک نفس آراستم

۱۰۱ غنیمت

از خاکیان هند غنیمت بوده. طبعی درست داشت و دیوانی مختصر دارد. مثنوی نیز فکر کرده.

این چند بیت از وست ؎

نگردد قطع هرگز جادهٔ عشق از دویدنها　　که می بالد بخود این راه چون تاک از بریدنها

بیاد داغهای کهنه دل دارد تماشا ئی　　شده طاوس را سیر چمن برگشته دیدنها

وحشتم پر در و طاقت زیر دست افتاده است　　همچو موج از خود بکار من شکست افتاده است

طاقت برخاستن چون گردبادم نماند　　خلق میداند که می خورد دست مست افتاده است

چاه راه خویش گردیدند چون گردابها　　همت ارباب دنیا بسکه پست افتاده است

نیست غیر از گرمی الفت چراغ بزم وصل　　جست برق شوق از موسی و شمع طور شد

نظر بروی که شد آشنا که میگردد　　نگه دخویش چو گرداب دیدهٔ تر ما

کرده ام از مهر لب بیانها در گره　　بسته ام چون غنچه سوسن زبانها در گره

ز خلق آزرده گشتم دید نش در خویش حائل شد　　غبار خاطر آخر توتیائی دیدهٔ دل شد

جنونم کرد گل از گردش چشم دلارامی　　بچوب گل نمی آید علاج چوب بادامی

۱۰۲ محمد اسماعیل غافل مازندرانی

هندوستان را در فن خط ید بیضا داشت. بخطاب روشن رقم سربلندی یافته. در خط نسخ و نستعلیق نظیر نداشت و در خطوط دیگر مثل ثلث و ریحان و رقاع وغیره بی مثل بود. اوراقی از قرآن خط یاقوتی و کتاب خط صیرفی ضائع و تلف شده بود. نوشته و کهنه کرده بجایش گذاشت و از نظر بادشاه گذرانید بی آنکه او ظاهر بسازد معلوم نشد که تازه نوشته شده. و در انشا پردازی یگانهٔ زمانه بود و بدبیری خاص اختصاص داشت. از فکر سخن نیز بهره مند بود.

---

[1] ذکرش در نسخه ج نیست. در نسخه ج، تخلصش عزلت است [2] ذکر این شاعر هم در نسخه ب نیست۔

ناخلفی از و مانده همه مسودات و اشعارش ضائع ساخت - این چند بیت و رباعی که بر السنهٔ اعزه مانده بود ایراد یافت ؎

کجا از نازکی تاب هم آغوشی بگل دارد ‌ ‌ مگر بر رنگ و بوی گل کشد نقاش تصویرش

ز شوق لذت زخمش ز بس در اضطراب افتد ‌ ‌ مشبک گردد از یک تیر سرتاپای نخچیرش

چنان خوگر به بیتابی بود سودائی زلفت ‌ ‌ که بی زنجیر نه نشیند بروی صفحه تصویرش

ستمگر بی وفا بیداد صیادی که من دارم ‌ ‌ نگاهش نگذرد بر من گر از دل بگذرد تیرش

کار آسان نیست بی او زیستن ‌ ‌ سخت جانیها حساب دیگر است

چشم بلبل میپرد رنگین بهاری در ره است ‌ ‌ بی نوای[1] ناله‌ های موسم فریادهی

رباعی

چون پیر شدی کار جوانان نتوان کرد ‌ ‌ پیریست نه کافری نهان نتوان کرد

در ظلمت شب هر آنچه کردی کردی ‌ ‌ در روشنی روز همان نتوان کرد

از گرمی عشق بحر و بر میسوزد ‌ ‌ صبر دل و طاقت جگر میسوزد

عشق آفت زهد خشک و دامان تر است ‌ ‌ آتش چو گرفت خشک و تر میسوزد

بشناخته تا دهر بدین هوش مرا ‌ ‌ هر دم بغمی ساخته مدهوش مرا

یکچند بنام دگرم باید خواند ‌ ‌ شاید که کند دهر فراموش مرا

عمر شد صرف جنون خطم از هفت قلم ‌ ‌ تا شوم زین هنر از محنت گیتی آزاد

گفتم از یاری خط تنگ در آغوش کشم ‌ ‌ نوعروس امل و شاهد گلرنگ مراد

ضعف پیری چو قوی گشت قوی ماند ضعیف ‌ ‌ طاقت افتاد ز جولان و هوس رفت بباد

گشت پیدا که درین عرصهٔ حرمان امید ‌ ‌ کس به نیروی هنر عقدهٔ طالع نکشاد

محمد طاهر غنی ۱۰۴

صاحب طبع عالی بوده[2]. پایهٔ سخنوری را بدرجهٔ کمال رسانده از خطهٔ کشمیر بلکه تمام اقلیم هند همچو او سخنوری خوش خیال نازک بند معنی یاب بر نخاسته. دیوانش که سراپا انتخاب است مرزا

[1] د: بی نوایی ناله‌ های موسم فریادهی [2] ب: بهره در طالب علمی بکمال داشت، در اوائل مشق اشعار خود را پیش شیخ محمد محسن فانی میگذرانید۔

محمد علی ماهر ترتیب داده چنانکه دیوان میر معز و ناصر علی را فقیر[1] تدوین نموده. اکثر شعرش بطرز ایهام است و غنی[2] تاریخ ابتدای شعر گفتن و تخلص یافتن اوست[3]. روزی مطلعی تازه گفته پیش شاه ماهر خواند ؎

بی چراغست اگر بزم خیالم غم نیست   مصرع ریخته شمعی ست که در عالم نیست

شاه نظر بر ایهام او شوخی نموده گفت مصرع ریخته که در عمر گفته باشد همین خواهد بود[4]. این چند شعر انتخاب نموده میر معز موسوی است ؎

فراغتی به نیستان بوریا دارم   مباد راه درین بیشه شیر قالی را
کند در هر قدم فریاد خلخال   که حسن گلرخان پا در رکاب است
با دامن تر شدم بمحشر   گفتند در آفتاب بنشین
می نوازد ساز عیش آن ندیم که طالع یافت قوت   باشد از پای مگس مضراب تار عنکبوت
بر نداریم ز اشعار کسی مضمون را   طبع نازک سخن کس نتواند برداشت
جان بلب از ضعف نتواند رسید   ما بزور ناتوانی زنده ایم
ز ضعف تن بجز نامی نماند آخر ز من باقی   نگینی می نماید گر نهند آئینه در پیشم
قلم تحریر کرد از سینه چاکم مگر حرفی   که مکتوبم ز صد جا پاره چون بال کبوتر شد
میان نازکت همچو مو آن دلستان دارد   پر زور است شمشیری که بر موی میان دارد
چون آستین همیشه جبینم ز چین پر است   یعنی دلم ز دست تو ای نازنین پر است
میفرستند به پدر پیرهن خالی را   یوسف از دولت حسن این همه خود را گم کرد
اثر بعکس بخشد[5] سعی من از طالع واژون   ز فریاد سپندم چشم بد از خواب بر خیزد
چون خاتمی که برد سر بجیب موم فرو   ز دم چو بر در پستی بلند شد[6] نامم
دل بمردن نه غنی چون قناعت گردید ختم   بهر این خاتم نگینی نیست جز سنگ مزار

[1] ب، فقیر او را ندیده اما جزوی از اشعار خود پیش وی فرستاده بودم. [2] ب، هنگام فکر شعر از جمع مردم انزوا اختیار میکرد. [3] یکی از متعلقانش در هنگامیکه مضمون تازه دست داده بود آواز کرد که شور و دلش برهم خورد. آن معنی از خاطرش رفت از این امر خیلی مضطرب گشت. به غضب تمام برخاست و بیک ضرب تیغ سرش از تن برداشت. [4] ب، وارد. [5] ب، نام شد.

جلوهٔ حسن تو آورد مرا بر سر فکر — تو حنا بستی و من معنی رنگین بستم

یاران بروند شعر مارا — افسوس که نام ما نبردند

رفیق اهل غفلت عاقبت از کار می ماند — چو یک پا خفت پای دیگر از رفتار می ماند

گویند صائبا به یک بیت او رشک آنقدر میبرد که میگفت ای کاش آنچه درین عمر گفته ام باین کشمیری میدادند و این بیت او بمن میدادند ؎

غنی — حسن سبزی بخط سبز مرا کرد اسیر — دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

حکیم صاحب از روی این شعر معنی پیدا کرد و فقیر نیز هر دو نوشته میشود ؎

حکیم — خط سبز آفت جان بود نمیدانستم — دام در سبزه نهان بود نمیدانستم

سرخوش — خوردم ز خط فریب جمال عذار او — همرنگ سبزه بود لباس شکار او[1]

شیخ محسن فانی[2]

۱۰۴

خود را از موحدان میگرفت و از اکابر کشمیر صوفی مشرب بود۔ از مصاحبان دارا شکوه است دیوان و مثنوی خوب دارد۔ دو بیت از و یاد است ؎

دیده نهان داشت نقش آن کف پا را — اشک بمردم نمود رنگ حنا را

موی سفید خندهٔ صبح اجابت است — گشتیم پیر بر در او تا دعا رسید

میرزا فصیحی[3]

۱۰۵

از فصحای زمانه بود۔ اشعار رسیخته دارد و استاد یگانه است ؎

لبی کز نازکی بار تبسم بر نمی تابد — بخون غلطم که امروزش بدشنام آشنا کردم

خویش را بر نوک مژگان ستم کیشان زدم — آنقدر زخمی که دل میخواست در خنجر نبود

حدیث شوخ و لعلت نازک افگارش کند ترسم — مگر آهسته آن لب را تبسم وا دهد بگشای

[1] در نسخه (د) بعد از غنی ذکر غروری مرقوم است که در دیگر نسخه ها نیست۔ از نسخه (د) نقل میشود۔ غروری۔ صاحب تلاش است۔ این بیت از وست ؎

بهر زیب دل زدن میخواستم گلهائی داغ — صد چمن برهم زدم تا یک قفس آراستم

[2] رجوع شود بذکر میر برهان عروس کا ایادیافت) ۳ ج۔ محمد محسن فانی ۳ ب۔ کامل العصر بود۔ طالب آملی وغیره فضلای زمان او را بسیادت قبول داشتند۔ اشعارش از بیاض میر معز نوشته شد ۳ ب۔ [3] لبش۔

جرم ما گر باده آشامیست مستی جرم کیست — عکس لعل خویش را ما در شراب افگنده ایم

چون ماهی ساحل طپد از آرزوی دل — زخمی که شهیدان ترا بر سر آمده

شب که نغمهای ترا پرده نشین میکردیم — از تبسم لب زخمی نمکین میکردیم

دوش تقلید سپر کردم و صد قافله سوخت — آه گر نالهٔ پریشان ترا زین سپر کردم

چمن پیرای صبحم کیمیای خار و خس دارم — بهر شاخ ترنجی آفتاب پیشرس دارم

کو جنون تا هر نفس در دل سراغی گم شود — سینه همچو موج در گرداب داغی گم شود

شوق اگر اینست مغز آشفتگان عشق را — نکهت فردوس ترسم در دماغی گم شود

در یک بیت میرزا فصیحی تغییر تصرف کرده - هر دو نوشته میشود

فصیحی: ما تو امیدیم با گل رعنا درین چمن — کز خون پریم و رنگ به بیرون نمی دهیم

سرخوش: هم مشربیاست با گل رعنا پیاله ام — کز خون پر است و رنگ به بیرون نمی دهد

آقا محمد ابراهیم فیضان ۱۰۰۶

خلف آقا محمد حسین ناجی - در عنفوان شباب بکمالات ظاهری پرداخته در اکثر علوم سیما در علم معقولات اکمل علمای عصر خود است - و در فن انشا خود ثانی ندارد - در نظم پیروی نظیری چنانکه میان ناصر علی میکرد بود و درین زمانه به ازین جوان دیگری درین هنر نیست - و فکر شاعری نیز تا هم بود چند بیت از زاده های طبع اوست که بگوش رسیده تحریر می یابد

مآل اختلاف از دست صنعت یک قلم باشد — تفاوتهای کفر و دین شگاف یک قلم باشد

بود منزل بیدل بدست آوردن خوبان — بلند و پست راه عشق نشیب و کم باشد

ستم قهر زبان غمزهٔ خونخوار[2] قاتل را — میان ما و نازش ترجمان تیغ دو دم باشد

[1] صبابت گر بود همچو صدف رزق از نظاره رزد — چو قسمت نیست روزی از دهن چو آسیا ریزد

ببستو تا چند بسازد بدل تنگ کسی — از گرانجانی خود چند خورد سنگ کسی

در دل صاف خیال سخن ساخته نیست — آب آئینه نیامیخته با رنگ کسی

کرده ام از ضبط نفسهای خموشی معلوم — که نشسته است پس پردهٔ آهنگ کسی

[1] این بیت از نسخه (ب) افتاده است [2] در ب، خونریز

سر سر رقمی میگردد ؎

فیاض — یکبار ناله کرده ام از جوش اشتیاق — از شش جهت هنوز صدا میتوان شنید

میرمعز — باد بهار و بوی گل آشفته خاطر اند — پیغام او ز ناله ما میتوان شنید

سرخوش — منصور سنگسار ملامت بود هنوز — یک حرف راز گفته بها میتوان شنید

فغفور

۱۰۹

از تازه گویان و معنی یابان بوده یک بیت او عالمگیر است ؎

فلک دیگر بکام رند درد آشام میگردد — عسس در خواب راحت کن که امشب جام میگردد

سرخوش — کجا غافل ز حق در دیر درد آشام میگردد — بمسجد سبحه گر میگردد اینجا جام میگردد

فرقی

۱۱۰

تازه گوی خوشخیال بوده ازین بیت عروج کمال فکرش ظاهر است ؎

مرا قیامت و مردن بصورت دگر است — مسافران عدم انتظار من مبرید

ملاحظہ: در ۱۰۹ و ۱۱۰ ذکر هر دو در نسخه ج نیست ۱۱۰ در نسخه (ه) بعد از فرقی ذکر فائق درج است از انجا نقل میشود۔

فائق

میر سید احمد برادر میر جلال الدین سیادت در لاهور بعلاقه منصب و خدمت خزانه اقامت دارد۔ از خوش فکرین است۔ از کیفیتی دانشه معنی غافل نیست چند شعر او که نازکی داشت بر نگاشت۔ منه

نصیحت میغز اند رتبه پاکیزه گوهر را — که آب از پیش راه بستن نهد رود بلند بیها

از شرم چشم مست تو خوبان نهفته اند — در آستین چو غنچه نرگس پیاله را

افشای راز عشق بود کار دیده را — منصور دان سرشک بمژگان رسیده را

عجز شکسته بالان هم پنجه مغرور است — پای ز راه مانده بازوی مست ز در است

تا نرگست به بزم فسون نگه نشست — چشم بتان ز سرمه سنجاک سینه نشست

پیمان من بجا منشی از بس درست بود — چون ساغر حباب شکستن صدا نداشت

شوخی پرواز رنگم گرد جولان کسی است — مدا آهم سایه سرو خرامان کسی است

سینه چاکان محبت را قیامت مژده ایست — صبح محشر گروه شور نمکدان کسی است

دیوانه عشق تو سر انجام ندارد — چون نقش قدم خانه من بام ندارد

دل گرفته من مشکل است باز شود — که قفل بر در میخانه از درون زده اند

علاج غفلت پیدا نمی توان کردن — گلیم بخت سیه را بخواب می بافند

فزون ز ریگ روان تشنه در بیابان شوق — هنوز دام فریب سراب می بافند

بداغ لاله عذاران درین چمن رفتم — بجای گل بفشانید لاله بر خاکم

دل بهر خسته ناتنش بهجران ایا غم — جنبه پنبه مینا نگذارند بدا غم

فارس

خوش فکر و معنی یاب بود۔ از وست ؎

عشق آمد و ز آلائش تن بی اثرم کرد　　از پردۂ دل صاف چو آب گہرم کرد
غنچہ سان بہر گلی سر بگریبان دارم　　از دلی خون شدہ راہی بگلستان دارم
یار بہتر ز من احوال مرا میداند　　من چسان عیب خود از آئینہ پنہان دارم

فوجی

از شعرای بنگالہ بود اما صاحب فکر می نماید از وست ؎

موج آب گہر از تاج شہان میگذرد　　قطرہ در مرتبۂ خویش کم از دریا نیست

دارا شکوہ قادری

ملقب بہ شاہ بلند اقبال ولی عہد شاہجہان بادشاہ زادہ خوش خلق و خوش رو و متحمل و صوفی مشرب فقیر دوست۔ موحد محقق بودہ۔ طبعی بلند و ذہنی رسا داشت۔ مطالب صوفیہ را در رباعی و غزل منظوم میکرد بحسب اعتقادی کہ در سلسلۂ عالیہ قادریہ داشت قادری تخلص میکرد و بہ ملا شاہ خلیفۂ میان شاہ میر لاہوری دست بیعت دادہ۔ تحمل و وقار بجدی داشت کہ محمد علی ماہر نقل کرد کہ روز طویٔ سلطان سلیمان شکوہ خلف بزرگش شاعری قصیدہ گفتہ آوردہ سر دیوان میخواند۔ در یک بیت لبستہ بود کہ بادشاہ زادہ کریم الطرفین است۔ شاہ بلند اقبال شنیدہ فرمود کہ راست گفتہ۔ پسر کریم الطرفین است ہم از پدر و ہم طرف مادر بادشاہ بن بادشاہ است۔ حاجی تمکین کہ بظرافت پیشگی در مجلس عالی راہ داشت عرض کرد کہ ملا دو پیازہ چہ خوب گفتہ کہ کریم الطرفین[۳] ...... شاہ سر فرو انداخت لرزہ بر اندام اہل مجلس افتاد۔ ہمہ را الیقین شدہ ہمین کہ سر بر میدارد این مسخرہ را گردن زدن میفرماید۔ بعد از ساعتی از مسند برخاست درون محل تشریف برد و نزدیک بدر خانہ فرمود کہ دیگر این مسخرہ را در دیوان خاص نگذارند۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد۔ سوالہای دقیق نوشتہ۔ دیوان مختصر از و جمع شدہ۔ این چند بیت از وست ؎

سلہ، محمد دارا شکوہ قادری ۔ سلہ طوی معرب توی کہ لفظ ترکی است بمعنی عروسی ۔ سلہ عبارت فحش است لہذا حذف شدہ۔

هر خم و پیچی که شد از تاب زلف یار شد — دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد
خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود — چون بزلف او رسید آخر پریشانی کشید
بشکست دل آبله از گردش پایم — در کار من آنهم گرهی بود که واشد
بقدر مال باشد سر گرانی — ز وزن زر فزاید بار دستار
بخیه بر شقه قباپوشان — موج آب حیات را ماند
همه چیز تو خوب لیک این بد — که تو بسیار دیر می آئی
با دوست رسیدیم چو از خویش گذشتیم — از خویش گذشتن چه مبارک سفری بود

نادر[1]

۱۱۴

نمیدانم که کیست و کجائیست یک بیت از و بگوش خورده صاحب قدرت نمایاز دست است

سر نوشتی نیست جز خجلت جبین ساده را — چین پیشانیست موج آبرو آزاده را

۱۱۵ خانزمان[2] حاجی محمد جان قدسی

ملک الشعرای عصر شاهجهان سخنور صاحب قدرت بود در قصیده گوئی و غزل پردازی گوی بلاغت از اقران می ربود[3] ظفرنامه شاهجهان را با حسن توجه و دلخواه طرز فصاحت و بلاغت تمام ادا کرد چون دید که نام عبدالله خان بهادر فیروز جنگ درین بحر گنجایش ندارد - باین حسن ادا ذکر کرده است

نهنگی که از غایت احتشام — نگنجد به بحر از بزرگیش نام

واز آنجا که یمین الدوله آصف خان سلطان بولاقی پسر خسرو را برای مصلحت[4] بر سر بر تنزد و بر جلوس داده بودند باین خوبی در سالی گفته است

عدالت غیب تزویر داراگهر — بود آب در شمشیر[5] گوهر هنر

چون فیل سفید از جای به تحفگی و غرائب بدرگاه جهان پناه آمد بادشاه جم جاه بزیور مزین ساخته

---

[1] و [2] ذکر هر دو در نسخه (ج) نیست - در نسخه ۵ حسان زمان بجای خان زمان [3] ب: شعرهای فرمایشی را بسیار میگفت [4] ل: از سر تند بر ده، بر سریر تند و بر جلوس داده از کشمیر بلاهور آورده [5] ل: سیر

خود بدولت و سعادت سوار شده - ملک الشعرا رباعی گذرانیده ـ

بر فیل سفیدش که به مینا و گزند | شد شیفته هر کس که نگاهی افگند
چون شاه جهان برو برآمد گویی | خورشید شد از سپیدهٔ صبح بلند

بجایزهٔ لایق مفتخر و مباهی گشت - مثنوی در تعریف کشمیر و صعوبت راه خوب گفته - وقتیکه بیگم صاحب[1] از شمع سوخته بودند - رباعی گذرانیده - بیت آخرش اینست ـ

تا سر زده از شمع چنین بی ادبی | پروانه ز عشق شمع وا سوخته است

گویند با آن کمال - ملک الشعرای روزی غزلی تازه گفته بود - پیش ملای مکتب دار می خواند چون باین بیت رسید ـ

ساقی بصبوحی قدری پیشتر از صبح | برخیز که تا صبح شدن تاب ندارم

کودکی می شنید گفت صاحبا! اگر بجای قدری - نفسی گفته شود برای صبح مناسبت تمام دارد حاجی قبول کرد و در جودت طبع آن کودک حیران ماند ـ

الحق جای حیرتست - همین طور ابونواس شاعر عرب این بیت گفته بود بزبان عربی ـ

أَلَا فَاسْقِنِي خَمْرًا وَقُلْ لِي هِيَ الْخَمْرُ | وَلَا تَسْقِنِي سِرًّا إِذَا أَمْكَنَ الْجَهْرُ[2]

روزی گذرش بر مکتبی افتاد - کودکی گفت باستاد خود که میدانی ابونواس از قل لی هی الخمر چه اراده کرده است - استاد گفت نمیدانم - گفت از گرفتن جام شراب چهار حواس متلذذ میشود باصره از دیدن - و ذائقه از چشیدن - و شامه از بوئیدن - و لامسه از گرفتن - باقی ماند سامعه - از گفتن که این شراب است سامعه نیز لذت یاب میگردد - ابونواس گفت بخدا ای پسر معنی از کلام من برآوردی که من هرگز قصد نکرده ام

این چند بیت از زادهای طبع اوست ـ

زود به کردم من بی صبر داغ خویش را | اول شب میکشد مفلس چراغ خویش را

---

[1] القاب علیه عالیه بیگم صاحب ص۲۰ ب؛ پنج هزار صله یافت ص۳۱ ب؛ حاجی آفرین و تحسین کرد و نفسی را بجای قدری نوشت وگفت ـ

گاه باشد که کودک نادان | بغلط بر هدف زند تیری

[2] برای شعر ابونواس رجوع شود به اخبار ابونواس ص۱۲۷ مطبوعه مصر ۱۹۲۴ء مرتبه ابن منظور مصری ـ

بازم نشسته تا مژه در دل نگاه کیست   روزم سیاه کرده چشم سیاه کیست

دل دادن و سخن نشنیدن گناه من   دل بردن و نگاه نکردن گناه کیست

جوانی رفت و داغی ماند در دل یادگار از وی   چون آن سرخی که بر ناخن پس از رنگ حنا ماند

اگر دستم رسد روزی بجیب زاهد خودبین   چو شمع آرام بیرون یک دسته زنار از گریبانش

باین قدر که ببالین من نهی قدمی   مترس هیچ کست مهربان نخواهد گفت

عیش این باغ باندازهٔ یک تنگدل است   کاش گل غنچه شود تا دل ما بگشاید

نگذاشتند بخواب عدم شیون بلبل   گل ریخته بودند مگر بر سر خاکم[1]

در چنین فصلی که بلبل مست و گلشن پرگل است   گر همه پیمانهٔ عمر است خالی خوب نیست

کجا تاب آورد پیش سرشک دیده ترسایم   دواند ریشه چون شمع مژگان تا کف پایم

چو غنچهٔ گل صد برگ آسمان دو رنگ   بصد برهنه دهد یک قبا و آن هم تنگ

من آن نیم که کنم سرکشی ز تیغ جفا   چو شمع زنده سر خویش دیده ام در پا

بلاست هجر عزیزان اگرچه مردم چشم   ز هم بقدر یک انگشت راه خانه جداست

سخن بس بعالم پناه سخنور   صدف را بود مهره پشت گوهر

رباعی

دنیا معشوق عاشق دین نشود   شیدای آن شیفتهٔ این نشود

بار دل عارف نشود جلوهٔ دهر   آئینه ز عکس کوه سنگین نشود

هر کس که سخن ز قدر و مقدار کند   کی حالت خود تواند اظهار کند

خواهی هنرت عیان شود پستی جو   شمشیر[2] فرود آید و کار کند

هر کس که کمال خواهد اظهار کند   فکر یاران نیک کردار کند

گردد هنرت بسعی احباب عیان   شمشیر بزور دستها کار کند

[1] اینجا نسخه (ب) اشعار ذیل نیز دارد:-

عمریست که در پای خم افتاده خرابیم   همسایهٔ دیوار بدیوار شرابیم

دریاکشیم بود ز برو ناز هوای تو   آخر هوای سرو تو ما را نهال کرد

[2] ب:- شمشیر فرود آمده هم کار کند -

۱۱۶ قاسم دیوانهٔ مشهدی

از شاگردان رشید میرزا صائب است. تازه گوی بلند خیال نازک بند معنی یاب بوده. در همه شیوه‌ها[1]
اما اشعارش در سخنوران اشتهار تمام دارد. این چند بیت از وست. رقم شد ؎

یکدست حسن بصد جلوه از نقاب چکید — رگ چراغ زدم خون آفتاب چکید

ششمکی بکنج خلوت اگرم دهی اجازت — بهم چنان لب را که در و سخن نماند

هست چون اجزای عالم ذره یک آفتاب — آستین بر بهر چه افشانی بچراغی کشته

نمیدانم که از ذوق کدامین داغ او سوزم — بآن پروانه مانم که افتد در چراغانی

میروی مستانه بر خاکم نمیدانی که من — در کفن همچو کبابی در نمک خوابیده‌ام

ز ویرانی بود بام و در کاشانهٔ ما را — نزین چون نقش پا دیوار باشد خانهٔ ما را

کس بادیهٔ عشق بپایان نرسانده است — چندانکه نظر کار کند یک رم آهو ست

ندارم باک از موج خطر با دوست پیوستم — غریق آب حیوان را غم مردن نمی باشد

برت عاشق چو مضمون پیامم خود نهان آید — دری چون نامه‌ام بانگ شکست استخوان آید

خونریز ستمم چو باب من شد — گل حلق بریدهٔ چمن شد

۱۱۷ قاسم خان

همزلف جهانگیر شاه. طبع رسا داشت. از وست ؎

بعد ازین در عوض اشک دل آید بیرون — آب چون کم شود از چشمه گل آید بیرون

عشق آمد پی دل بردن و در سینه نیافت — دزد از خانهٔ مفلس خجل آید بیرون

چنان بدم بجدائی که بعد ازین هرگز — بخنده نیز لب از هم اگر جدا نکنم

مردم[2] ز رشک چند به بینم که جام می — لب بر لبت گذارد و قالب تهی کند

هر که در مجلس ما باده ننوشد قاسم — گر همان مردم چشم است برون باید کرد

[1] ج. محمد قاسم مشهدی. ب: بسیار زیاده گو و خوش فکر. س: در تو شستنه تنها اگرم دهی اجازت (ج) این بیت نیز دارد

ﮟ طفلم آمدم که بتن پیرهن جان پوشید — شیر مادر کفنی بود که پنهان پوشید

[2] ب: شوهر منیره خانم که خواهر نورجهان بیگم بود. طبع موزون داشت. در عصر جهانگیری کوس سخن میزد. ﮟ در نسخه
ب: این بیت بنام قانع نوشته است ـ

روزی بادشاه آب خالص و خاصه طلبید- در پیالهٔ گلی بغایت نازک آوردند. همین که بدست گرفت از جنبش آب شکست. بادشاه بدیهه این مصرعه فرمود ع

کاسه نازک بود آب آرام نتوانست کرد

قاسم خان پیش مصرعه رساند ع

دید حالم را و چشمش ضبط اشک خود نکرد

۱۱۸ قانع

بر حقیقت حال او کماهی اطلاعی نیست- یک بیت او قانعیم- از وست ؎

چون مردمک چشم تو در عالم نیست   چرخی که خدنگ غمزه را تیز کند

۱۱۹ محمد یوسف[1] قدیم

عم زادهٔ[2] مرزا مائل طبع درست داشت- در عین جوانی گذشت- از وست ؎

* یک نفس گر شاد گشتم عالمی غمناک شد   خنده ام چون برق چاک سینهٔ افلاک شد[3]

۱۲۰ استاد سخنوران ابوطالب کلیم

شاعر عمدهٔ پایٔ تخت- صاحب قدرت معنی یاب و در فنون انواع سخن سنجی طاق و در جمیع کمالات نکته وری شهرهٔ آفاق بود ظفرنامه شاهجهانی را بادا های رنگین نظم نموده در تعریف اکبرآباد و قحط دکن و صعوبت راه کشمیر و غیره مثنوی هایٔ دلکش دارد- دیوانی پر مضامین ترتیب داده در گفتن اشعار فرمائشی قدرت تمام داشت[4] برای تخت مرصع و سپر و شمشیر و قلمدان خاصه بامقطع شعر هایٔ مناسب هر چیز گفته- بر همه اشیای سرکار بادشاهی اشعار او کنده و نوشته اند- و قتیکه

---

[1] الف ب- میرزا محمد شریف قدیم ہے- پسر عم مرزا قطب الدین مائل بجوان قابل بود و قدیم تخلص می نمود. فکر مثنوی داشت عمرش وفا نکرد [2] ب فقیر نیز برای نظر مطلعی گفته ؎

در لباس فقر دل زآلودگیها پاک شد   خرقهٔ پر بخیهٔ ما کیسه دلاک شد

* اینجا در نسخه (ر ۱) شاعر ذیل مذکور است- ذکرش در دیگر نسخه ها نیست -

عبدالقادر خان خلف وزیر خان عالمگیر شاهی- قادر تخلص میکرد و خوش فکر است- از وست ؎

از هجوم بیکسان پرشیشه ای اگر در دلم   جا بمینا تنگ گر باشد در آغوشم گذار

[3] ب- بادشاه او را ده بار بزر سنجید-

کہ خوندکار روم در تهنیت نامهٔ جلوس والا تحریر نمود کہ شما خود را شاہجہان لقب کردہ اید۔ اگر ملک ما و ایران و توران وغیرہ داخل جہان است شما پادشاہی آنجا ندارید۔ بہترین نامہا نزد خدا عبداللہ و عبدالرحمٰن و عبدالرحیم است۔ ازیں اسماء اختیار کنند۔ بادشاہ بعد مطالعہ در فکری شدہ با آصف خان یمین الدولہ مصلحت کردند کہ باید این لقب خطاب را تغییر داد۔ کلیم خبر یافتہ قصیدہ در مدح گذرانید و این مضمون را باین بیت جواب داد۔ از وست ؎

ہند و جہان ز روی عدد چون برابر است　　بر شہ خطاب شاہجہان زان مقرر است

بادشاہ خوشوقت شد و ہمیں بیت را در جواب نوشتند۔ و کلیم را بزر سنجیدند۔ چون خان جہان لودھی کہ سابق پیرا نام داشت باغی شد و بدریا خان روہیلہ پیوست۔ دریا بسبب اعانت او بدست افواج قاہرہ کشتہ شد بعد ازاں پیرا نیز بقتل رسید۔ رباعی گذرانیدہ بجائزہ لائق سرفراز گشت۔

رُباعی

این مژدہ فتح پی بپی چہ زیبا بود　　این کیف دوبالا چہ نشاط افزا بود
از کشتن دریا سر پیرا ہم رفت　　گویا سر او حباب این دریا بود

چون سر پیرا و دریا و دو پسران رشید او یکجا بدرگاہ آمد چار[1] تاریخ گذرانید بصلات بادشاہانہ مفتخر گشت۔ گویند در اوائل جلوس کہ رایات عالیات بہ تسخیر قلاع دکن متوجہ بود در یکسال چہل قلعہ بتصرف در آمد این رباعی گذرانید۔ از وست ؎

شاہا بجنت کہ نور[2] اقبال گرفت　　تیغت ز عدو ملک[3] و زر و مال گرفت
چل قلعہ بیک سال گرفتی کہ یکی　　شاہان نتوانند بچل سال گرفت

اگرچہ دیوانش مشہور است۔ اما چند بیت نوشتہ میشود ؎

بود آرایش معشوق حال درہم عاشق　　سیہ روزی مجنون سرمہ باشد چشم لیلی را
نیست سامانی بغیر از رخنہ در کاشانہ ام　　گہ برنگ ماہی آب دارد دانہ نیست
غرق وصال آگہ ز آسیب چشم بد نیست　　تا دام بر نیاید ماہی خبر ندارد
نجات غرقۂ بحر تعلق آسان نیست　　مگر بہ تختۂ[4] تابوت بر کنارا فتد

---

[1] ب: چہار سر تاریخ فوت او رگفتہ گذرانید۔ [2] ب: کشور و اقبال [3] ب: نیاید [4] ب: ز تختہ –

نیست یکشب که سرشکم گل بستر نشود — تار در پیرهنم رشتهٔ گوهر نشود

ابر تا برخاست یاران باده در ساغر کنید — چشم اختر تا نمی بیند دماغی تر کنید

ستم ظاهر او لطف نهانی دارد — صید را میکشد آن شوخ که لاغر نشود

سپاهِ غمزه ات را در هزیمت فتح میباشد — شکست افتاد در دلها چو برگردید مژگانت

سر بسر دلهائی آگه دانهٔ یک سبحه اند — آنچه ما را در دل است از همدگر مستور نیست

مرگ تلخ و زندگی هم سربسر درد سر است — پشت و روی کار عالم هیچ یک دلخواه نیست

در کشمیر گوشه گیر شده بود همانجا ودیعت حیات سپرده. ملا طاهر غنی تاریخ وفاتش چنان یافته ع

طور معنی بود روشن از کلیم

در کشمیر جنت نظیر بهشت نصیبش شد. مرزا محمد علی ماهر نقل میکرد که عجب مرد خلیق خوش محاوره بود. هر که در صحبتش می رسید فیضیاب می شد و محظوظ برمیخاست -

۱۲۱ خواجه کلان

بزرگیش از کلامش پیداست - از وست ؎

منع بی تابی و بیطاقتی و جامه دری — ناتوانی چه قدر کرد که زنجیر کند

۱۲۲ شیخ سعد الله گلشن

طبعش درست وارد. مدتی پیش فقیر مشق کرده. جنونی بهم رسانده. از دار الخلافه برآمده. الحال در گجرات بسر میبرد. آخرش بصحبت مرزا بیدل هم جنسیت او را کشید ؎

بدل شوخی نفس و ز دیده طغیان میکند نازش — پری در شیشه پنهان گشت بیرونست پردازش

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت — جانم ز دست برد غزالانه دیدنت

حیرت بهار گلشن نظارهٔ خودم — آئینه خانهٔ دل صد پارهٔ خودم

ز شوق مهر رخسار که چشم گریه پیرا شد — چو گوهر در گره هر اشک من دارد سحرگاهی

ن ت ب: ۱. از ستم ب؛ ۲ بر ستم ب؛ ۳ سخت ستم ب؛ ۴ معلوم نیست که کجا بود که بود. یک بیت از و شنیده ام ۵ ب: جملی آزاده طبع و صاحب فکر است. هفت هشت سال پیش فقیر مشق کرده ۶ ۷؛ آخر بصحبت مرزا بیدل چسپیده. هم بادکش ۸ د ۹ ب: خودیم ۱۰ رخساری -

روزی یک مصرعه گفته آورد ع

بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر پیش[۱] مصرعه رسانید ع

سرخوش
زبس با نرم خوئی رام کردم طبع سرکش را

۱۹۷

عبدالرحیم کم گو کشمیری

چندگاه پیش فقیر شعر میگذرانید. فکری درست داشت[۲] بطرف دکن رفت. همانجا درگذشت. از دست ؎

بهار آمد ز جوش ناله دارد کوه و دید نها
شرر خار اشکافی میکند از دل طپید نها

ما خراب آتش رنجش بیجائی او گردیده ایم
گر برافشاند غبار از دل شود تعمیر ما

گرفته زخم دلم در دهن خدنگ ترا
بلندئی که مکد طفل شیر خوار انگشت

از زنجیری که عشق انداخت در پای من ای قمری
فتاد آخر ترا هم حلقهٔ در گردن ای قمری

مگر سرو دمراد یدی که از دیوانگی بر تن
زبال و پر ترا صد پاره شد پیراهن ای قمری

۱۹۸

لامع

بر حقیقت حال او اطلاعی نیست. اما. بیقدر معلوم میشود که تازه گوئی سخن یاب است.

از دست ؎

ای سپند برق حسنت شبنم گلزار ها
دست و پا گم کرده سر خندت رفتار ها

در بهارستان محبت بلبلان قدرسا
بوی گل خیزد بجای ناله از منقار ها

دید گر آب و رنگ از لعل گو یا قوت خندانرا
گریبان پاک همچون گل کند لعل بدخشانرا

شود گر دشت پیما نالهٔ مجنون سودایت
بلند فریاد آورد مانند نی شاخ غزالانرا

گذشتی بر مزارم شور مستی انداختی رفتی
کف خاک مرا صحرای محشر ساختی رفتی[۳]

---

[۱] ب: گفت که پیش مصرعه این از من نمی رسد. پیش شاعران دیگر مثل میرزا بیدل وغیره خوانده ام. کسی نرسانده فقیر بدیهه گفت [۲] ب: در صدد تربیتش بودم که قسمت او را بطرف دکن برد. [۳] ب: خراب از [۲] نسخه ب شعر ذیل نیز دارد:-

چه خوش باشد که گردد آشنا باهم برو دوشی
رسد همچو کمان و حلقه آغوشی بآغوشی

خلاصه[1] دودمان مرتضوی میرزا معز الدین محمد موسوی[2]

در خوش خیالی و معنی طرازی و شعر فهمی و انشا پردازی نظیر نداشت. در حدت طبع و دقت آفرینی و علم معقولات بی بدل بود. باین فضل و کمال از ممالک ایران کم کسی برخاسته باشد چنانکه خود گوید ؎

من مرغ خوش ترانه باغ فضیلتم — طبع مرا بزمزمهٔ شاعری چه کار

درین بیت میرزا صائب که در تعریف عمارت گفته ؎

صائب — چون لباس غنچه تنگی میکند بر دوش گل — بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

رد بر وی او در پیش مصرعه دخل بجا کرده و نا درست وانمود. صائبا بتامل بسیار بر قبح این بیت مطلع شده و قائل گشت. فقیر چنین درست کرده بر خواند فرمود که حالا درست شد ؎

چون لباس غنچه نشگفته تنگی میکند — بر شکوه این عمارت پرنیان آسمان

روزی عزیزی در مجلس او این بیت بر خواند ؎

ز تیره بختی خود آنزمان شدم آگاه — که مادرم سر پستان خویش کرد سیاه

گفت معنی تازه است. خوبتر ازین باید بست. خود فکر کرده خوب تر ازان بست ؎

این تیرگی روز ازل داشت کو کبم — مادر نزاده ام سر پستان سیاه کرد

جواب این بیت میرزا طاهر وحید خوب گفته. خود نیز ازین محظوظ میشد. هر دو نوشته میشود ؎

وحید — هر گل بیاد شمع تو بالی کشوده است — خاکسترم چمن شد و پروانه ام هنوز

معز — شد گرد باد دامن صحرا غبار من — بر باد رفت خاکم و دیوانه ام هنوز

روزی این بیت عزیزی را خواند ؎

بچه اندیشه ام از خاطر ناشاد روی — چه بخاطر گذرانم که تو از یاد روی

بفقیر فرمود که بیائید طرح کنیم. بدیهه گفت ؎

میر معز — آنچنان زی که چو از حادثه بر باد روی — حسن معنی نگذارد که تو از یاد روی

---

[1] ب: خلاصهٔ دودمان مصطفوی، نقادهٔ خاندان مرتضوی، سید پاک گوهر عالی نسب میر معز الدین محمد موسوی۔

[2] ب: از اولاد امام ضامن ثامن موسی الرضا بوده۔

فقیر نیز بدیهه رساند ؎

سرخوش: خویش را خاک رهی سازی و بر باد روی / باز دانست که بر تخت روان شاد روی

روزی این بیت ناصر علی در میان آوردند ؎

علی: ز جوش باده دُرد ته نشین بالانشین گردد / ز موج خنده ترسم خط بیرون آید از آن لبها

خود بفکر تمام فرمود ؎

نگه بر نیشتر بالیده می بارد ز مژگانش / سخن در برگ گل پیچیده می ریزد از آن لبها

فقیر سرخوش نیز لنگ لنگان رسید ؎

سرخوش: نظرها از لطافت بر رخش باران در آبست / سخن نقش نگین گشت از فرو رفتن در آن لبها

در حسن ابدال غلغلهٔ این مطلع در شعرای پایه تخت انداخت. مطلع تازه ؎

شعر: هیچ کس آگاه ز شرح اشتیاق ما نشد / نامهٔ ما چون زبان لال هرگز وا نشد

سرخوش: هیچ دل از زینت دنیا نشاط افزا نشد / عقدهٔ کار کس از دندان گوهر وا نشد

همه عزیزان[1] گفتند که کم از مطلع میر نیست. فقیر گفت تشبیه میر تازه و از من متعارف اینقدر تفاوت است. هرگاه فقیر بخدمتش[2] وارد میشد درس علوم عربی موقوف میداشت و میگفت که با سرخوش صحبت تصوف و شعر تازه میداریم. و اکثر از راه مهربانی میفرمود که در هندوستان[3] شاعر دیدم ـ

---

[1] در نسخهٔ ب، از آن سه ب، تا [2] من سه ب، اکثر شعرای اردوی معلی مثل شیخ عبدالعزیز عزت تخلص و میر محمد زمان راسخ وغیره بجد میگفتند که تو به از میر گفته. من گفتم که میر به از من گفته. فکرها میکردند و غورها می نمودند که آیا بچه سبب مطلع میر به از مطلع اینست هر آئینه هیچ در نیافت. بعضی گفتند که چون دم از شاگردی میر میزند تواضعاً میگوید. آخر همه گفتند که ما در نمی یابیم. باری تو بیان کن. گفتم که تشبیه میر که نامهٔ پیچیده را بزبان لال داده تازه است. و از من متعارف هزار کس گوهر را بدندان و دندان را بگوهر تشبیه داده. میر بسیار محظوظ شد و یاران نیز قبول کردند. گفتند زهی طبع منصف. [3] ب: برین فقیر اینقدر مهربانی داشتند که در عین درس چون فقیر وارد میشد میفرمودند که کتابها بردارید که با سرخوش صحبت شعر و علم تصوف میداریم. و بر سر مقدمه را انصاف میدادند و میفرمودند که قدرتی دارم که هیچکس در علم معقولات و تحقیق تصوف از من پیشی نتواند گرفت و لیکن وقتی که سر فنا در میان می آید من در میمانم زیرا که نه انکار میتوانم و نه اقرار. در احوال جمیع مشایخ خوانده ام که در ذات حق فانی میشوند و ظاهراً در میان خود و ایشان هیچ فرقی نمی یابم. همچو من میخورند و می آشامند. ایشان چه قسم فانی گشته اند و من نیستم. فقیر میخندید و می گفت سبحان الله ؎

چشم باز و گوش باز و این ذکا / خیره ام در چشم بندی خدا

صاحب عقل و شعور و افضال و کمالات. درین قدر معامله بوی پیداست ـ

غنی و ناصر علی و سرخوش - و در اوائل فطرت تخلّص میکرد - و در آخر ها موسوی مقرر کرده و ازین تخلص
بسیار محظوظ بود[1] خطاب خانی هم برین تخلّص گرفت[2] - روزی گفت که "افضل اهل زمانه" تاریخ ولادت
من است، موافق سنه هزار و پنجاه هجری. فقیر گفت تولّد من هم درین سال است و[3] نام من افضل
این بمن عنایت فرمائید و برای خود فکر دیگر کنند[4]

روزی شخصی به ایشان گفت مصرعه گفته ام پیش مصرعه شما رسانید ع

فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

فرمودند سرخوش طبع اشعار تازه گو بیان است - از و بپرسم اگر کسی نگفته باشد پیش مصرعه میرسانم چون
بفقیر دو چار شدند و ذکر این مصرعه در میان آمد گفتم مطلع صائب است ؎

آشفتگی ز عقل پذیرد دماغ ما — فانوس گرد باد شود بر چراغ ما

روزی[5] دو منصبدار خلعت پوشیده برای تسلیم حضور ایستادند بمن فرمود که تحقیق کرده بیا که این
هر دو را چه خدمت شده - آمده تحقیق کردم یکی را دیوانی برار مقرر گشته و دیگری را خلعت کدخدائی
شده، رفته بمیر رسانم که یکی را خدمت در آر شده و دیگری را خدمت برار شده - میر خنده ها کرده تحسین
نمودند - این چند بیت از نزاده های طبع شرافتش برسبیل مشتی نمونهٔ خرواریست - از میر معز موسوی ؎

---

[1] ب، که ازین هم نسب من ظاهر است و هم حسب من [2] ب، چون بپایهٔ وزارت ممالک دکن و دیوانی تن و هزاری منصب سرافراز
گردیدند فقیر از شاهجهان آباد بعد تهنیت و مبارکباد رباعی نوشت، رباعی

ایام بکام دوستداران گشته — کار میرزا معز بسامان گشته
چیزی که بجا نشده بعالم این است — کان سید پاک موسویخان گشته

[3] ب، خنده کرده گفت خوش باشد، روزی مطلعی گفته بخدمت گذرانیدم ؎

خانهٔ دهر تنگ بسیار است — پشت بام فلک هوادار است

بسیار تحسین فرمودند و پیش مصرع عبارت آخر لیسته اند بسیار تنگ می باید گفتم که صاحب بیت خود بسته اند آنرا چه علاج ؎

مباد نامه بلیلا تیمم را تر کنی قاصد — درین مضمون نازک کرده ام بسیار مضمون را

شنیده خاموش ماندند - عجب مشفق و مهربان بوده وقتی فقیر در لاهور بر زنی عاشق بود - چون کوچ رایات عالیات بجانب شاهجهان آباد
شد بصد پریشانی ناچار همراه رکاب سعادت روانه شدم - روزی بخانه میر نشسته بودم ذکر آن معشوقه در میان آمد - مرا گریه
بافغان روی داد، میر متاثر گشته رباعی بدیهه فرمودند - رباعی

اشکی که مرا ز چشم نم دیده برفت — لخت دل من بود که غلطیده برفت
در هجر تو این نکته بمن شد معلوم — کز دل برود هر آنچه از دیده برفت

شدم خاک و هنوز از عشق او آتش بجان دارم ——— در آغوش کفن جسمی چو تب در استخوان دارم

رسید راه معصیتها شد پریشانی مرا ——— داشت عریانی نگه ز آلوده دامانی مرا

کار ما پیوسته در بند از گشاد ناخن است ——— عقدهٔ ما همچو گوهر خانه زاد ناخن است

ما طائر عشقیم و قفس بال و پر ماست ——— چون بوی گل چیده وطن همسفر ماست

عیب صاحب هنران جوهر تنک ظرفی ماست ——— آب یاقوت چو زد جوش رگ یاقوت است

چو سوز عشق را کامل کنی عیبت هنر گردد ——— شود یاقوت هر سنگی که لبریز شرر گردد

عاجز شد از رفاقت ما رهنمون ما ——— استاد آب تیغ در وانست خون ما

بحر و کان را نارسا افتاد استعداد فیض ——— گوهر آب دیده و یاقوت خون دل نشد

شوقین به برقع از دل بیتاب کم نشد ——— این مه گرفت و شوخی مهتاب کم نشد

ندارد آفتی چون غنچه از صرصر چراغ من ——— برنگ لاله در آغوش ناخن خفته داغ من

آتشم در ته پا بود ولی همچو سپند ——— گام اول نفسم سوخت ازین راه مپرس

مرد حق در عین دنیاداری از دنیا بریست ——— ملک در دست سلیمان نیست در انگشتریست

این شیشهٔ مستی مرا از بادهٔ خود پروریست ——— شیشه با موج شکستن همچو پیر بال پریست

عشق در مصر جنون لاف خدائی میزند ——— حسن گر یوسف شود در کسوت پیغمبریست

ذوق عشق آئینه دار راز دلها میشود ——— چون بجوید ناله خموشی ناله پیدا میشود

حسن سعی کوهکن از نقش شیرین ظاهر است ——— کار چون نیکو بود خود کار فرما میشود

حق شناسی حیرت افزای دل آگاه شد ——— جاده بالیده آنقدر بر خود که سد راه شد

حیرتم برقع کشای شاهد مقصود گشت ——— عقدهٔ دل عاقبت پیکان تیر آه شد

نهان نگذاشت افسون غمش در پردهٔ ناموسی ——— پری در شیشه رسوا سوخت چون شمعی بفانوسی

شب از پروانه شرح انتهای شوق پرسیدم ——— کف خاکستری افشاند بر دامان فانوسی

در ملک دکن برحمت حق پیوست، بر جمیع سخنوران ماتم شد. میان ناصر علی این خبر شنیده از بگریست
و برین فقیر دلگیر درین مصیبت گذشت آنچه گذشت ع

له ج، موج سه ا، ۱۰ این سیه مست قرار سه ب: میدهد —

حیف دانا مردن و افسوس[1] نادان زیستن

و دو تاریخ وفات آن مرحوم این اخلاص‌مند یافته —

سرخوش
معز الدین محمد موسوی حیف — ز عالم سوی ملک معنوی رفت
کشید آه و بگفتا عقل تاریخ — معز الدین محمد موسوی رفت

—
دریغا رشتهٔ هستی زین سرا بست — معز موسوی‌خان سخندان
ز حیرت جستم چو تاریخ فوتش — خرد گفتا کجا شد موسوی‌خان

از برهمی هنگامهٔ سخن و کساد بازاری اشعار چه نگارم که این قطعه شاهد حال است —

دریغا شعر ریخته از هم بر بست — سخن با موسوی‌خان از جهان رفت
ز فوت را بجا ابدال نعمت هم مرد — نشان عیش از هندوستان رفت
ز من باقیست سرخوش عجز نالان — پس از من خواهد این هم از جهان رفت

۱۲۶ آراستهٔ باطن و ظاهر[2] میرزا محمد علی ماهر

استاد همه فن پختهٔ کار انسان صاحبدل کامل عیار بود با کلیم و قدسی و میر یحیی و غیرهم از شعرای عصر جهانگیری تا نازک خیالان عهد عالمگیری صحبت داشته فقر اختیاری با استقلال داشت تا در جهان بود در فکر سخن بود برای بعض بیش مصراع شش ماه هفت ماه فکر میکرد چنانچه برای این مصرع

انتقام پدر از خصم پسر میگیرد

در شش ماه مصرع رساند ع

حاسد اهل سخن داغ ز حسن سخن است

دیوانی ضخیم و مثنویهای رنگین دارد. نثر مشتمل ظهوری پر مضامین تازه نگاشته. گل او رنگ

---

[1] ه ب: مصرع حیف نادان زیستن [2] ه ب: نخواست [3] ه ب: واقف اسرار باطن و ظاهر [4] ه ب: در پیش دارا شکوه مریدان شده بود چنانچه فرموده. بیت

کرده بارادت انتخابم — بخشیده مریدخان خطابم

بعد از کشی دارا شکوه ترک علائق دنیوی نموده گوشهٔ عزلت اختیار کرده دیگر کمر نه بست روزی فقیر گفت که نواب دانشمند خان میر بخشی و همت خان بخشی تن هر دو بحال شما مهربان چرا منصب معقول نمی گیرند خنده کرده گفت به ترک دنیا مشهور گشته ام دم از فقیری می زنم. اگر الحال باز رغبت بدنیا نمایم مثل من با آن زن هندو ماند که با شوهر مرده برای سوختن آمده باشد محرق آتش سوزان دیده خواهد که بگریزد. حلال خوران سرش شکسته بسوزانند.

در مدح شاه اورنگ زیب گل سرسبد فکرهای اوست چند فقره ازان گلدستهٔ معانی ایراد می یابد ۔
"در عهد عجبی بمقتضای بن الکر ببازی گنجفه دست کشادی شمشیر سرواکه دی دراز حیج و سفید شطرنج
وادی تازه مرکب ساده سرکارش نام سیاهی بادام شنیده بادام چون لب پستهٔ خندان در پوست نگنجیده ۔

ماهر
آرد از بهر مشق شاه مدام   چشم خوبان سیاهی بادام

در عهد خوش نویسی اش از بسکه یاقوت را مناسبتی بقطعه نویسی نمی بیند، محرران دفتر همایونش یاقوت را
قطعه نمی نویسند" از تمام نثر ملا منیر لاهوری همین فقره انتخاب نموده "خواجه ریحان که با خواجه سنبل
نسبت همزلفی داشت" میگفت و دیگر همین تالیف است ۔ واز ساقی نامه من یک قطعه در نعت
و یک بیت در بهاریه تازه برآورده بود که این نصیبه تست ۔ قطعه مثنوی ساقی نامهٔ سرخوش ۔

شرابیکه پرداز داز ماسوی   سزد ساقی آن رسول خدا
خرد از میش محو مطلق شود   ز خود بی خبر آگه از حق شود
باین بی خودی او بود رهنمون   کند آخرین جام مستی فزون

این معنی را در رباعی بسته ۔

احمد که چشم و چراغ ایام بود   رونق افزای بزم اسلام بود
زد گشت رسالتش عرفان بکمال   مستی افزون ز آخرین جام بود

من ساقی نامه از بهاریهٔ سرخوش ۔

سر زلف وا کرده سنبل بناز   شده از مریدان گیسو دراز

مثنوی جامع نشاتین در زمین تحفة العراقین گفته بود، افتتاح کلام از بهاریه کرده، مطلعی
برای آن میخواست حسب المدعا دست نمیداد، فقیر گفته بنظر گذرانید ۔

سرخوش
ای بر سر نامه گل ز نامت   باران بهار رشحهٔ جامت

او برای ساقی نامهٔ فقیر مطلعی گفته عنایت فرمود ۔

ماهر
بود نامه نقش بخشش ادا   که بر سر کشد جام حمد خدا

مثنوی در مدح بیگم صاحب گفته بمعرفت مادر عنایت خان آشنا فرستاد بیگم صاحب بعد مطالعه
برین بیت محظوظ شدند ۔

ماہر بذات او صفات کردگار است که خود نہان و فیضش آشکار است

پانصد روپیہ صلہ عطا فرمودم با عتقاد فقیر ہیچ نداد ۔ بایستی برین بیت او را بزر می سنجید ۔ پایہ مدح بالاتر از من چہ باشد ۔ فقیر در جوانی مدتی شعر در خدمتش گذرانیده و اصلاح گرفتہ ۔ سلامت نفس و شکستگی در گذشتگی بحدی داشت کہ روزی بخانہ مرزا قطب الدین مائل مجلس شعر خوانی گرم بود ۔ حکیم صاحب و ملا محمد سعید اشرف و غیاث الدین منصور فکرت باہم صحبت داشتند ۔ بفقیر تکلیف شعر خواندن کردند ۔ این مطلع تازہ گفتہ بودم خواندم ؎

سرخوش کی توانم دید زاہد جام صہبا بشکند ہیپر ورنگم حبابی گر بدریا بشکند

ہمہ صاحب سخنان زبان آفرین و تحسین کشودند و حکیم صاحب تا نصف شب این مطلع بر زبان داشت و میگفت سبحان اللہ در ہند مردی پیدا شود کہ چنین شعر میگوید ۔ روز دیگر در خانہ دانشمند خان بشاہ ماہر دو چار شد ۔ گفت دیروز سرخوش شاگرد شما مارا محظوظ کرد ۔ بسیار صاحب تلاش و خوش فکر است ۔ بارک اللہ خوب تربیت کردہ اید ۔ شاہ گفت او کی شاگرد من است ۔ ما باہم یاریم پیش یکدیگر شعر میگذرانیم ۔ حکیم گفت کہ او بجد میگفت کہ من شاگرد شاہ ماہرم ۔ فرمود کہ از راہ بزرگ نژادگی خود تواضعاً میگفتہ باشد والا من کی لیاقت استادی او دارم ۔ چون فقیر بخدمتش رفت فرمود کہ شما چرا گفتید کہ من شاگرد ماہرم ۔ این برای شما خوب نیست و مرا خود چہ مضائقہ بلکہ فخر است کہ چون تو شاگرد داشتہ باشم ۔ جمعی بلند فکر نیز ہستند کہ مرا و شعر مرا در نظر نمی آرند ۔ شاگرد مرا در چشم ایشان چہ قدر و منزلت خواہد بود ۔ شعرا شاگرد خدایند ۔

برادر کلان فقیر خیر الدین محمد طبعی موزون داشت ۔ عجزی تخلص میکرد ۔ شعر بطرز قدما میگفت فقیر در خدمت او تربیت می یافت ۔ در سن ہشت و نہ سالگی روزی براہی میرفت خواجہ سرای خوش روی دید کہ بر بالای چاہ زنخدان خالی داشت ۔ این معنی بخاطر آوردہ مطلعی گفتہ ؎

بر زنخدان تو خال سیہی افتاد است ہمچو دلویست کہ بالای چہی افتاد است

پیش برادر خود خواندم محظوظ شد و مرا در بر کشید و بہ پیشانی بوسہ داد ۔ از ان روز در صدد اصلاح کار من شد ۔ در سن یازدہ سالگی در قصبہ کرانہ دختر صاحب حسن رسن بازی را دیدہ این رباعی گفتم ۔ رباعی

سرخوش آن دلبر بوالعجب کہ ماہ زیباست بالائی علم چو گل لشاخ رعناست
نی نی غلط ام کہ آفتاب محشر یک نیزہ بر آمد و قیامت برپاست

غلغلۂ این رباعی در تمام میان دو آب افتاد و قاضی میر محمد ہائی و غیرہ سخنوران کہ دراں گل زمین بودند پیش پدر فقیر آمدہ گفتند کہ این پسر چیزے بشود از حال این غافل مباشید۔ در مشق چند مدت کار از اصلاح برادر گذشت۔ ملا بیخود مرا بخدمت مرزا محمد علی ماہر برد صحبت با ایشان موافق افتاد۔ ہمیشہ شعر گفتہ بخدمت میگذرانیدم و اصلاح میگرفتم۔ بہ میان ناصر علی اکثر میفرمود۔ کہ در کار طبع این جوان حیرانم ہرگاہ می آید معنی ہائے تازہ می آرد۔ از کجا می یابد۔

برہمن پسری مقبول فکر سخن میکرد روزی پیش نواب سعد اللہ خان این بیت از زادہائے طبع خود برخواند از وست ؎

زمیدان سخن گوی سبق برد برہمن زادۂ از دو برہمن

نواب خندہ کرد۔ درین اثنا مرزا محمد علی ماہر رسید۔ فرمود کہ بشنوید برہمن زادۂ از دو برہمن چہ میگوید باز برخواند۔ میرزا گفت از صلابت نواب عبارت را منقلب کردہ۔ ظاہراً ہمچو گفتہ باشد ؎

براہمن زادۂ گوی سبق برد زمیدان سخن از دو برہمن

برہمن یکی از ہندوان پیشتر بود و دیپی چند رہبان تخلص[1] میکرد۔

گویا و جویا دو برادر بودند۔ در کشمیر روزی بشاہ ماہر گفتند کہ ماہر دو برادر تخلص[2] طالب کلیم را باہم چہ قسم تخشش کردہ ایم۔ جویا طالب و گویا کلیم۔ شاہ گفت معنیہائش را چہ قسم باہم قسمت کردید۔ فقیر تاریخ وفاتش را چنیں یافتہ۔

سرخوش حیف زبزم جہان ماہر معنی طراز مست بگنج وصال از قدح موت شد
سرخوش غمدیدہ خواست سال وفاتش نمول گفت خرد آہ آہ ماہر ما فوت شد

این چند بیت از زادہای طبع اوست ؎

ماہر چشمم چگونہ دیدن رویت ہوس کند نظارہ بر چراغ تو کار نفس کند
میکند معشوق از پہلوی عاشق دلبری از پر خود شمع را پروانہ میسازد پری

---

[1] ب:۔ نام و تخلص [2] ب:۔ در۔

تا بدل گردیده ام خورسند عالم از من است — در قناعت مور از یک دانه صاحب خرمن است

بسکه در هجر تو چون نال قلم کاهیده ام — از تنم صد پیرهن بالیده تر پیراهن است

سخن گر عالم از حسن ادا گردید تسخیرش — خموشی لطفها دارد که نتوان کرد تقریرش

بسکه شد دل بستهٔ احوال ملک و لشکر است — زنگ بر آئینه داغی بر دل اسکندر است

آید شد نفس که برو شد مدار عمر — باشد دو اسپه تاختن شهسوار عمر

تنزلش چو ترقی باختیار مدان — که این نفس ز دون شخص روزگار بود

دود بار سوز دار اثر و فغان بلند کشد — می دود آتش در سوختن سپند کشد

۱۲۷ حکیم رکنای مسیح

از امرای صاحب سخن عهد جهانگیری بود در معنی یابی ید بیضا داشت بسیار خوش فکر است از وست

در من آمیخته از تو اثر پیدا نیست — همه شیر است درین کاسه شکر پیدا نیست

آنچنان با تو یکی گشت وجودم ای دوست — که ترا بی تو توان دیدن و بی من نتوان

تمام عمر مرا باشد دو ساله گذشت — حباب وار مرا عمر در پیاله گذشت

روز اول کاندرین ویرانه بنهادم قدم — باز می بایست گشتن هر دیواری نداشت

همچون نگین که بهر نگین دان شده ست خلق — اورا خدا برای کنار آفریده است

رباعی

آنانکه ز یکدگر جگر ریش تراند — قومی لب سبز جماعتی بیشتر اند

در غربت بیم مرگ تنهائی نیست — یاران عزیز آنطرف بیشتر اند

۱۲۸ سعد الله مسیحای پانی پتی

شاعر عزاز هم صحبتان شیدا بود باهم اتحاد و یگانگی بسیار داشتند چنانچه خود گفته

در من و شیدا نماند اندر حقیقت امتیاز — من به شیدا مانم و ماند بمن شیدائی من

قصهٔ رام و سیتا از زبان هندی بنظم آورده در آنجا بیتی در نعت گفته که همه شعرا پسندیده اند

ا۔ ب: مالیده ۲۔ و ۳۔ این هر دو شعر از نسخهٔ ب افتاده است ۴۔ ب: ... ۵۔ ملا سعد الله مسیح ... روزمره اش اگرچه خام است موافق تازه گویان عراقی نیست اما بعضی معنی های تازه و غریب فکر کرده چنانچه در مدح شیرینی گفته

غذای نفس نه بر فاقه داده — غلط گفتم که نفس مرده زاده

مسیحا　　دل از عشق محمد ریش دارم　　رقابت باخدای خویش دارم

اگرچه این معنی ملّا سحابی در رباعی بسته۔

سحابی　　آنرا که خدا رقیب باشد چه کند

اما این فصیح تر بسته. شاید توارد شده باشد۔ و یک بیت در تعریف عصمت سینا گفته که جمیع خوشخیالان پشت دست گزیدند[1]۔ و این یک بیت را به لک بیت سنجیده اند ؎

تنش را پیرهن عریان ندیده　　چو جان اندر تن و تن جان ندیده

روزی میرزا محمد علی ماهر این بیت را میخواند و تحسینها میکرد و میدانست که در نعت گفته۔ فرمود که کاش این همه اشعار که در تمام عمر گفته ام بآن مرد نصیب میشد و این یک بیت بمن میداد۔ فقیر گفت که در تعریف عصمت سینا گفته۔ شنیده بی اعتقاد شد۔ گفت عجب پست فطرت دون همت بود۔ چه طور معنی را در چه محل فرود آورده[2]۔ و یک بیت در محل فرو رفتن سینا در زمین نیز گفته اما خوب گفته ؎

مسیحا　　گریبان زمین شد ناگهان چاک　　در آمد همچو جان در قالب خاک

فقیر نیز در تعریف سن بازی رباعی نوشته بود که بالا تحریر یافته[3]۔ در مرثیه امام حسین شهید همان معنی در رباعی و قصیده بسته۔ رباعی سرخوش

کردن چون کوفیان سوی شام روان　　بر نیزه سر حسین شاه دو جهان
لرزید فلک که شد قیامت برپا　　یک نیزه بر آمد آفتاب تابان

من اشعار مسیح۔

در بزم عاشقان چو بر آرم ز سینه آه　　چو هیزمی که دود کند دور م افگنند
گر از خراش دلم منکری به بین بی رحم[4]　　کر پوست کنده سخن میکند ادا ناخن

۱۔ب: این هیچ یک قدرت ندارد که چنین تواند گفت ۲۔لا: فقیر این معنی را در رباعی بسته گذرانید ۔
شرم آئینه دار است ز بس جانان را　　پر ساخته از گل حیا دامان را
عریان بدنش ندید پیراهن هم　　چون در تن جان و تن ندیده جان را
میرزا شنیده گفت بارک الله این معنی را خوب مسلمان کردند ۳۔د: همیشه پشیمان بود که چرا چنین معنی در مدح بزرگی نبسته. آخر برای مرثیه امام حسین توفیق یافته دوازده رباعی مثل دوازده غزل محتشم گفته در هر رباعی تلاشها کرده. وقتی که کوفیان سر مبارک امام بر نیزه روانه شام نموده. در آنجا این طور بستم ۴۔ ب، ا: به بین به رحم ۔

بحکیم مقرب خان رباعی نوشته که بیت آخرش این است -

مسیحا | برخوان عطای تو مسیحا محرومم | چون تصویر که باشد برخوان

۱۲۶ ملا مفید بلخی

از خاک توران همچو او معنی یاب صاحب تلاش برنخاست. تازه فکر بود در اوائل جلوس عالمگیر شاهی در بلدهٔ ملتان بحضرت منان پیوست[1]. فقیر بعد از استماع این واقعه[2] تاریخ فوتش گفته -

سرخوش | مرد ملا مفید در ملتان | این سخن چون بگوش سرخوش خورد
برکشید آه و سال تاریخش | گفت ملا مفید بلخی مرد

مفید | از رهائی مگو که چون طاوس | پر و بالم بمهر صیاد است
زینت خانهٔ صیاد بود مرغ اسیر | از گرفتاری طاوس قفس گلزار است
نگردد تا فغان من هم آواز گرفتاری | ز میل سرمه صیاد مرا چوب قفس باشد
مرا شور محبت برد از جا | پر پرواز شد داغم چو طاوس
بسکه پر شد ز سرمه چشمانش | شد رگ سنگ سرمه مژگانش
تکمه در پیرهن نمی گنجد | از هم آغوشی گریبانش
نالهٔ[3] من همچو نی جانم بلب آورده بود | یاد چشم سرمه آلودش بفریادم رسید
زبسکه کرد پریشان غبار خط توام | نفس چو نال قلم گشت تار تار مرا
ز دست طالع ناساز خویش رسوایم | سیاه بختی من همچو مشک بود ارد

۱۲۷ ملا معنی[4] کشمیری

گویند که بود هرچه از انگشت بر روی هوا مینوشتند درمی یافت و جواب میداد. و یک بیت از و بخاطر است -

صدای دل طپیدن از شکست رنگ می آید
زبان خامشی در پرده رسوا میکند ما را

---

[1] ب. فقیر صحبت او در نیافته اما بعد از استماع این واقعه تاریخ فوت او بطریق تعمیه گفته [2] د. باوجود عدم آشنائی
[3] ب. نالهٔ دل [4] ا. معی. ب. معنی -

صالح بیگ ملہم ۱۳۱

یک بیت ازو بیاد است ؎

جلوۂ حسن تو شد دام گرفتاری مرا　　موج رنگ گل بود زنجیر پای عندلیب

مُنّی کلال ۱۳۲

رواج سخنوری در عهد جهانگیر دیده این را هم سر شاعری بدر دآمد طبع موزون بهم سانده دیوانی مختصر ترتیب داده. کلال دختر منتیه قومی اند که دربانی بادشاهان هند و امرای عظام بعهدهٔ ایشان مقرر است. غیر از چوبداری و اهتمام سواری قابل هیچ کار نیستند. جهانگیر شاه ایشان را چندال یعنی بدترین مردم میخواندند. چندگاه در رکاب نواب معلّی خدیو جهان نور جهان بیگم تردد ها کرده و عرضی کرد که اگر بتقریبی ذکر سلیقهٔ موزونیت خانه زاد در پیشگاه خلافت جهانداری در میان آید باعث ترقی احوال و افزونی عزت و اقبال من خواهد بود. بیگم صاحب وقت یافته عرض کرد که منّی کلال هم شعر را خوب میگوید امیدوار است که بسمع مبارک رساند. بادشاه فرمود که الحال کار شعر باینجا رسید که چندال بگوید. بیگم عرض نمود که خانه زاد در حضرت ترتیب یافته. حکم شد که بیارند. چون حاضر شد بشعر خوانی فرمان یافت. بی تامّل برخواند ؎

منّی بگریه سرای دار دای نصیحت گر　　کناره گیر که امروز روز طوفانست

بادشاه فرمود که من نگفته بودم که این را بشعر چه مناسبت. اینجا هم رعایت اهتمام که پیشهٔ اوست از دست نداده. دور کنید. بعد از مدتی در پی سواری بیگم صاحب دویده التماس کرد که یکبار دیگر اجازت شعر خوانی دریابم. بیگم باز بادشاه را برین آورد طلبیدند. حکم شد که چیزی بخوان. قضا را این بیت بخواند ؎

من میروم و برق زنان شعلهٔ آهم　　ای همنفسان دور شوید از سر راهم

بادشاه بخندید و فرمود که به بینید باز پیشهٔ خود را جلوه داده و رعایت نموده۔

منعم کاک شیرازی ۱۳۳

شاعر معنی سنج خوش تلاش بود مثنوی در تعریف اکبرآباد خوب گفته در خورد سالی فقیر پیش او

۱۳۱۔ پ، شائستہ ۳ ب: ۔ ہزاری پانصدی منصب ہم داشت ۔

مشق میکرد. در اوائل جلوس عالمگیری ودیعت حیات سپرد. ازوست ؎

آنرا که زور بازوی کسب هنر بود ‏ ‏ دست پر آبله صدف پر گهر بود

در خمارم روز و شب هر چند صهبا میکشم ‏ ‏ خشک لب چون ساحلم با آنکه دریا میکشم

می از خُم[1] رقص کنان بی دف و نی می آید ‏ ‏ دست بر دائره باشید که می می آید

مشهور[2]

۱۴۴

بخوش فکری مشهور است. این دو بیت ازو بگوش خورده ؎

خدایا آرزو مطلب مکن حسرت نصیبان را ‏ ‏ مده دم سردی صبح وطن شام غریبان را

لبالب دارد امانی زاشکم چون گل از شبنم ‏ ‏ مکن از خنده همچون غنچه ام پر گل گریبان را

میر معصوم کاشی

۱۴۵

نیز تلاشی بوده یک بیت ازو بگوش خورده ؎

تو از سنجاب داری طوق و من از آهن ای قمری ‏ ‏ ببین سرو تو بی رحم است یا سرو من ای قمری

میرزا مقیم[3]

۱۴۶

دو بیت او از بیاض میر معز نوشته آمد ؎

از روی رحم گوش بفریاد ما بده ‏ ‏ واللّٰه[4] کام خاطر نا شاد ما بده

ای آشنا بیا رچسان آشنا شدی ‏ ‏ این شیوه را بیا بخدا یاد ما بده

میرزا قطب الدین مائل

۱۴۷

جوان خوش فکر و خوش نویس و قابل بود. از طالب علمی نیز بهره داشت. با حکیم صاحب و میر معز مصاحب بود.[5] آخر کارش بجنون کشید. ترک منصب نموده در دار الخلافه شاهجهان آباد فیروکش کرد. بیست و هفتم رمضان از سنه یکهزار و یکصد و هشت بعد از هفت روز از فوت میان ناصر علی درگذشت محمد عاکف "جعل جنت مثواه" تاریخ یافت. این چند بیت ازوست ؎

[1] ب: خُم ۲ ج: مناسب. ۲ ب: مشهور شاعر خوش فکر ایران بوده این دو بیت او از بیاض میر معز موسوی خان انتخاب شده ۳ ب: مکن ۴ د: منعم ۵ ب: باللّٰه که ج: واللّٰه که ۶ ب: و بر فقیر خود از قدیم مهربانی دارد —

مرده ام اما بیاد همنوایان چمن
می طپد دل چون جرس در چنگل بازم هنوز

پاک طینت را ز دنیا دوری درکار نیست
مینوان چون آب گوهر از سر گوهر گذشت

در کسوت محبت همدلی را لپسند ند
گر تو سیاه چشمی من هم سیاه روزم

بزم ما بر هم ز سنگ محتسب کی میشود
شیشهٔ ما چون عنب گر بشکنند می می شود

بچشم تیره دلان روشنی غبار بود
سحر بکلبهٔ شب سیل نو بهار بود

به بزم بی خلل میکشان خاموشی
دهان پر گلهٔ خمیازهٔ خمار بود

جوش زن ای نو بهاری تا همه مستان شویم
شورکن ای عندلیبی تا همه نالان شویم

هستی ما را قضا میدوخت کتانی قبا
جلوه کن ای مه لقای تا همه عریان شویم

۱۴۹ مجدائی منصف

شاعر خوش کلام بوده۔ یک بیتش را فقیر ادعای دیدهٔ معنی کرده بسته۔ هر دو نگاشته می آید۔

خوی بد ما باعث آسودگی ماست
زنجیر در خانهٔ دیوانه جنونست

سرخوش
خوی بد باعث آسائش دیوانه شود
گرهٔ جبههٔ ما قفل در خانهٔ ماست

۱۵۰ اخوند محمد باقر

یک[1] چند مناسب تخلص میکرد۔ آخر مشتاق قرار داد۔ در اوائل جلوس عالمگیری با فقیر همدم و هم صحبت بود۔ مرد کوکناری در محبت و یاری بسیار درست بود[2]۔ از دست ے

بخواب عدم راحتی داشتیم
ازین خواب ما را که بیدار کرد

در تیره ابر طالع خود برق حیرتم[3]
بی گریه هیچگاه تبسم نمی کنم

۱۵۱ ملا ملک قمی

در بیجاپور و از اعیان آنجا بود۔ ظهوری ذکرش در ساقی نامه آورده است۔ از وست ے

چونچکان است ملک تیغ جفا می ترسم
که پی احمد بدر خانهٔ قاتل برود

---

[1] ب، شود [2] ب :۔ اخوند لپسران همت خان [3] ب :۔ شعر بسیار گفته [3] ج۔ حسرتم۔

ملا مشرقی ۱۴۲

خوش فکر بود و خوش کلام ازین بیت فکرش روشن است ؎

زکعبه آیم و در رشک آیدم بخونابی   که از زیارت دلهای خسته می آید

نظیری نیشاپوری ۱۴۳

گوی فصاحت و بلاغت از اقران زمان می ربود۔ سخن سنجان عصر جهانگیری او را استاد میدانستند۔ با نواب خانخانان ارتباط تمام داشت۔ در همان عصر یک نظیری دیگر بهم رسیده هر دو برای تقرر تخلص باهم در آویختند۔ این گفت این تخلص را بگذار و آن میگفت تو تخلص دیگر پیدا کن۔ آخر قرار برین افتاد که نظیری نیشاپوری صاحب مال است ده هزار روپیه خود موافق عدد "یا" باین نظیری مفلس بدهد که او "یا" را دور کرده نظیر برای خود تخلص نگاهدارد۔ سبحان الله عجب زمانه و خوش عهدی بود که چنین معامله پیش می رفت۔ الحال اگر صد تا بر سر هم کشته شوند درمی بکس ندهند۔ از وست ؎

پرده بر داشته ام از غم پنهانی چند   بزبان میرود امروز گریبانی چند

کشته از بس بهم افتاد کفن نتوان یافت   فکر صحرای قیامت کن و عریانی چند

بینوا دوشم در درازی از شب یلدا گذشت   آفتاب امروز چون برق از سرای ما گذشت

بینش نخاری نیست کز خون شکاری سرخ نیست   آفتی بود آن شکار افگن کزین صحرا گذشت

جلوه اش ننمود از بس محو رخسارش شدم   ناله ام نشنید از بس گرم استغنا گذشت

عشق را کام بعهد رخ گلفام تو نیست   صبح امید و شب وصل در ایام تو نیست

محبت با دل غمدیده الفت بیشتر گیرد   چراغی را که دودی هست در سر زود در گیرد

آن دهد در گریه پند ما که با ما دشمن است   آنکه میگرد شنا در را بدریا دشمن است

ناظم گیلانی ۱۴۴

بسیار خوشگو و صاحب تلاش بوده۔ حاجی محمد جان قدسی هر بیتش را بیک اشرفی می خرید۔ من اشعاره ؎

گشت ز سیر گلستان شیفتگی فزون مرا   ناله عندلیب شد زمزمه جنون مرا

داغ دلان عشق را سیر چمن غم آورد   لاله شگفته دیدم و شد خبر از درون مرا

۱۴۲ ج، مشرقی سنه ب تا اوائل جلوس جهانگیری برگو بود سنه ب ۔ همچنان کرده سنه ب ۔ اشرفی طلا ۔

معشوق ما بمذهب هر کس برابر است   با ما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

بیمار عشق را نه مدا[1] وا چه فائده   دارد لب تو فائده اما چه فائده

به پشت لب خط آن قبله را شمار ابرو   چو رکن کعبه چهار است شد چهار ابرو

درین بوستان خوارم از نارسائی   غریبم چو گل بر سر روستائی

ز عکس رخم خاک هر کوچه زر شد   ترا کیسه خالی و من کیمیائی

دو گونه رنج[2] (و) عذاب است جان مجنون را   بلای صحبت لیلی و فرقت لیلی

دلم در وصل از تاب رخ جانانه میسوزد   فروزد گر چراغ تیره بختان خانه میسوزد

پیچیشی در کفنی خواهم در کنج لحدی   غربتم کار گر افتاد شهیدان مددی

باغبان چیدن گل سخت عقوبت دارد   بلبلی در قفسی به که گلی در سبدی

خرقه کردم من و او تکیه که دولت ساخت   بسکند زمدی داد بما هم نمدی

هر جام شگفته تر ز جام دگری   در دست تو باده آب دریای گل است

عالم تمام یک قفس از بلبلان تست   تا حلقه گشت زلف تو صیاد دام سوخت

ابوطالب کلیم به پیش مصرعه این بیت مصرع رسانده مطلعی ساخت

آن شاخ گل که سینه من گلستان وی است   عالم تمام یک قفس از بلبلان اوست[3]

ناظم هروی

۱۱۵

استاد خوش خیال و صاحب زبان بود مثنوی یوسف زلیخا با وا اما ی رنگین گفته همه جا در وی

---

[1] ب: مسیحا. [2] این بیت از نسخه ب افتاده است [3] این جا در نسخه ب ور۱. حالات میر نجات نوشته است اما ذکرش در نسخه (ل) نیست۔ از ب نقل میشود۔

میر نجات

درین عصر از تازه گویان خوش فکر و معنی یابان صاحب تلاش در ایران بود. طبع سلیم و ذهن مستقیم داشت بالفعل غزلی از و در بحر خفیف بر زبانها است ؎

شوخ بیداد کرده ایم ترا   مطلب استاد کرده ایم ترا

آنقدر ها که یاد ما نکنی   آنقدر یاد کرده ایم ترا

من غلام کسی که گفت نجات   ما کی آزاد کرده ایم ترا

روزی معشوقه او جامه زرد پوشیده بود بدیهه گفت ؎

چون با قبای زرد قدش دلبری کند   آئینه را بهار گل جعفری کند

تلاشها کرده. بهند نیامده. اشعارش شهرت دارد. من اشعاره ؎

آن بلبلم که هرگاه از دل کشم فغانرا　　از خون چو ساغر می پر سازم آشیانرا

گر لب زخم شهیدان خشک ماند دور نیست　　جوهر تیغ تو در زنجیر دارد آب را

در خانقاهِ وحدت ذکر مخالفت نیست　　چون تارِ سبحه یک حرف از صد دهن برآید

همتم آزادگان را همعنان افتاده ام　　سایهٔ سروم بپای راستان افتاده ام

۱۱۶ محمد تقی بیگ نشا

صاحب[1] طبع است دیوانی مختصر بطرز قدیم دارد. دو بیت از دبیاد است ؎

هرگز ثمر نداد نهال بیان ما　　باشد ز برگ بید زبان در دهان ما

چنان گداختی از عکس خویش آئینه را　　که جوهرش چو خس از آب میتوان چیدن

۱۱۷ ملا نوعی

در اوائل عهد جهانگیری فوت شد شاعر غرای اکبری بوده. مثنوی سوز و گداز بسیار بسوز گداز گفته. وقتیکه هندوزنی با نعش شوهر برای سوختن می آید و پروانه وار قصد آتش میکند. این بیت در ان وقت گفته ؎

نوعی　　چنان مستانه بر آتش نظر کرد　　که از بدمستیش آتش حذر کرد

این دو بیت از جمله غزلهای او بالفعل بخاطر آمده. من اشعاره ؎

نوعی　　بغنچه رابطه جویم که در طبیعت عشق　　گل شگفته بهٔ لهای بیغمان ماند

سوی لبش چه روی پیشتر از دیده قدم نه　　در گامی از و دور شوی پای بسپین باش *

---

[1] مرد ایرانی است. در اجمیر متصل فقیر خیمه زده بود از بندهای همسفر همه گمرانده یلدیم۔

* در نسخهٔ (لا) بعد از نوعی ذکر نصرت و ندرت درج است که در دیگر نسخه ها نیست از (لا) اینجا نقل میشود۔

دلاور خان نصرت

خلف دلاور خان مرحوم جوان بحسن خلق آراسته و با جمیع فضائل پیراسته فکرهای بلند و اندازهای رسا دارد غزلهای طرحی را خوب میگوید. مشق پخته ساخته. منهٔ۔

میکشم بی ادمی نابی که میسوزد مرا　　آتش افتد در چنین آبی که میسوزد مرا

حکم چند ندرت تخلص

پیش فقیر شعر میگذراند. طبع درست دارد. این ابیات از دست ؎

ای لاله ساخته گل حسن فرنگ را　　ابری بود غبار خطت برق رنگ را

(باقی اگلے صفحہ پر)

ملا نازکی ۱۴۸

فکرش خالی از نازکی نیست. من اشعاره ؎

نی گلاب است اینکه بر رخسار مهوش میزنی　　تا نسوزد عالمی آبی بر آتش میزنی

فقیر هم بیتی مناسب این معنی ادا کرده ؎

سرخوش　　بچشم مست زگرمی گلاب می‌پاشد　　بروی فتنهٔ خوابیده آب می پاشد

طالب نصیب ۱۴۹

ازو[1] نیز یک بیت نصیب شده. من کلامه ؎

غبار خاطر او گشته ام از ناتوانیها　　گر اندک قوتی میداشتم میرفتم از یادش

میر نجابت ۱۵۰

برادر میر سیادت. طبعی رسا داشت. جنونی بود[2]. از وست این دو بیت یادگار ؎

هم هنر بین گهر هم عیب یاب گوهرم　　چون نگاه جوهری غواص آب گوهرم

ما درین باغ نهال چمن تصویریم　　هست در خانهٔ نقاش رگ و ریشهٔ ما

آقا محمد حسین ناجی ۱۵۱

برادر محمد اسمعیل غافل در فن خط نسخ یاقوت ثانی است و در شکسته تعلیق خطش با کمال خط میرزا محمد حسین واضح الاصل میگیرند. در علوم ظاهری نیز دستی دارد و در انشاپردازی عدیم المثل است. مدتی در سرای شاه عالمگیر رفیق برادر بود. از انجا که بادشاهان لغرور سلطنت سیما چنین بادشاه صاحب کمال در هر فن از حرف خود نمیشنوند منشد برگشت.

(بقیه نوٹ)

سوزد بخاک هم ز تپ عشق تن مرا　　چون صبح آتشی است نهان در کفن مرا

خار خار عشق باشد در دل دیوانها　　جز خس و خاشاک نتوان یافت در ویرانها

شود گر جلوه در بزمم می آن برق مشربها　　بجا ماند ز حیرت جام چون تبخاله بر لبها

باندازشکار کیست چشم عشوه ساز او　　که همچو ریشته دوم است مژگان دردانه اش

ز برهم من بردن چو آن بهار باغ خیانم شد　　چو شاخ گل گل فشان ز آتش دل استخوانم شد

ز جوش بیخودی گردید روشن راز پنهانم　　بمحفل جوهر می شعلهٔ شمع زبانم شد

ز تاب حسن چون آتش بجوش آمد دلم ندرت　　چو مینا باده ریز از شعلهٔ عشق استخوانم شد

[1] ب: معلوم نیست که کجائیست و که بود. اما یک بیت او از انتخاب میر معز بنظر در آمده نوشته شد

[2] ب: نمی دانم که کارش بکجا رسیده. یک دو صحبت او را دیده بودم. این دو بیت از وست.

و اورا نظر بر کمال خود تحمّل بر غلط و سهو دشوار بود۔ خود مستغنی ازین کار گشته در اہل خدمت بندگی بجا می آورد۔ چنانچہ روزی لفظ طیار را بطای حطّی نوشتہ بود حضرت ظلّ الٰہی قلمزدہ بتای قرشت نوشتہ و بر زبان مبارک گذشت کہ اشرف خان عرض کردہ است کہ این لفظ فارسی است و طای حطّی در فارسی نمی آید۔ او در جواب عرض کرد کہ این ہم کلیہ نیست۔ جہت رفع اشتباہ۔ صد و شصت و طلا و اکثر الفاظ را بحرفی کہ در فارسی ممنوع عند مینویسند و اگر این لفظ فارسی باشد مخفّف خواہد بود۔ کہ در یک کلمۂ فارسی تشدید نیست۔ حکم شد کہ در درّاج و فرّخ و خرّم چہ میگوئی۔ عرض کرد کہ درّاج عربیست۔ و خرّم معرب و فرّخ دو کلمہ است کہ ترکیب یافتہ فر بمعنی زینت و این قسم کلمات بسیار است مثل شپّر و شبّو و ستّار۔ حرف آخر کلمۂ اول و اول کلمۂ آخر اگر از یک جنس یا قریب المخرج باشد مدغم میسازند یا تخفیف مید ہند مثل اینکہ در وضو کن بہ نیم من استنجا۔ ظاہر میشود کہ درین لفظ مصطلح توشخانہ است کہ جانور ہر گاہ از کمر بر می آید میگویند طیار شد۔ بر زبان مبارک گذشت کہ فلانی بسیار تند و تلخ و نا قباحت فہم است۔ او باین سبب از خدمت استعفا نمود با ہیچ یک امیری ملتجی نگردید در سنہ چہل و پنج عالمگیری کہ رایات ظفر آیات بہ تسخیر قلاع دکن متوجہ بود با التماس تولیت درگاہ حضرت قطب الاقطاب یافتہ در کسب سعادت دنیوی و اخروی میکوشید از منتخب غزلیات او این چند بیت است ؎

چون خس فتادہ ایم بگرداب اضطراب	چون رشتہ ماندہ ایم در آغوش تابہا
در غمت بیخودی گشت گریبان گیرم	تا برم نام رفو پیرہن از یادم رفت
فتنہ را نسبت بچشم می پرستش میدہیم	نیم مستش دیدہ ام ساغر بدستش میدہم
سر کردہ غمت بر لب دل تا زدم انگشت	خاری . . . . . آمد ز فنم . . . . بر سالم

مثنوی[1] در شکایت روزگار گفتہ۔ این چند بیت ازان نیز قلمی میگردد ؎

فلک در چارۂ آنکس ہلاک است	کہ فکر جا کمانش سنگ نماکست
دہد افسر ہر آنکس را کہ افسار	طپید از نام او چون نبض بیمار

---

[1] ذکر این مثنوی از بعض نسخہ ہا افتادہ است۔

میانی راکه باید تنگ خر بست کمرهای مرصع در کمر بست
سری کو از صدا افگار گشته ز بالائش همای کم گذشته
بجز خاک مذلت افسرش نه بجز غم صندل درد سرش نه
چو دیدم اندرین نطاق افلاک بود چون گنجفه اوراق افلاک
قماشش کم غلامش بیشتر شد بندرت نکتهٔ آن معتبر شد
ز ر سرخ و سفیدش خرج داده بکف تیغ و بسر تاجش نهاده
بچنگ او برات شادمانی همین میر و وزیرش کامرانی
چه میران کاندرین بازی شده خوار ای کلوشان که حکمش سوخت ناچار(؟)
درین بازی مرا سر و اگرفته تحکم نیست از غم جا گرفته
ز ضعفم زور بر من میبر ساند ندانم زیر دست کن شاند

از انجاکه بالیست خان معزالیه خواند چند بیت در مدحش گفته این قطعه از انست ؎

شود گر ابر لطفش سایه افگن برای مزرع امید چون من
شود زان خشک سالیها گریزان بود بالیدگی چندان که دهقان
بهنگام درو آمد هراسش که ناید خوشه پرویز بداسش

بملاحظهٔ آن که خان مذکور تکلیفی کند این چند بیت در عذر آن خواند ؎

ز همت دادن جان در بر من بود آسان ترا چیزی گرفتن
گرفتن آنچنانم هست مشکل که نگذارم بگیر و از غمم دل
گرفتن بد بود چندان برایم نگیرو شاید از سرمه صدایم

رباعی

خوش باش بناکامی مقصد مطلب بگذر ز طلب دولت سرمد مطلب
از صورت این لفظ بمعنی پی بر یعنی مطلب ز هر چه باشد مطلب
دل واشد دهر چه بود بدز من دیدم یک غنچه بهار گرد و گلشن دیدم
میپرد از اشتیاق بیخودی چشم حباب وصل را در نیستی جو خانهٔ هستی خراب
بشکند از جور گردون گر نسوزد دل زعشق دانهٔ کز برق سالم جست رزق آسیاست

آمد بتی بجلوه دل برق آب کن — از زین فرو نیامده پا در رکاب کن
مگر بخواب برو بتو وا شود چشمم — خدا کند که بخواب آشنا شود چشمم
برنگ آه نومیدی بچرخ آهنگ کین دارم — چو ناوک گرچه دست کوتهی در آستین دارم
تا در آمد یار در آغوش از خود رفته ام — عمر ما چو برق قدر یک بغل واکردنست

در قصیده[1] منقبت معنی تازه ایجاد نموده ؎

بود یک سایه در دو گوهر پاک — چمک در حسمش بیان باشد

باعتقاد فقیر بانی این معنی شیخ بهاؤالدین بهائی در نعت بسته و این هر دو توفیق یافته اند ؎

بهاؤالدین
مرا ز روی تعصب معاندی پسید — پدر ز روی چه معنی نداشت روح الله
جواب دادم و گفتم که او مبشر بود — با محمد عربی جمع خلق را ز الله
مبشر از پی آنکو بشارت آرد زود — روا بود که دو منزل یکی کند در راه

ناطق[2] ۱۵۷

کلامش بحسن کلامش ناطق است. خوشگو و معنی بند بوده - از وست ؎

دل وران زلف اگر راه نیابد غم نیست — گو بما باش پریشانی ما هم کم نیست
جنونم ناله زنجیر را افسانه میداند — دلم سرگشتگی را گردش پیمانه میداند
مفلس تر ستمی ز توانگر ندیده است — کس رشته را بآب گهر تر ندیده است
نازک تنان به نقش حصیر آشنا نیند — اوراق گل شکنجه مسطر ندیده است

ملا نسبتی[3] تهانیسری ۱۵۸

شاعر بخته بود بطرز قدیم دبزبان هندی نیز شعر میگفت نس بتی یعنی ماه تخلص میکرد - این چند بیت انتخابی از وست ؎

جدا ز ما دل ما را بزیر خاک کنید — باین ستم زده در یک کفن نتوان بود
هم ز دل دزد دید صبر و هم دل دیوانه را — دزد ما با خانه میدزد و متاع خانه را

---

[1] در نسخه ج و- این قصیده بر ملا ندیم منسوب است [2] ا- ناظم [3] ب- نسبتی در ان زبان تخلص میکرد یعنی ماه - نس بزبان هندی شب را میگویند بتی ابروی شب که ماه است [4] همچنین در همه نسخه ها -

چون پی دل برون آمد عقل ۱ اول ربود — وزد دوانامیکشد اول چراغ خانه را
در پردهٔ خاک نغمه هاست بسی — آنگه شنوی که گوش به خاک نهی
سینه رو زن چه کنی چون ز برم خواهی رفت — گر تو همسایه شوی رخنه بدیوار خویش است
بسبتی دل بدرد معتبر است — لاله با داغ آبرو دارد[۱]

قاضی نوری ۱۱۰

در عهد جهانگیر شاه بر مسند سخنوری متکی بوده - از وست ؎

چنان که در دهر آید اهل ماتم را عزا پرسی — فغان از بلبلان بسیار است چون من در چمن رفتم
بتاراج دل ماهر زمان ای غم چه می آئی — متاع خانهٔ درویش غارت را نمی شاید

میرزا طاهر وحید ۱۱۲۰

با صائب[۲] همسر بود و معصر - هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش محراب نماز معنی گستران - فکر هایش همه تلاشی و الفاظش مزین بخوش تماشی - چندگاه که از شغل خدمت بتقریبی معزول شده بود - بشاه جم جاه نوشته ؎

چون کمان حلقه بیکاریم با چندین هنر — زور بازو دست ما را بر قفا پیچیده است

چند بیت از اشعار او که انتخابی خوشخیالان است نوشته میشود ؎

وحید چنان که ز سنگ و آهن آتش سوزان شود پیدا — ز نی گر هر دو عالم را بهم جانان شود پیدا
ز فانوس گلی نتوان فروغ شمع را دیدن — چو بنشیند غبار چشم نور جان شود پیدا
میرود از دل تردد و اکنی گر دیده را — خضر بیداری بود در خواب گم گردیده را

---

[۱] (ا) - داراشکوه یکمرتبه پیش خود طلبیده بود این دو بیت در جواب نوشت ؎

برون نیامده ام هیچگه ز خانهٔ خویش — سفر چه داند عنقا ز آشیانهٔ خویش
نمی پرم به پر و بال عاریت چون تیر — نشسته ام چون کمان در خانهٔ خویش

در نسخه (ک) این واقعه به قاضی نوری منسوب است [۲] - ب: سر دسر کردهٔ سخن پردازان زمان و قبلهٔ معنی طرازان میرزا طاهر وحید المشهور بواقعه نویس با میرزا صائب همسر و معصر بوده - بهند نیامده درین ایام، بمنصب وزارت شاه سلیمان والی ایران سربلند و سرفراز است در اصفهان همیشه کوس خوشخیالی می نواخته و علم معنی تازه یابی می افراخته - هر بیتش ورد زبان سخنوران است و دیوانش مهر معنی گستران است - و بر بعضی فکر هایش مرزا صائب و دیگر شعرا میخندند و اکثر تلاشهائش کاره دست بسته است که حد بشر نیست -

چون نماز قصر غربت زادگان راه عشق با وجود ناتمامیها قبول درگه اند

ز شرم حسن تو آبی و من افتاده چون خاکم بمن افتاد چون گذرت هزاران ننگ آبی

گل به پیش عارضت از شرم بیرنگی گم است سرمه در چشمت چو خال چهرهٔ زنگی گم است

شیشه را از وحدتش دست تصرف کوته است کی تواند دیدهٔ احوال دو دیدن روزنه را

اشک ریزان است گوهر در کفش وقت شمار مال منعم گریه بر احوال منعم میکند

ز یاران کینه هرگز در دل یاران نمی ماند بروی آب جای قطرهٔ باران نمی ماند

میبرد آخر ترا خواب عدم بیدار باش آمد و رفت نفسها جنبش گهواره است

دردا که یکی نیست بعاشق سخن تو بادام دو مغز است زبان و دهن تو

نه امروز است این سرگشتگی ما را که چون گوهر نشان از ما نبود و کشتی ما بود دریائی

اعتبارات جهان رفته است پیش از آمدن نامها در وقت کندن از نگین افتاده است

رشک چشم احولم سوزد که از اسباب جهان هر چه می بیند بیک دیدن مکرر میشود

بسان مغز بادامی که از توام جدا ماند در آغوشم نمایان است خالی بودن جایت

تا نخوانی از رخم حال درون تنگ را شرم میگرداند اوراق کتاب رنگ را

باستقبال عیشم تا بمنزل میدود محنت بگوش آید شکست شیشه ام از سینهٔ خارا

فتادگیست که پرواز آن فلک پیماست ببال سایه گرفتست اوج قدر هما

وحشتم بست بزنجیر و بصیاد سپرد نفس صید چو در سینه به پیچد دام است

مانند شان موم که ریزند شمع زد شد خانه ها خراب که سرو قدت[1] نهال شد

ز شرمم در پس دیوار چون برگ گل رعنا اگر با لاله روی خویش در یک پیرهن باشم

لبی که زمزمهٔ خواستن بود سازش صدای ریختن آبروست آوازش

شد هر گره رشتهٔ من تار صنوبر از بسکه درو ناخن تدبیر شکستم

نباشد از ضعیفان عشق عالم سوز را عاری قبای شعله چسپانست بر اندام هر خاری

مانده بر خارا نشان صورت شیرین هنوز شیشهٔ دل را به این فریاد چون بر سنگ زد

---

[1] ب : سرو قدش بهار دید —

نگاه گریه آلودم چو گوهر — ز لشت دیدهٔ پوشیده پیدا ست

یک بیتش را میرمعز و فقیر جواب گفته. هر سه نگاشته می آید

وحید — اگر نالم ز رنج خار در پا رفته نامردم — ولی در زیر پای من شکست این میکند دردم

میرمعز — قدم بر مجلسم افسون تکلیف وطن هردم — که همچو عضو از جا رفته افزون میشود دردم

سرخوش — بعریانی مراد لگیری دیگر بود هردم — چو اخگر جبهٔ سنجاب پوشیدن کند سردم

وحید یک بیت را معنی خوب بسته فقیر نیز بیتی نزدیک رسانده هر دو قلمی میگردد

منه — کی کسی پنهان تواند شد ز دست انداز مرگ — شمع کافوریست در دست اجل موی سپید

سرخوش — پیک پیری چون رسد سامان رفتن کن دیر — نامهٔ پیچیدهٔ مرگ است هر موی سپید

محمد رفیع واعظ [156]

در صفاهان بفضائل و کمالات مسند آرای افادت و افاضت است. و بلآلی آبدار وعظ و نصائح گوش هوش عالمیان را مزین میدارد. و در سخنوری و معنی گستری بازوی پهلوانی با صائبا و میرزا طاهر وحید میزند. دیوانش را میرمعز بهند آورده شهرت داده[1]. مثنوی جنگ شاه عباس با سلیم خان اوزبک بسیار خوب گفته و احوال دوازده امام را جمع نموده کتاب مسجع و رنگین و پر مضامین نوشته. ابواب الجنان نام نهاده. قطعه در حمد آن گفته

عطا کرده از گنج انعام خویش — بدل یاد خویش و بلب نام خویش

نفس در میان شد چنان بیسکون — که یکپا درونست و یکپا برون

من اشعاره —

عرق ناکرده پاک از محفل ما شد نگار ما — درین گلشن سبکتر خاست از شبنم بهار ما

گشت یک شب در میان سرو سهی بالای ما — کربلائی شد لباس تیره بختی های ما

بزمین برد فرو خجلت محتاجانم — بی زری کرد بمن آنچه بقارون زر کرد

باز دارد راحت دنیا ترا از بندگی — از خدا غافل شدن تعبیر خواب مخمل است

---

[1] ب. الحق صفا سخن سنجیده و استاد فن است. فکرهای خوب دارد. [2] فقط در نسخه (ه) اسلم خان نوشته است. در دیگر نسخه های تلم خان است و سپرینگر تلم خان قرار داده.

شبی بر ما اسیران نگذرد بی روی چون ماهش — که از چشم سفید عاشقان نبود سحرگاهش

ز آتش پارهٔ خود گرمی وا میکشم امشب — چو اشک شمع در هر گام میگیرم سر راهش

دلم مجنون و لیلی آن نگاه عشوه ساز او — طناب خیمهٔ لیلی ست مژگان دراز او

نماید خاک را هر دم بانگشت عصا پیری — که امروز است یا فردا که خواهد بود جا اینجا

از بزرگان وحشی و با خاکساران همدمیم — کوه گر باشی تو ما سیلیم و گر خاکی نسیم

همچو حرفی کز کتاب افتاده باشد بر کنار — گر بصورت دور از یاریم بمعنی همدمیم

چنان ز شستم که ترسم چشم رحمت بنگرد سویم — مگر فردا کشد رنگ خجالت پرده بر رویم

ندانستم ز صحبت یار کی برخاست از مجلس — طپیدنهای دل هر چند دستی زد به پهلویم

بدرد عشق کاهیدن ز کافر نعمتی باشد — چو چین جبهه می باید ز غم بر خویش بالیدن

چون نگردد حال بر مفلس ز شرم قرض خواه — میپرد از دیدن خورشید رنگ از روی ماه

بر پیری از چه رو می افگنی کار جوانی را — نمیدانی که سلخی هست ماه زندگانی را

کسی کز بار پیری حلقه شد قد چو شمشادش — سراپا چشم گردیده است و می جوید جوانی را

در آفت خانهٔ دنیا تلاش خاکساری کن — زمین بودن سپر باشد بلای آسمانی را

قد چون خمیده جمله خواست زبون شود — لشکر شود شکسته علم چون نگون شود

منظور ما ز ترک جهان نیست جز جهان — چون باز بهر صید بود چشم بستنیم

برگشته ایم از جهان ز انسان که وا پس نگنیم — مرد نقاشی که مستقبل کشد تصویر ما

بخون ریزی همانا داده الفت چشم جادو را — که از مژگان نهد انگشت هر دم تیغ ابرو را

محبت طرفه صحراییست کز غیرت در آن وادی — گریبان چاک نتوان دید نقش پای آهو را

نقطهٔ سیم جمال آن غنچهٔ خندان اوست — مستزاد مصرعهٔ ابرو صفت مژگان اوست

میرزا احسن بیگ واثق

فکر عالی داشت در معنی یابی استاد۔ در اوائل جلوس عالمگیری منصب گذاشته رخصت ولایت گرفت۔ یکدو مرتبه فقیر را با وی اتفاق صحبت افتاد یک بیت

له کا۔ ز آتش پارهٔ خون گرم چون دامن کشم بیرون سه ب۔ زنگ سه ب۔ والا۔

تازهٔ مرا بخط من در بیاض خود نویسانید و مرا گفت که تحفهٔ که از هند میبرم این بیت برجستهٔ تست ؎

سرخوش — پوشیده بهٔ خرقهٔ پشمینه کشتم می — چون ابر بود آب نهان در نمد من

این چند اشعار از وست ؎

واثق — راست بودن با کج اندیشان بلاست — عکس سرو از آب مواج اژدهاست

با نگین کنده همگامیم در افشای راز — میتوان فهمید حال دل ز نقش پا مرا

آئینه ایست بر سر راه عدم وجود — هر کس رسید کرد نگاهی و در گذشت

کوه و صحرا همه یک لعل بدخشانی شد — رنگ گل بسکه ز شوق تو بیابانی شد

حیرت گداز آن مژهٔ سرمه سای را — آمد شد نگاه شمار نفس بود

دود حرف صاف خاموشیست لب خاموش دار — این سخن از طوطی و از عکس طوطی گوش دار

جز[^1] نام تو بر زبان نگردد فاش — صد بار اگر زبان بگردانم من

ای جوان در قامت خم گشتهٔ پیران نگر — رفته رفته زندگی بار گرانی میشود

پیر شدی واثق و از کبر نرستی — کوه بزیر آمد و پلنگ نیامد

محمد[^2] اخلاص واثق تخلص [۵۸]

نو مسلم در صغر سن صحبت حقائق آگاه شیخ محمد درویش دریافته کسب کمال میکرد. و توفیق اسلام یافت. مدتی از معارف پناه اسلام خود را پوشیده می داشت. پدرش که قانونگوی کلانور بود خبر یافته قصد هلاکش کرد. از انجا گریخته بخدمت فضائل دستگاه مولوی عبد الله خلف مولوی عبد الحکیم سیالکوتی رفت. به رفاقت ایشان در سنه بیست و دویم جلوس والای عالمگیری بحضور پر نور آمده احراز ملازمت نموده. بتلقین بادشاه دین پناه شرف اسلام دریافت. در علوم ظاهری و انشا پردازی نظیر ندارد. گاه گاهی بتقریبی مصرعی موزون میکند این چند بیت از زادهای طبع اوست ؎

---

[^1]: ب، جز نام تو بر زبان نگردد. صد بار اگر زبان بگردد ـــ
[^2]: ا، محمد اخلاق واثق ـ

محتسب سنگینی از دست تو مشکل شده است — شیشهٔ ما به بغل آبلهٔ دل شده است

از طپش آسودن دل شاهد مرگ دل است — نبض از جنبش چو آساید رگ خواب فناست

بیتو میریزد نمک در ساغر من ماهتاب — گرد کلفت میشود بر خنجر من ماهتاب

میرسی ظالم بفریادم اگر رفتست وقت — میزند ورنه شبیخون بر سر من ماهتاب

۱۵۹ درویش واله

بطرف بنگاله بسر میبرد صاحب معنی بود یک بیت او که برابر لک بیت میتوان گفت

تحریر می یابد از دست

آسمان گو خلعت منت مپوشان بر تنم — زانکه همچون نغمه تاری لبس بود پیراهنم

فقیر در جوابش مطلعی رسانده

سرخوش زیر بار خلعت منت کجا باشد تنم — چون حباب است آبروی خویشتن پیراهنم

۱۶۰ ملا ولی

از حقیقتش کماهی اطلاعی و آگاهی نیست دو بیت او بدست افتاده

ولی — درمانده[1] احوال خودم این چه حجابست — فارغ بگذر طاقت نظاره که دارد

تهمت زده ام کرد بعشق دگری کاش — پرسید[2] که غیر از تو بعالم دگری هست

۱۶۱ عبد الواحد وحشت

جوانیست از تهانیسر از بلف کرور آمده تلاش لفظهای شوخ و استعارات

بلند دارد از دست

چشم را خالی کن از دیدن تماشا نازک است — آرزو در سینه بشکن جلوه آرا نازک است

صد بیابان ناله پرواز خموشی گشته ام — سرمه میداوند فریاد دل ما نازک است

شوخ چشمی قابل کیفیت دیدار نیست — شیشه از حیرانی دل کن که صهبا نازک است

بسکه از یاد تو حیرانی قیامت شور بود — جوهر آئینه فریاد دل رنجور بود

در بیابانی که چشم بیخودی وا کرده ایم — هر کف خاکی تجلی خانهٔ منصور بود

[1] ا ب د ا ق — د : درمانده با حوال خودم [2] ب : پرسند

خانمان پردازی همت تماشا کرده ایم　　　صد بیابان عالم از ویرانی ما دور بود

محمد عاشق همت [۱۶۲]

جوان صاحب همت و طبع خوشخیال است. فکرهای تازه دارد. این شعرها زادهٔ طبع اوست ؎

کی جدا حسن از خیال عاشق دلتنگ بود　　　آتشی بود آن پری تا شیشه‌ها سنگ بود
در انتظار او نگهم خون شد و چکید　　　چشمم جدا ز دوست گاهی بریده است
بیا هنوز غمم از خمار حسرت نیست　　　بجام آبلهٔ ته جرعهٔ نفس باقیست

همت خان [۱۶۳]

خلف اسلام خان بخشی والا شاهی از امرای عمده بود. طبع مثل همت خود بلند داشت گاه گاه مصرعی فکر میکرد

من چه گویم که چه مقدار بدل نزدیکی　　　چشم بد دور که بسیار بدل نزدیکی
بجز خاری که مجنون داشت در دل　　　بیابان جنون خاری ندارد

محمد هاشم [۱۶۴]

پدر زن فقیر سرخوش. مرد صاحب کمال بوده. هفت قلم مینوشت گاهی فکر رباعی میکرد. از وست ؎

رو فقر گزین که فقر بهتر ز غنا　　　کان سایه کند در آفتاب[۱] فردا
دولت ندهد نجات ز آتش چون فقر　　　خسخانه به از قصر بود در گرما

میر یحیی کاشی [۱۶۵]

از شعرای پای تخت. روشناس شاهجهان بادشاه بود. تاریخ آبادی شاهجهان آباد را خوب یافته. از وست ع

شد شاهجهان آباد از شاهجهان آباد

---

۵ ذکرش از نسخهٔ ج. افتاده است ۱۶۴ ب: میرزا محمد هاشم ۱۶۵ ج: در آفتاب فردا.

پنجهزار[1] روپیه صله یافت. از پیشگاه خلافت حکم نظم کردن بادشاه نامه نیز بوی شده بود داستانی موزون کرده گذرانید. دران نظم بسته بود ؎

سر راجپوتان جگت سنگه بود　　که بر شیشهٔ نه فلک سنگ بود

محمد علی ماهر هرچند گفت که سنگه و سنگ قافیه نمیشود. گفت که ما مخلیم تفریق این چنین الفاظ را چه میدانیم. معذوریم. آخر به همین بیت از نظر افتاده. بسبب این که جگت سنگه در چه شمار بود که سر راجپوتان گفته. بادشاه فرمود از قافیه هم خبر ندارد.

ازوست ؎

حرف تو میبرد ز دل شوق[2] می شبانه را　　لب بگشا و باز کن قفل شرابخانه را

خرمی در خاک غربت نیست من هیچو نهال　　مشت خاکی از وطن ای کاش برمیداشتم

این هوسها از وجود دل توالد میکند　　مرد تا در سینه دارد دل زن آبستن است

این بیت با تاریخ وفات او بر لوح مزارش نوشته بودند ؎

ای که از دشواری راه فنا ترسی مترس　　بسکه آسان است این ره میتوان خوابیده رفت

تاریخ وفاتش. مصرعه

احیای سخن چو کرد یحیی جان داد

دیگر شاعری که سر حرف تخلصش یا باشد یافته نشد. ناچار همین صاحب سخن ختم تذکره نموده آید. اگرچه شعرای نامدار در عالم بسیار اند و سخنوران بی شمار و بی حد و اینهم نمیتوان گفت که انتخاب اشعار تازه گویان همین قدر است که درین نسخه ایراد یافته. ظاهر است ع

«در هر دهن تنگ نباتی دگر است»

اما فقیر بر احوال و اقوال همین عزیزان که نام ایشان درین اوراق مرقوم شد اطلاع داشت و این اشعار که از هر کس نوشته انتخاب نموده سرآمد سخن سنجان میر معز موسوی خان که در سفینهٔ خویش بی قرینه بخط خویش نوشته بود و گلشن فطرت موسوم ساخته

[1] ب: حضرت خلافت مرتبت بسیار خوش شده پنجهزار روپیه صله آن عطا فرمودند. [2] د - ذوق ؛

نقل گرفته شد و بعضی انتخاب میر محمد زمان راسخ و میر محمد علی ماهر که بر سخن فهمی ایشان همه را اتفاق است. تحریر یافته. اجازتست که اگر شعر خوب و معنی برجسته از تازه گوی بگوش خورده باشد شمه از احوال و موافق ترتیب که مقرر گشته در حاشیه یا در متن داخل کنند. حقا که اگر بچشم انصاف نظر کنند عجب مجموعهٔ کمالات مخرشحیالات نت و طرفه گلدستهٔ رنگین صاحب کمالان عبارتش از استعارات مبرا و الفاظش از تکلفات لغات معرا. فارسی صافش همچون آب روان است و روزمره شسته و رفته شیرازه بیان. نظمش از نظم پروین سبقت جو. نثرش بر نثر گلستان سخن گوے

سزد این نسخه را گر بر نویسد   به برگ گل ز آب زر نویسد

هر که این[۱] کتاب سراپا انتخاب را بدست آرد. با انتخاب نمودن هیچ دیوانی احتیاج ندارد زیرا که اکثر شعرا که بتازه گوی مشهوراند اشعار خوب و برجستهٔ ایشان در اینجا مسطور است..
والسلام علی من اتبع الهدیٰ. هر انتخاب چون پنجه ایست اما پنجهٔ ید بیضا. اگر یکی ازاں کم کنی عیب است و اگر برای میفزای حماقت و این نیگویم که این اعزه سوای این اشعار منتخب دیگر ندارند بفقیر بوساطت میر معز و غیره اعزه همین قدر رسیده.
تاریخی چند که صاحب طبعان بلند فکر از آیات قرآن مجید استخراج نموده اند کمی و زیادتی بعضی را بتعمیه درست کرده اند و بعضی تاریخات و قوعی و نادر که بگوش فقیر خورده قلمی میگردد.
تاریخ فتح روم که امیر کبیر صاحب قران امیر تیمور گرگان انار الله برهانهٔ کرده شیخ صوفی رضوان الله بطریق تفاول فرمود. غلبت[۲] الروم ادنی فی الارض یافته اند شاهجهان خوش کرده فرموده کاز کتابهای تاریخ تحقیق تاریخ کنند که در هشتصد که عدد "ضاد" است این فتح دست داده است.

---

[۱]۔ این عبارت در نسخهٔ (د) نیست و بجای این عبارت ذیل است که در دیگر نسخه ها نیست:-
از وقتیکه به تسوید این نسخهٔ عزیزه پرداخته ام. چهار پنج مسوده خود نگاشته مرتب ساخته ام هر مسوده را یاران از غایت شوق بی رفت و رد بی نظر ثانی دست بدست نقل گرفته بردند و جابجا شهرت داده. اگرچه مقصود حاصل یکیست اما در اکثر عبارات تغییر و تبدیل واقع گشته و اشعار بعضی اعزهٔ دیگر داخل شده قصه کوتاه که این نسخه ناسخ جمیع مسوده هاست هر که سابق دارد بشوید و این را بجان برابر دارد و از کاتب این نسخه التماس آنکه بنوعی که فقیر نظم را نظم و نثر را نثر نوشته همین قسم سطر موافق سطر بنگارد والسلام [۲]۔ غلبت الروم فی ادنی الارض۔

چون دیدند ظاهر شد که در سنہ ہشتصد و پنج فتح روم شدہ۔ بادشاہ فرمود کہ تفاوت پنج بسیار است۔ افضل خان وزیر اعظم بعرض رسانید کہ ضاد ملفوظی بگیرند فن تعمیہ است مضائقہ ندارد ۔

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر عبد الرشید صاحب فرہنگ رشیدی۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم یافتہ

تاریخ فتح بیجاپور کہ بادشاہ عالمگیر نمود قابل خان ولد میر کاظم منشی بتعمیہ۔ اخرجنا ہم من جنات وعیون وکنوز و مقام کریم یعنی حرف ہم را برآوردہ حساب باید نمود ۔

تاریخ حمامی ان کنتم جنبا فاطہروا یافتہ اند ۔

تاریخ فوت شیخ حاتم سنبھلی عند علیک مقتدر یافتہ اند

و تاریخ فوت شیخ عبد الواحد کہ از خلفای شیخ سلیم چشتی بود کان من المخلصین یافتہ اند ۔

فقیر تاریخ والدۂ خود فی جنۃ عالیہ یافتہ ۔

تاریخ فوت عزیزی دخل الجنۃ بلا حساب یافتہ یعنی عدد لفظ حساب باید برآورد ۔

تاریخ وفات نواب زیب النسا بیگم وادخلی جنتی یافتہ ۔

جلوس شاہ طہماسپ صفوی اہل توران مذہب ناحق یافتہ بودند۔ ایرانیان مذہبنا حق درست کردہ ۔

تاریخ فوت اکبر شاہ در فارسی ہے۔ الف کشید ملائک ز فوت اکبر شاہ ۔

تاریخ فتح بلخ دیگر بخشش نذر محمد خان والی توران نصیرا بسیار خوب گفتہ ؎

والی توران بر آرازملک توران بعد ازین	ثانی صاحب قران بلیشان بجالیش کن حسلب

تاریخ شکست ملک عنبر حبشی از فوج داراب خان خلف خانخانان سپہ سالار در کتاب ماثر رحیمی آوردہ ؎

خبر رسید کہ عنبر برادر کھرکی	بکشرتی کہ شد از گرد روز روشن شب
زیمن دولت و اقبال خانخانانی	شکست اوش داراب خان شکست عجب
برای ساعت تاریخ فتح شان گفتم	سر غلام بپاز کہ کن و حساب طلب

تاریخ فوت شیخ ابو الفضل کہ باشارہ جہانگیر شاہ بقتل رسید ؎ تیغ اعجاز رسول اللہ سر باغی برید

تاریخ فوت حافظ رخنه که بانی باغ نولکهه سهرند است ـــ باغ را رخنه شد و آب نماند

وقتیکه شاه عباس صفوی نهر آب بروضهٔ منوّره رضویه آورده حاتم بیگ اعتماد الدوله تاریخ یافت ـ آب آمد بروضه داخل شد ـ

درهمین ایام میر محمد باقر داماد تصنیفی کرده بحلیه ملکوتیه موسوم ساخته بود باعتماد الدوله تکلیف تاریخ آن کرد ـ اعتماد الدوله پرسید که تصنیف شما در چه علم است ـ گفت در کل علوم ـ اعتماد الدوله بی تامل گفت ـ بکل علوم از حلیه ملکوتیه بیرون رود ـ تاریخ است که چون حساب کردند درست بود ـ

بادشاه روزی بمیر حیدر معمائی تکلیف کرد که برای انگشتری من که نو ساخته ام تاریخی بگو ـ میر گفت انگشتری تاریخ است ـ بعد ازان انگشتری دیگر برآورد که برای هر دو تاریخ بگو ـ گفت دو انگشتر تاریخ است ـ مورد عنایات گردید ـ

تاریخ فتح بیجاپور و حیدرآباد که شاه عالمگیر کرده محمد علی جواهر کن تخلص ع
زروی فضل بیجاپور شد فتح یافته ـ

تاریخ فتح حیدرآباد ـــ مدد جو از علی و انگاه برگو مبارکباد فتح حیدرآباد

تاریخ فوت حافظ داود معنی ـــ از نغمهٔ داود بدر دل شد آهنگ یافته اند ـ

تاریخ حوضی که شیخ لطیف نام بزرگی ساخت ـ از حوض لطیف آب بردار ـ تاریخ یافته اند ـ

تاریخ حسین نام شخصی حوضی ساخت ـ دم آبی بخور بیاد حسین ـ یکی تصرف کرد که دم آبی بخور گفتن جنت است ـ جام آبی بخور بیاد حسین ـ درست کرد ـ

فقیر سرخوش حوض و فواره در خانهٔ خود ساخته بود ـ حوض و فواره ـ تاریخ شد[1]

تاریخهای چند وقوعی که بسمع فقیر رسیده

تاریخ فتح گجرات نواب خانخانان در چهار زبان گفته اعجاز است ـ

عربی یوم الاحد ثانی ربیع الاول

---

[1] ب :. فقیر تاریخ خلافت و سجاده نشینی خود را بیان واقع بتعمیه لطیف درست کرده و رباعی بسته ـ

سرخوش چو رسید کار فقیرش بکمال مرشد دادش خلافت از استقبال
روی طلب آورد جهانی به نیاز تاریخ شده خلیفهٔ شاه جلال

ہندی	انوار ربیع الاول کی دو جی
ترکی	برشنبہ ایکی ربیع الاول (۹)
فارسی	روز یکشنبہ دویم ربیع الاول

تاریخ تولد بابر شاہ شش محرم یافتہ شش در حساب عدد خبر است خبر نیز تاریخ است۔

تاریخ جلوس طہماسپ شاہ ظل اللہ یافتہ اند۔

تاریخ فوت شاہ طہماسپ و جلوس شاہ عباس سے

دوازدہ امام گفت بنشست　　دوازدہ امام گفت برخاست

تاریخ جلوس شاہ عالمگیر ملا شاہ ظل الحق یافتہ[1]۔

تاریخ جلوس شاہ جہان بادشاہ۔ شاہ جہان باشد شاہجہان۔

تاریخ فوت شاہ جہان بادشاہ غازی۔ ز عالم سفر کرد شاہجہان۔

تاریخ فوت جہانگیر۔ جہانگیر از جہان رفت۔

تاریخ فوت زمانہ بیگ مہابت خان۔ زمانہ آرام گرفت۔ یافتہ اند۔ عجب تاریخ است مشتمل بلح و ذم زیرا کہ مہابت خان بشرارت و غرور مشہور بود۔

تاریخ فوت شیخ سلیم چشتی خوشگاہ نقیر است و تاریخی بہ ازین متعذر است۔ کم اتفاق می افتد تمام قطعہ نوشتہ شد۔ قطعہ

مغیث ملت و دین شیخ اسلام آنکہ در قربت　　بہ شبلی و جنید از راز پرسی گو میش ثانی

دلبود از عرصۂ دنیا و دین گوی کمالیت　　ز درویشان بدرویشی ز سلطانان بسلطانی

فنا از خود بقا باحق بود معلوم درویشان　　ازان شد سال تاریخش بحق باقی ز خود فانی

تاریخ ہمایوں بادشاہ از بام افتاد۔ مشہور است۔

روزی اکبر بادشاہ باشہزادہ سلیم کہ جہانگیر باشد بخانۂ عزیز کوکہ کہ اعظم خان خطاب داشتہ مہمان شد۔ مہمان عزیز اندشہ و شہزادہ۔ تاریخ یافتند۔

تاریخ فوت زن فدائیخان جہانگیری۔ زن فدائیخان مرد۔ بزبان ہندی فدائیخان کی جورو موئی۔

---

[1] ب: تاریخ تولد عالمگیر شاہ۔ آفتاب عالمتاب۔ یافتہ۔

تاریخ فوت نواب جعفر خان دیوان اعلی شاه عالمگیری بزبان هندی مبر مصرع یافته جعفر خان جیو موی۔
تاریخ فوت همت خان۔ های همت خان رفت۔ بطریق تعمیه یافته اند "ها" را دور کرده حساب باید کرد۔
رسول خان روز بهائی[1] در راه عیدگاه کشمیر پلی بسته بود۔ تاریخ آن۔ بر ره دین رسول پل بسته۔
تاریخ مسجد عیدگاه که شاه جهان بادشاه ساخته۔ کرد بنا عیدگاه شاهجهان بادشاه۔

تاریخ چند که فقیر بسر خوش یافته

چهار کس از آشنایان فقیر در اکبر آباد در یکسال فوت کردند۔ از نام هر چهار تاریخ بر آورده وای از دلکام وطاس فولاد و سیدی یار محمد و عبد الواحد۔
تاریخ تولد پسر میرزا قطب الدین مائل محمد امان الله بن باقی که رکن الدین نام داشت۔ رکن الدین محمد بن قطب الدین محمد امان الله باقی۔ یافته۔
تاریخ تولد پسر خود۔ اکمل محمد افضل۔ یافته ام۔
تاریخ دو حویلی خود در یک رباعی بسته بر دروازه کنده۔ رُباعی

از لطف عمیم واهب[2] عزّ و جلّ — چون گشت عمارتم همه مستکمل
شد سال بنای خانهٔ سابق و حال — آن مسکن افضل این مقام افضل[3]

تاریخ تولد اسکندر[4] شان پسر اعظم علی خان عالیجاه فقیر وزارت سکندر آمد۔ یافت۔
تاریخ کتخدائی شاهزاده محمد اکبر۔ قران سعد اکبر شد بناهید۔ یافت۔
تاریخ مسجد خود را که پیش دروازهٔ خود ساخته ام ؎

چون گشت ز فضل ایزد عزّ و جلّ — آراسته این مسجد پر زیب[5] و جلل
اندیشه ز طبع سال اتمامش خواست — دل گفت که مسجد محمد افضل

تاریخ مسجد زیب النساء بیگم که در کشمیر ساخته کعبهٔ حاجات شد مسجد زیب النساء یافته ام۔
تاریخ گریختن رانا۔ ندا آمد که کافر از میان رفت۔
تاریخ فوت شیخ سلیمان[6] ؎

---

[1] ا، بهائی [2] ا، واجب [3] ا، اکمل [4] ب، اسکندر شاه پسر اعظم شاه [5] ب، یازیب و حلل [6] ب، تاریخ فوت شیخ سلیمان که فضائل خان شده بود فقیر از نامش بر آورده چنین بسته شده بود۔

شد شیخ سلیمان بسوی دار لقا وارست ز قید هستی بی سروپا
هم شیخ سلیمان شده تاریخ وفات پیمانهٔ عمر بود نامش گویا

خدمت مشرفی عدالت ذخیره که در حسن ابدال بفقیر شده بود. تاریخ اشرف عدالت یافته ام۔
تاریخ۔ فقیر در خواب می بیند که شخصی میگوید که تاریخ فوت محمد علیخان میر سامان شاه عالمگیر بگو۔
فقیر میگوید مرا چه مطلب که در فکر بیهوده وقت ضائع کنم۔ گوینده میگوید مرو خوب بود۔ البته بگو۔
چون بیدار شدم و حساب میکنم۔ محمد علیخان بمرد۔ تاریخ بی کم و زیاد بر آمد[1]۔

فقیر سرخوش رباعی بعضی الفاظ را هم عدد یافته بسته۔

از غیر بر بست ذات یزدان صمد بگذار دوئی بگوی الله احد
سررشته وحدت مکن از کثرت گم چون هست یکی وجود واحد بعدد
سرخوش اگرت نشئهٔ هوش و خرد است بشتاب براهی که پیمبر بلد است
بر ذات رسول رهنمائی شد ختم زانرو که رسول و رهنما یک عدد است[2]
اسلام بضد کفر بی شبه و شک از تقویت شیر خدا شد تبرک
با اول من آمن آمد بحساب اعداد علی ابن ابیطالب یک
بر حسب مناسبت چو کردیم نظر آمد بعدد نیز موافق یکسر
تلخی و غم و یاس و هوس و حساب عامی اعمی عشق و دوست مهر و مادر
سرخوش دگر این عجب که از روی حساب افتاد بتعداد موافق دریاب
شعر و کشمیر و فقر و عیش و گل و می قرب و شب و سبز و هندی راحت و خواب
سرخوش عجب این که ز اتفاق بجد افتاد موافق بحساب ابجد
ناز و محبوب و عاشقی و آفت بی عقل و دراز و فتنه و کوته قد

تمت کلمات الشعر تصنیف سرخوش محمد افضل

---

[1] ب:۔ تاریخ تولد برادر زادهٔ خود که اسدالله نام داشت۔ شیر خدا۔ یافته [2] ب:۔ هم عدد۔

محمد صدیق عباسی خوشنویس لاهور

یہ کتاب اور دوسری ہر قسم کی کتب

ملنے کا پتہ

شیخ مبارک علی تاجر کتب

اندرون لوہاری دروازہ لاہور